تفسیر

بر نامۂ رسول پولوس بنام

فلپیان

مؤلفہ

پادری ٹی۔ واکر صاحب ایم۔ اے

کرسچن نالج سوسائٹی

انارکلی لاہور

۱۹۳۴ء

قیمت ۸ر

بار دوم ۵۰۰

دیباچہ

۱۔ فلپی

فلپی ایک قصبے کا نام ہے جس کے اب صرف کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔ مگر جب وہ اپنے عروج کی حالت میں تھا۔ تب اس نے دنیاوی اور دینی باتوں دونوں میں خاصہ اچھا نام حاصل کیا تھا۔ اُس کے قرب و جوار میں سونے چاندی کی بڑی مشہور کانیں تھیں اِن میں زمانہ قدیم کے اندر وہ محنت کش لوگ جو فنیقی کے نام سے مشہور ہیں کام کیا کرتے تھے۔ فلقوس شاہ مقدونیہ کے زمانہ تک ان کانوں کے اندر سے لاکھوں روپیہ کا سونا چاندی نکلتا تھا۔ اس شہر کے اندر سے ہو کر ایک بڑی سڑک گزرا کرتی تھی جس سے اس شہر کے دو حصے ہو جاتے تھے۔ ایک حصہ بالا۔ دوسرا زیریں۔ اس سڑک کا نام سڑک اگنیشن تھا۔ وہ شہر جہاں سے لے کر جو صوبہ تھریس میں تھا بحر ایڈریاٹک کے ساحل تک پانسو میل لمبی سڑک تھی۔ مسافر لوگ یہاں سے سمندر اُتر کر ملک اطالیہ میں پہنچ جایا کرتے تھے اس بڑے شاہ راہ کے بارے میں مشہور رومی مصنف سیسترو نے یہ لکھا ہے کہ وہ ہم رومیوں کی ایک جنگی سڑک ہے جو ہمارے شہر روما کو آبنائے ڈارڈنیلز سے جو یورپ اور ایشیا کے ما بین واقع ہے پیوستہ کرتی ہے۔ اسی جگہ یعنی فلپی کے قریب وہ بڑا خوبصورت میدان بھی ہے جو اپنی زرخیزی کے لئے بڑا مشہور ہے یہاں ہی حضرت مسیح سے بیالیس سال پیشتر وہ خونی لڑائی ہوئی تھی

جس میں روما کی سلطنت جمہوری کے جرنیلوں بروٹس اور کاشیس نے قیصر اگستس اور انتونی کی فوجوں کا عبث مقابلہ کر کے شکست کھائی تھی۔ مگر ان ساری باتوں سے بڑھ کر اس قصبے کے متعلق یہ امر ہے کہ یہ وہی مقام ہے جس میں غیر قوموں کا بڑا نامی رسول پولوس خدا کی ہدایت سے آیا تھا کہ براعظم یورپ کے اندر اول اول اس مقام پر انجیل کا جھنڈا نصب کرے۔ یہ قصبہ جو بحر یونان کے سرہانے کی طرف واقع تھا اور اس میں جو پولوس مقدس نے مغربی ممالک یعنی یورپ کے اندر انجیل کی بشارت پھیلانے کے لئے رسالت کا اول مرکز بنایا۔ اس سے ایک ملک انگلستان اور ملک ہند ہی کیا بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کو جو جو فائدے اور برکتیں پہنچی ہیں ان کا بیان کون کر سکتا ہے۔

(۱) اس قصبے کا موقع یا مقام جغرافیے کے اعتبار سے :-

فلپی ایک قصبہ تھا جو بڑے شاہراہ اگنیشئن پر ایسی جگہ پر واقع تھا کہ جہاں کوہ بلقان کا سلسلہ پہاڑ ایشیا اور یورپ کے براعظموں کے مابین نیچا ہو کر ایک آبناء بن گیا ہے اور ان کے درمیان ایک ایسا قدرتی دروازہ ہے کہ جس میں سے ہو کر ایک براعظم میں سے دوسرے کے اندر جانے کے لئے ایک آسان راہ موجود ہے۔ اس وجہ سے اس مقام کو دونوں براعظموں کے دروازے کے قفل کی کنجی کہنا بالکل درست ہے اور جنگی امور کے اعتبار سے اس مقام کی عظمت کو مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس اور روما کے قیصر اگستس دونوں نے تسلیم کیا اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا۔ جبکہ اس مقام کی یہ کیفیت تھی تو کیا یہ ایک بڑی معقول بات نہیں ہے کہ خدا کی روح نے مسیحی منادوں کے سردار پولوس کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جائے اگر انجیل کی بشارت نے کوہ بلقان سے گزر کر آگے کو جانا تھا تو فلپی ہی وہ مقام تھا جس میں سے ہو کر وہاں پہنچنا نہایت آسان تھا۔ بشپ لائیٹ فٹ نے اس خیال کو الفاظ مندرجہ ذیل میں بہت خوب ادا کیا ہے کہ ہم یہاں پہنچ کر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں جہاں گویا یورپ اور ایشیائی زندگی کے دریا کا اتصال ہوتا ہے۔ اور فلپی میں انجیل کا داخل ہونا اس امر کا پیش خیمہ تھا کہ اب دین عیسوی نے مشرق سے مغرب میں گزر کیا۔ یہ کہنا درست ہے کہ جس طرح اس زمانے کے مشنری ایشیا سے گزر کر فلپی اور اسکے شاہراہ اگنیشئن کے رستے

سے یورپ میں داخل ہوتے تھے اسی طرح آج بیسویں صدی کے مشنری یورپ سے روانہ ہو کر نہر سوئز کی راہ سے ایشیا میں آتے ہیں۔

(۲) اس شہر کا نام فلپی اس لئے تھا کہ سکندر اعظم کے باپ فیلقوس نے اس کی بنا ڈالی تھی اور اس کا مقصد اس شہر کے بنانے سے یہ تھا کہ اول تو وہ اس بات کا ایک یادگار ہو کہ اس نے اس نئے صوبے کو جس میں یہ شہر بنایا تھا فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ تھا کہ وہ سرحد پر ایک ایسا قلعہ تعمیر کرے کہ جس میں فوج رہا کرے تاکہ صوبہ تھریس کے پہاڑی لوگوں کی شورش سے اسکے ملک کی حفاظت رہے۔ جس مقام پر یہ شہر بسایا گیا تھا اسکے قریب قدیم زمانے میں ایک اور شہر بستا تھا جس کا نام کرینائڈیز تھا اور اس نام کے معنی یہ تھے چشموں کا مقام۔ کیونکہ اس کے آس پاس بہت سے دریا تھے ان میں سب سے بڑا دریا گینجائٹیز تھا جو شہر کی مغرب طرف ایک دو میل کے فاصلے پر بہتا تھا۔ اور دریائے سٹرائی مون میں جا کر مل جاتا ہے۔

(۳) یہ شہر رومیوں کی ایک بڑی بستی تھی۔ قیصر اگستس نے اس شہر کے قریب اپنے مخالف بروٹس پر لڑائی میں ایک بار بڑی بے لاگ فتح حاصل کی تھی۔ اس لئے اس نے یہاں رومیوں کی ایک بستی بنائی تاکہ اس فتح کی ایک یادگار رہے۔ اس سے فلپی کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہو گئی تھی یہ سلطنت روما کا ایک سرحدی قلعہ تھا اور دار السلطنت روما کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جب کبھی رومی لوگ کوئی ایسی بستی بنایا کرتے تھے تو دستور یہ تھا کہ جو رومی وہاں جا کر آباد ہوا کرتے تھے وہ فوج کے قاعدے کے موافق صف باندھ کر جھنڈے لہراتے ہوئے وہاں جایا کرتے تھے۔ اور جس مقام پر وہ قبضہ کرتے تھے اس پر ہل چلا کر اپنا نشان کر دیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ روما سے علیحدہ ہو کر باہر کی بستیوں میں سکونت اختیار کیا کرتے تھے۔ تاہم ان کے نام ہمیشہ رومی رجسٹروں میں درج رہتے تھے اور ان کی بول چال کی زبان اور سکہ رائج الوقت اور قوانین مجریہ سب بالکل لاطینی یعنی رومی ہوا کرتے تھے۔ جو مجسٹریٹ وہاں ہوتے تھے وہ بھی شہر روما کے مجسٹریٹوں کے اختیارات کے موافق بڑے بڑے خطاب اپنے ناموں کے ساتھ لگایا کرتے تھے۔ غرض یہ کہ ہر ایک ایسی چھوٹی بستی گویا روما شہر کا ایک

چھوٹا سا حصہ یا پودا ہو اکرتا تھا جو گویا روما کی زمین سے اکھاڑ کر سلطنت کے کسی دور دراز مقام پر لگا دیا گیا ہو۔

اِن باتوں کے علاوہ فلپی کو سلطنت روما کی طرف سے ایسا ایک حق حاصل تھا کہ اُس کو زمین کا محصول بھی معاف تھا جو سارے صوبوں کی زمین پر رہنے والوں کو دینا پڑتا تھا اس کے باعث سے اس کا مرتبہ ایسا ہی تھا جیسا کہ خود ملک اطالیہ کا تھا۔ اس لئے وہاں کے باشندے ان تین باتوں کے لئے پوری طرح سے حق رکھنے کا فخر کر سکتے تھے جو کہ رومی باشندوں کے بڑے حقوق سمجھے جاتے تھے اور وہ یہ تھے۔

(۱)۔ سزائے تازیانہ سے بری ہونا۔

(۲)۔ سوا بعض حالتوں کے گرفتاری کے قابل نہ ہونا۔

(۳)۔ براہِ راست قیصر کی عدالت کو اپیل کرنے کا حق رکھنا۔

بعض رومی باشندوں نے روما شہر کو جو خاتون جہان کے نام سے مشہور تھا اور سلطنت روما کا بڑا شاندار صدر مقام تھا آنکھوں سے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن تاہم جب وہ اُس کی طرف آنکھیں پھیر کر اپنے دلوں میں بحیرہ ایڈریاٹک کے نیلگوں سمندر کے پار اُس کا خیال باندھتے تھے تو اُن کے اندر اس بات کے تصور سے ایک فخریہ جوش اٹھتا درست تھا کہ ہم بھی اُسی بڑی سلطنت جمہوری کے رکن ہیں اور اُس کے حق و حقوق کے حصہ دار اور اس کی شان و شوکت میں شریک ہیں۔

پولوس رسول نے جو اپنے اسی نام کے خط میں تعلیم دی ہے۔ انہیں اُس شہر فلپی کی بستی کے خاص موقعہ سے کئی مفید سبق نکالے ہیں۔ اسلئے جب ہم اس خط کی تعلیم کا مطالعہ کریں تو اُن باتوں کو بھی جو یہاں مختصر طور پہ بیان کی گئی ہیں یاد رکھیں اس سے ہم کو بہت فائدہ ہوگا اور وہ باتیں یہ ہیں کہ ہر مسیحی بھی ایک بڑی عظیم الشان سلطنت جمہوری کا باشندہ یا رکن ہے اور وہ سلطنت کونسی ہے؟ سلطنت آسمانی پس مسیحی بھی ہرگز شہر روما سے کسی کم درجے شہر کا باشندہ نہیں۔ اور مسیح کا سپاہی ہو کر وہ اُس جنگی اور گمراہ نسل کے درمیان اپنے خداوند کے لئے اپنے دل اور ایمان کے قلعہ کو سنبھالے رہتا ہے اسلئے اُس کا حال

وہی ہے جو فلپی کے باشندوں کا تھا کہ وہ بھی سلطنت روما کی نہایت دور دراز سرحد پر وحشی اور غیر قوم لوگوں کے درمیان رہ کر اس سلطنت کی عزت اور آبرو کا قائم رکھنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ہند کے دیسی مسیحی بھی یہ جان کر کہ ان کے چاروں طرف بے شمار ہندو اور مسلمان رہتے ہیں۔ اس خط کی تعلیم سے یہ سبق سیکھیں کہ ہم جو اپنے آپ کو آسمان کا باشندہ کہتے ہیں اس سے ہم کو نہ صرف بعض فائدے اور استحقاق حاصل ہیں بلکہ بعض فرض بھی انجام دینے کے لئے ہم پر لازم آتے ہیں۔

۲۔ پولوس رسول اور فلپی شہر کی کلیسیا

جیسا کہ رسولوں کے اعمال کے سولھویں باب میں لکھا ہے پولوس رسول فلپی شہر میں اوّل اول ۵۲ء مسیحی کے قریب اس وقت گیا تھا جبکہ وہ اپنی رسالت کے دوسرے سفر کے وقت دورہ کر رہا تھا اُس وقت اسکے ساتھ ایک تو سیلاس تھا۔ دوسرا تمطاؤس تھا اور جس طرح کہ اعمال کے سولھویں باب کی دسویں اور بارھویں آیتوں کو بیسویں باب کی چھٹی آیت سے مقابلہ کرکے معلوم ہوتا ہے تیسرا شخص اس کے ساتھ اسوقت اس کا پیارا طبیب لوقا تھا۔ مقام تروآس سے کشتی پر روانہ ہو کر وہ چلا اور دریا دونوں کے موافق حال ہونے کے باعث بہت جلد سفر کرکے نیاپولس مقام میں پہنچے۔ یہ جگہ غالباً وہی ہے جو اب ملک ترکی میں کوالو کے نام سے مشہور ہے۔ رسول یہاں سے اتر کر فوراً شاہراہ اگنیشئن پر روانہ ہوئے اور یہ سڑک ایک پہاڑ کے سلسلہ کے اوپر سے ہوتی ہوئی شہر فلپی کی طرف کو جاتی ہے جب پہاڑ کی دوسری طرف اُترائی شروع ہوئی اور سمندر کا خوشنما نظارہ جو جنوب کی طرف تھا دکھنے سے رہ گیا تو ان کو وہ خوبصورت اور سرسبز میدان اپنے

سامنے پھیلا ہوا دکھائی دیا جس میں وہ شہر آباد تھا جس کے بارے میں اعمال کے سولھویں باب کی بارھویں آیت میں یہ لکھا گیا ہے کہ وہ مقدونیہ کا صدر مقام تھا اور رسولوں کا مقصد اُس راہ سے وہیں جانے کا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں بہت تھوڑے سے یہودی رہتے تھے۔ شاید اس کا یہ سبب ہو کہ فلپی رومیوں کی بستی تھی اور یہاں ان کی فوج رہا کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ انطاکیہ اور اکونیم میں اور مقاموں کی طرح یہودیوں کا کوئی عبادت خانہ نہ ملا جس میں وہ خدا کا کلام سُنتا۔ لیکن سبت کے روز ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اسے ایک چھوٹی سی جماعت ملی جو اپنے غریبانہ مقام عبادت میں دریائے گنگیتی پر شہر کے باہر عبادت ادا کرنے کے لئے جمع ہوا کرتی تھی۔ اعمال کی کتاب میں جو بیان مندرج ہے اس سے ان واقعات کا صاف صاف احوال معلوم ہو جاتا ہے جو پولوس رسول کے اس مقام پر اوّل وارد ہونے پر ظہور میں آئے یہاں اُس وقت تین شخص مسیح پر ایمان لائے اور یہ تینوں نمونے کے لائق تھے اوّل شخص تو ایک عورت تھی جس کا نام لدیا تھا وہ سوداگری کرتی تھی۔ دوسری ایک فالگو لڑکی تھی جو لونڈی تھی اور تیسرا ایک رومی داروغہ جیلخانہ تھا۔ یہ سرکار کا ایک ماتحت افسر تھا۔ بشپ لائٹ فٹ صاحب نے اس بارے میں یہ رائے لکھی ہے کہ اس مقام کے ان اوّل تینوں مسیحیوں کے درمیان خاندان اور شرافت اور دینی تعلیم کے اعتبار سے بڑا فرق ہے اور جس ترتیب کے ساتھ وہ مسیحی ایمان میں شریک ہوئے وہ بھی بڑے غور کے لائق ہے کیونکہ اوّل شخص تو ایک ایشیائی عورت تھی جو یہودی مذہب کی نو مریدنی۔ اور دوسرا شخص یونانی تھا اور تیسرا رومی تھا۔ یہ اس بات کے نمونے تھے کہ عیسائی مذہب ساری دُنیا میں اسی ترتیب کے ساتھ پھیلتا ہے۔

اس مقام سے رسولوں کو یکایک چلا جانا پڑا۔ کیونکہ لوگوں نے انکے لئے بڑی سخت اذیت برپا کی مگر انجام یہ ہوا کہ انہوں نے اس اذیت سے ایک معجزانہ طور پر رہائی پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول یہاں سے روانہ ہو کر تھسلنیکی کی راہ پر چلا گیا تھا اس وقت تک بھی فلپی کے لوگ انجیل کی مخالفت کرنے سے باز نہ آئے تھے اور جو لوگ اس شہر میں مسیح پر ایمان لائے تھے اُن کو بھی مصیبت اور تکلیف بہت سی اٹھانی

پڑی۔ اس کے لئے کرنتھیوں کے دوسرے خط کے آٹھویں باب کی دوسری آیت کو اور فلپیوں کے پہلے باب کی اٹھائیسویں انتیسویں اور تیسویں آیتوں کو دیکھو۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب پولوس رسول یہاں سے چلا گیا تو اپنے دوست اور ساتھی لوقا کو اس شہر میں چھوڑ گیا تھا۔ یہ بات رسولوں کے اعمال کے سترھویں باب کی پہلی اور چوتھی آیت سے ترشح ہوتی ہے۔ کیونکہ لوقا نے یہاں پر اپنے بیان میں صیغہ متکلم کو اڑا دیا ہے۔ ممکن ہے کہ لوقا کے علاوہ یہاں پر طماؤس بھی تھا اور وہ وہاں کچھ عرصے تک خداوند کا کام کرتا رہا۔ اس وقت کے بعد ۵۲ء میں رسول نے طماؤس اور اراسطوس کو مقدونیہ میں بھیجا تھا۔ یہ بات اعمال کے اُنیسویں باب کی بائیسویں آیت سے پائی جاتی ہے جب یہ دو شخص خداوند کے کام کے لئے مقدونیہ کو گئے ہونگے تو ضرور ہے کہ اُنہوں نے فلپی میں بھی دینی تعلیم سے کچھ فائدہ پہنچایا ہوگا۔ ہم کو اس بات کا بالکل یقین کرنا چاہئے کہ جب اُن کے پیارے اُستاد پولوس نے یہودیہ کے محتاج بھائیوں کے لئے فیاضانہ طور سے مدد کے لئے روپیہ بھیجنے کی اُن سے درخواست کی تھی تو فلپی کے مسیحیوں نے اپنی بڑی محبت سے اس کے جواب میں چندہ بھیجنے میں دریغ نہ کیا ہوگا۔ اور مقدونیہ کی اور جماعتوں نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔ اس بات کے ثبوت میں کرنتھیوں کے دوسرے خط کے آٹھویں باب کی پہلی آیت سے پانچویں آیت تک ملاحظہ کرو۔

اعمال کے بیسویں باب کی پہلی آیت سے اور کرنتھیوں کے دوسرے خط کے دوسرے باب کی بارھویں اور تیرھویں آیتوں اور ساتویں باب کی پانچویں اور چھٹی آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کے بعد ۵۵ء کے شروع جاڑے کے موسم میں پولوس رسول خود پانچ سال کی غیر حاضری کے بعد افسس سے روانہ ہو کر اپنی اُن کلیساؤں کو پھر دیکھنے کے لئے گیا تھا جو یورپ میں واقع تھیں۔ پس ضرور فلپیوں نے بھی اس موقع پر اس کی محبت آمیز دینی خدمتوں سے فائدہ اُٹھایا ہوگا۔ پھر جب پولوس ۵۶ء کے موسم بہار میں کرنتھیہ سے روانہ ہو کر رستے میں اپنے فلپی شہر کے نو مریدوں کے پاس عید فسح منانے کے لئے ٹھہرا تھا تو اُس وقت وہ ایک بار پھر تھوڑے سے عرصے کے بعد اُن کے درمیان

آکر رہا ہوگا۔ یہ بات اعمال کے بیسویں باب کی چھٹی آیت سے معلوم ہوتی ہے اس کے بعد پھر ہم کو فلپی کے عیسائیوں کی اُس وقت تک کچھ خبر نہیں ملتی جب تک کہ اُنہوں نے رہتی دلی وفاداری سے پولوس کے پاس جو شہر روما میں قید خانے کے اندر پڑا تھا۔ اپفرودتس کے ہاتھ اپنے دل کی خوشی سے اُس کی مدد کے لئے اپنی نذریں بھیجی تھیں۔ اس امر کے ثبوت میں فلپیوں کے خط کے دوسرے باب کی پچیسویں اور تیسویں آیتوں کو اور چوتھے باب کی دسویں آیت سے اٹھارھویں آیت تک کو دیکھو۔ پولوس نے اپنا وہ خط جس کے پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کو اُن کے ساتھ بڑی بھاری محبت تھی اسی معتمد ایلچی کے ہاتھ فلپیوں کے پاس بھیجا تھا۔ اس خط کے دوسرے باب کی انیسویں[19] اور چوبیسویں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے اپنے دل میں یہ ارادہ باندھ لیا تھا کہ اُن کو ایمان کی باتوں میں مضبوطی بخشنے کے لئے نہ صرف طمطاؤس کو اُن کے پاس بھیجے بلکہ خود بھی ایک بار اور اُن کے پاس جائے۔ اس بات کے جواب میں کہ آیا پولوس کی یہ اُمید پوری ہوتی تھی یا نہیں ہم کو طمطاؤس کے پہلے خط کے پہلے باب کی تیسری آیت اور دوسرے خط کے چوتھے باب کی تیرھویں اور بیسویں آیتوں کے تاریخی حوالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو ارادہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ اور ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس عرصے کے مابین جب کہ پولوس روما میں اوّل دفعہ اور پھر دوسری بار قید میں تھا وہ کم از کم ایک بار تو پھر فلپیوں کی ملاقات کے لئے آیا تھا۔

اس بات کے ثبوت میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے کہ پولوس کو فلپی کے عیسائیوں کے ساتھ کمال درجے کی گہری اور دلی محبت تھی اور یہ محبت ہمیشہ قائم رہی پولوس اُن سے ہمیشہ محبت کرتا رہا اور اُن کے لئے ساری عمر دعا مانگتا رہا۔ اور وہ بھی اپنی وفاداری اور احسان مندی اُس کے ساتھ کرنے سے کبھی باز نہ رہے۔

اس کلیسیا کا جو حال اس کے بعد کا ہے اس کا بیان جلد کیا جا سکتا ہے جب ابتدائی کلیسیا کا وہ بزرگ جس کا نام اگنیشیس تھا ایشیا سے روما کو شہید ہونے جا رہا تھا تو وہ فلپی کے رستے سے گزرا تھا۔ وہاں کے مسیحیوں نے اُس کی بڑی خاطر و تواضع کی

اور اُس کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آئے۔ اس بزرگ کا یہاں آنا ایک ایسا یادگار ہوا کہ اس کی وجہ سے اس کلیسیا اور بزرگ پالیکارپ کے باہم جو اگنیشیس کا دوست اور سمرنا کے شہر کا اُسقف تھا دوستانہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ فلپی کے مسیحیوں نے پالیکارپ سے کچھ صلاح اور نصیحت کے بارے میں درخواست کی۔ اُس کے جواب میں اُس نے اُن کو اپنا ایک مشہور خط لکھا۔ اس بزرگ کی تصنیفات میں سے صرف یہی خط اب تک باقی ہے اس میں ایک بات جو اُس نے تحریر کی ہے وہ خوشی کی بابت ہے کہ خداوند مسیح کی وجہ سے خوش ہونا چاہئے۔ پھر وہ اُن کو تاکید کرتا ہے کہ اپنی زندگی پاکیزگی کے ساتھ گزاریں۔ اور ایمان و محبت اور اُمید پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور بڑے سنجیدہ طور سے اُن کو سمجھاتا ہے کہ روپیہ کی محبت میں گرفتار نہ ہو جانا۔ پھر وہ اُن کو اُن کی بیواؤں اور ڈیکنوں اور پریسبٹروں کے مناسب طرح پر چلنے کے بارے میں نصیحتیں لکھتا ہے۔ اور اُن سے یہ فرماتا ہے کہ وہ سب یکساں اس طرح زندگی گزاریں جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ خدا کے شہر کے رہنے والے ہیں۔ وہ اُن کو اس بارے میں بڑے زور اور تاکید کے ساتھ لکھتا ہے کہ جو اگلی سچی انجیل یعنی خوشخبری ہے وہ اُس کی خدمت اور تابعداری بڑی وفاداری کے ساتھ کریں۔ اور وہ اُن کے سامنے اُن مقدسوں کا نمونہ پیش کرتا ہے جو راستبازی کی راہ میں چلے اور پھر اپنے آسمانی گھر میں جا پہنچے۔ وہ اُن کو یہ فہمائش کرتا ہے کہ ثابت قدم رہو۔ فروتن بنو۔ فیاضی اختیار کرو۔ پرہیزگار رہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑا افسوس کرتا ہے کہ ایک شخص ویلنز نام جو کبھی اُن کے درمیان ایک پریسبٹر تھا سو وہ لالچ کا دامن گیر ہو کر ایمان سے گر گیا ہے۔ آخر یہ کہ وہ اُن کو خدا کے اور اس کے کلام کے سپرد کرتا ہے اور اُن کو حکم دیتا ہے کہ تمام آدمیوں کے لئے دعا مانگیں۔

اس خط کے بعد پھر فلپی کی کلیسیا کا کچھ حال پایا نہیں جاتا بجز یا تو ایک اتفاقیہ اشارے کے جو ٹرٹلین اور دوسرے مصنفوں کی تحریروں میں اُس کی طرف کیا گیا ہے یا کلیسیائی کونسلوں کے نوشتوں میں جو فلپی کے کسی کسی اُسقف کا نام کبھی کبھی آ جاتا ہے اس کے سوا اُس کی تاریخ مابعد کے بارے میں ہم کو درحقیقت اُس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اس کلیسیا

کا شروع تو ایسا ہوا کہ اُس سے آئندہ کی رونق کی بڑی اُمید ہوتی تھی۔ مگر تھوڑے ہی عرصے بعد اس کی رونق گھٹنے لگی اور مدتیں ہوگئی ہیں۔ جب سے کہ اس کی روشنی پر اندھیرا چھا گیا ہے۔ ہماری ہندوستانی جماعتوں کے لئے یہ ہمیشہ ایک عبرت کا مقام ہے کہ خبردار رہیں۔ مبادا حق اور محبت اور مشنری سرگرمی کی راہ سے بھٹک جائیں۔ مگر ہم کو اس کے لئے شکرگزار ہونا چاہیئے کہ فلپی کی کلیسیا میں جو ایمان اور محبت شروع زمانے میں تھا اس کا پھل اب تک باقی ہے اور وہ خط بھی جو ان کے دلوں کو جوش دلانے اور اُن کو روحانی غذا دینے کے لئے لکھا گیا تھا وہ بھی ہمارے فائدے کے لئے موجود ہے۔

۳۔ اس خط کے لکھنے کی تاریخ اور موقع

(۱) یہ کہ یہ خط کہاں لکھا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں کچھ شک کی جگہ نہیں کہ یہ خط روما شہر میں اُس وقت تحریر ہوا تھا۔ جب کہ لوقا کے احوال کے موافق جو اس نے رسولوں کے اعمال کے اٹھائیسویں باب کی تیسویں آیت میں لکھا ہے پولوس دو برس تک وہاں قید میں رہا۔ اس سے اُس کی تحریر کا زمانہ ۶۱ء اور ۶۳ء کے درمیان قرار پاتا ہے۔ اگرچہ بعض عالموں کی رائے یہ ہے کہ یہ خط اُس وقت لکھا گیا تھا جبکہ پولوس اعمال کے چوبیسویں باب کی تئیسویں آیت سے ستائیسویں تک کے مطابق قیصریہ میں قید تھا۔ ان عالموں میں سے میئر صاحب سب میں مقدم شخص ہے۔ لیکن جو شخص کہ واقعات مندرجہ ذیل پر خوب غور کریںگے ان لوگوں کی دلائل سے کبھی قائل نہ ہوں گے۔

اوّل یہ بات کہ فلپیوں کے خط کے چوتھے باب کی بائیسویں آیت میں جو قیصر کے گھرانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی مراد خواہ مخواہ روما شہر سے ہے اگر کوئی اس

کا تعلق قیصریہ شہر کے ساتھ باندھنا چاہیئے تو صرف ناحق کی زبردستی سے ہو سکتا ہے اور طرح ممکن نہیں۔

دوم یہ کہ پولوس نے جو فلپیوں کے پہلے خط کی تیرھویں آیت سے اٹھارھویں تک انجیل کی ترقی کا حال بڑی خوشی کے ساتھ لکھا ہے وہ اُسی صورت میں صحیح بیٹھتا ہے جب یہ سمجھا جائے کہ وہ روما شہر کی بابت ذکر کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک اول درجے کا عظیم الشان شہر تھا اور انجیل کے کام کے حق میں اور مقاموں کے مقابلے میں وہ ایک نیا مقام تھا۔ اور یہ بات مشکل سے یقین کی جا سکتی ہے کہ اُس کا اشارہ قیصریہ کی طرف ہو۔ جو کوئی بڑی مشہور جگہ نہ تھی اور اُس میں اور لوگ پہلے ہی اچھی طرح سے انجیل کی خوشخبری سُنا چکے تھے اس کا ذکر اعمال کے دسویں باب کی پہلی آیت سے اڑتالیسویں تک اور اکیسویں باب کی آٹھویں آیت سے سولھویں آیت تک میں درج ہے۔

سوم یہ بات کہ اس خط کے پہلے باب کی چھبیسویں آیت میں اور دوسرے باب کی چوبیسویں آیت میں رسول اس بات کی اُمید ظاہر کرتا ہے کہ وہ جلدی رہائی پائے اور ارادہ کرتا ہے کہ مقدونیہ میں آئے۔ ان دونو آیتوں کا فلیمون کے خط کی بائیسویں آیت سے مقابلہ کر کے غور کرو اس کے خلاف جب پولوس قیصریہ میں تھا تو اس کی اُمید یہ تھی کہ روما کو جائے کیونکہ اس نے قیدی ہو کر قیصر کی عدالت کی طرف اپیل کیا تھا اس امر کے لئے اعمال کے پچیسویں باب کی گیارھویں اور بارھویں آیتوں کو دیکھو۔

چہارم یہ بات کہ پہلے باب کی تیرھویں آیت میں جو قیصری سپاہیوں کا ذکر آیا ہے گو اس سے بادی النظر میں ایسا معلوم ہو کہ چونکہ رسولوں کے اعمال کے تئیسویں باب کی پینتیسویں آیت میں بھی ہیرودیس کے قلعے یا سپاہیوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خط قیصریہ میں لکھا گیا تھا۔ مگر درحقیقت اس بات سے بھی اس خط کے روما شہر ہی میں لکھے جانے کو اور زیادہ تر مضبوطی ہوتی ہے کیونکہ حقیقی پرٹوریم پلٹن یعنی قیصر کے اردلی سپاہیوں کی جماعت کا مقام شہر روما ہی تھا۔ اور اس ذکر میں جتنی باتیں متعلق ہیں اُن کا مطلب اسی سے کھلتا ہے۔

پس اِن وجوہات کو بیان کرکے ہم عالموں کی بڑی کثرت رائے کیساتھ یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ اس خط کو پولوس رسول نے روما میں اپنی اوّل قید کے زمانے میں تحریر کیا تھا۔

(۲) اس خط کے لکھے جانے کی تاریخ۔ عالموں کے درمیان بڑا ہی بحث مباحثہ ہے کہ یہ خط کب لکھا گیا تھا۔ ایک تو اس بات میں بحث ہے کہ آیا پولوس نے یہ خط روما میں اپنی پہلی قید کے ابتدائی زمانے میں لکھا تھا یا کہ اُس کے پچھلے وقت میں دوسری یہ بات کہ افسیوں اور کلسیوں کے خطوں کے لکھے جانے سے پہلے لکھا گیا تھا یا پیچھے۔ ساری باتوں پر غور کرکے ہم کو ناظرین کے لئے انصاف کی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو جو دلیلیں اس خط کے دیر کے بعد لکھے جانے کی تائید اور نیز مخالفت میں ہیں۔ اُن کو ہم ذرا مفصّل بیان کردیں۔

اوّل دلیل جو عالم دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس حال اس خط کے پہلے باب کی بارھویں تیرھویں اور چودھویں آیتوں میں یہ واقع بیان کیا گیا ہے کہ اس خط کے لکھے جانے سے پیشتر روما میں انجیل جلد جلد پھیلنے لگ گئی تھی۔ اس وجہ سے ضرور ہے کہ اس خط کے لکھے جانے اور روانہ کئے جانے کے لئے اس قدر پیچھے کی تاریخ قرار دینی چاہیئے جس قدر کہ ممکن ہے۔ اس کا جواب اور عالموں نے یہ دیا ہے کہ جب پولوس روما میں اوّل اوّل آیا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی کلیسیا موجود ہے اور اُس کی حالت بڑی رونق پر ہے۔ بلکہ وہاں عیسائیوں کی جماعت ایسی بڑی تھی کہ پولوس نے اس سے قریب تین سال پہلے اس بات کی ضرورت معلوم کی تھی کہ اپنے تمام خطوں میں سے سب سے بڑا خط اُن کو لکھے۔ اس کے علاوہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس خط میں جو الفاظ پولوس نے انجیل کی ترقی کے بارے میں اپنی خوشی کی بھری ہوئی اُمید کے لکھے ہیں اُن کے معنی حد سے زیادہ لگانے نہیں چاہئیں۔ کیونکہ ان لفظوں سے

صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ روما کے عیسائیوں نے انجیل کا کام نئے سرے سے اور زور شور کے ساتھ شروع کیا تھا۔ اور اُس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب اُنہوں نے یہ دیکھا ہوگا کہ اب پولوس رسول ہمارے درمیان آیا ہے تو غالباً اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُنہوں نے یہ کام شروع کیا ہوگا اس سے پہلے کہ اُس کے آنے سے جو نیا جوش اُن کے دلوں میں پیدا ہؤا تھا وہ دیر کے باعث ٹھنڈا پڑ جائے۔

دوسری دلیل جو عالم لوگ اس بارے میں دیتے ہیں کہ پولوس نے فلپیوں کا خط روما میں قید ہونے کے زمانے کے اوّل اوّل وقت میں نہیں بلکہ پیچھے کے وقت میں لکھا تھا۔ یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس خط کے پڑھنے سے رسول کے دل کی اداسی اور فکر معلوم ہوتا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اُس کو قید سخت معلوم ہوتی ہے اور جان کا خطرہ نظر آیا تھا۔ اسلئے یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ اس نے یہ خط ان دو برسوں کے ختم ہونے سے پہلے لکھا ہو جس کی بابت لوقا نے اعمال کے اٹھائیسویں باب کی سولھویں[16] اور تیسویں اور اکتیسویں آیتوں میں یہ لکھا ہے کہ پولوس کے وہ دو برس اور زمانے کے مقابلے میں آزادی کے برس تھے۔

اُسی زمانے کی تاریخ میں جو حوالے ملتے ہیں اُن سے اس دلیل کی اور زیادہ تاکید ہوتی ہے۔ قیصری اردلی گارد کے نرم دل اور نیک بخت حاکم بروس کی جگہ سنہ ۶۲ء میں فنی اُس روفس اور ٹگلی نس حاکم مقرر ہوئے ان میں سے جو پچھلا شخص تھا وہ ایک چھٹا ہؤا بدذات شخص تھا۔ اور مسماۃ پوپیا جس نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا وہ اس وقت قیصر کی بیگم تھی۔ اس بدذات عورت نے بھی یہودیوں کی طرفداری میں پولوس رسول کی مخالفت میں ضرور جس قدر اس سے ہو سکا ہوگا کیا ہوگا۔ پس ان باتوں سے رسول کو اپنی آئندہ حالت کے بارے میں ضرور فکر و اندیشہ رہتا ہوگا جس کے آثار اس خط کی بعض آیتوں میں پائے جاتے ہیں۔

اس تقریر کے متعلق ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لوقا نے تو جو تاریخ نویس ہے۔

پولوس کے ان دو نو سالوں کا حال جہاں تک ہو سکتا تھا نہایت مختصر سا دیا ہے تاہم وہ ایسا نہیں ہے کہ اس خط کے صورت حال کے موافق نہ ہو۔ اس کے برعکس پولوس جو اس خط کا لکھنے والا ہے وہ اپنی ہر روز کی ردّ و بدل کی حالت کے مطابق اُس کے دل کی جیسی کیفیت ہوتی تھی اس کو اپنے خط میں ظاہر کرتا جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس خط سے پولوس کی طبیعت کا اُداس معلوم ہونا تو رہا در کنار اس کے برعکس اس خط کی طرز عبارت سے فی الجملہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کا دل خوشی کے جوش میں اُبلا جاتا تھا۔ وہ فلپی کے عیسائیوں کو بار بار یہ لکھتا ہے کہ خداوند میں خوش رہو۔ آگے جب ہم اس خط کی تفسیر کریں گے تو معلوم ہوگا کہ خوشی کا لفظ اس میں ایسا مقدم ہے کہ اُس کی خوشبو ہر ایک باب کے مضمون میں مہک مار رہی ہے اس کے قطع نظر یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کہ قیصر کے شاہنشاہی دربار میں جو ملکی تغیر و تبدل ہوئے ہوں اُن سے پولوس جیسے ایک دُور کے مقام کے گمنام قیدی کی حالت میں کچھ چنداں فرق پڑا ہوگا۔ وہ ایک ایسے مذہب کا رسول تھا جو اب تک اس قدر مشہور اور بڑا نہ سمجھا جاتا تھا کہ اس سے سلطنت کو کچھ خوف و خطر خیال کیا جائے۔

سوم۔ اس دلیل پر بڑا زور دیا گیا ہے ہر چند وہ اس سے پہلی دلیل کے بالکل نامطابق ہے کہ اس خط میں رسول پولوس کی تحریر سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ اُس کو اُمید تھی کہ اس کے مقدمے کا فیصلہ فوراً ہونے والا ہے۔ اور وہ اپنی جلد مخلصی کے انتظار میں تھا۔ اس بات کی بنا پہلے باب کی انیسویں اور چھبیسویں آئتیں اور دوسرے باب کی چوبیسویں آیت ہے۔

مگر صرف اتنی بات کو ہم اس امر کے ثبوت میں قطعی اور ناطق نہیں مان سکتے کیونکہ پولوس دو برس قید رہا۔ اس عرصہ میں اس نے بارہا اُمید کی ہوگی کہ میرے مقدمے کی پیشی اب ہو۔ اور ایسی حالت میں رومی قیدی کے دل میں طرح طرح کی اُمیدیں اور نااُمیدیاں گزرا کرتی ہونگی۔ اس کے قطع نظر جو خیالات رسول نے ان آیتوں میں ظاہر

کئے ہیں وہ ویسے ہی خیالوں سے جو اُس نے فلپیوں کے خط کی بائیسویں آیت میں لکھے ہیں زیادہ نہیں ہیں اس لئے ایسے موقع پر اُن پر اس قدر حد سے زیادہ زور دینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

چہارم۔ یہ بات پھر دلیل میں لائی گئی ہے کہ جب رسول صدر مقام یعنی روما میں پہنچ گیا تھا تو اس کے بعد جو اُسکے اور فلپیوں کے عیسائیوں کے مابین بارہا آمد و رفت اور رسل رسائل کے ذکر اس خط میں پائے جاتے ہیں اور اپفرودتس کے آنے کے متعلق جو واقعات ہیں ان سب سے یہ لازم آتا ہے کہ بہت سا وقت گزرا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عرصے میں زیادہ سے زیادہ دو سفر ہوئے ہونگے دو روما سے فلپی تک اور دو فلپی سے روما تک۔ اس کے علاوہ کچھ عرصہ اس کے لئے سمجھو کہ رسول کے روما میں پہنچنے کی خبر فلپیوں تک آئی۔ اور کچھ وقت اس میں بھی لگا ہوگا کہ فلپیوں کا چندہ اپفرودتس کے ہاتھ پولوس کو پہنچا۔ اس کا ذکر دوسرے باب کی پچیسویں آیت میں اور چوتھے باب کی اٹھارھویں آیت میں آیا ہے۔ اور اس میں بھی کچھ وقت صرف ہوا ہوگا جیسا دوسرے باب کی چھبیسویں آیت میں درج ہے کوئی قاصد روما سے فلپی میں ان کے دوست اپفرودتس کے بیمار ہونے کی خبر لے کر آیا۔ اور اسی آیت کے مطابق فلپیوں کے اس احوال کو سُن کر بڑے فکرمند ہونے کی خبر کوئی قاصد لوٹ کر پولوس کے پاس لے گیا۔

جب ہم روما اور فلپی کے درمیان سفر کی مدت کا حساب اپنی احتیاط کے ساتھ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ سفر کرنے کے لئے عموماً ایک مہینہ کافی ہے پس اگر بالفرض چار دفعہ بھی سفر ہوئے تو پولوس کے روما میں پہنچ جانے کے بعد سے اس خط کے روانہ ہونے سے پیشتر صرف چار مہینے یا اس کے قریب کا عرصہ گزرا ہوگا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جن چار سفروں کا لوگ یقین کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ چار نہیں بلکہ صرف دو ہی تھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فلپیوں نے پہلے ہی سُن لیا ہو کہ رسول قید ہو کر روما کو جاتا ہے۔ اور یہ خبر سُن کر اپفرودتس فلپیوں کا چندہ لے کر ایسے وقت روانہ

چھوٹا ہو کہ جب پولوس وہاں پہنچے تو وہ اس کو وہاں نہ ملے۔ مگر خیر جو کچھ ہو سو ہو۔ یہ تو ضرور ہے کہ پولوس نے اپنا خط فلپیوں کو روما میں پہنچ کر کئی مہینوں بعد لکھا ہوگا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس عرصے میں خاطر خواہ وقت مل گیا ہوگا کہ جو سفر اس امر کی حالتوں کے مطابق اِس طرف سے اُس طرف اور اُس طرف سے اِس طرف ہوئے ہونگے وہ پورے ہو جائیں۔

پنجم آخری دلیل یہ ہے کہ رسولوں کے اعمال کی کتاب کے ستائیسویں باب کی دوسری آیت میں لکھا ہے کہ پولوس رسول کے دریائی سفر میں لوقا اور آرسترخس بھی اُسکے ہمراہ تھے اور اُنہوں نے کلسیوں کے خط کے چوتھے باب کی دسویں اور چودھویں آیتوں اور فلیمون کے خط کی چوبیسویں آیت کے مطابق کلسی کے عیسائیوں اور فلیمون کو پولوس رسول کی سلام کے ساتھ اپنی سلام بھی بھیجی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پولوس نے جو خط فلپیوں کے نام لکھا ہے اس میں دونو شخصوں کے نام نہیں پائے جاتے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط پولوس نے ان دونو خطوں کے بعد لکھا ہوگا اور اس عرصے میں اُسکے یہ دونو ساتھی روما سے روانہ ہو کر چلے گئے ہونگے۔

جو لوگ اس خط کے پہلے لکھے جانے کی تائید کرتے ہیں وہ اس دلیل کے جواب میں خیالات مندرجہ ذیل کو پیش کرتے ہیں۔

(الف) جو دلیل کہ کسی بات کی خاموشی یعنے بے تحریر کئے جانے سے پیدا ہوا کرتی ہے وہ ہمیشہ اس قدر بے تحقیق ہوا کرتی ہے کہ وہ آپ قطعی نہیں سمجھی جاتی۔ افسیوں کے خط میں نہ ارسترخس کا ذکر آیا ہے۔ نہ لوقا کا اور نہ تمطیوس کا۔ اگرچہ اس بارے میں سب کا اقرار ہے کہ وہ خط اُسی زمانے میں لکھا گیا تھا جبکہ کلسیوں اور فلیمون کو خط لکھے گئے تھے۔

(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ پولوس کے یہ دونو ساتھی اُن عام سلاموں اور مبارکبادیوں کے بھیجنے میں شامل ہوں جن کا ذکر چوتھے باب کی اکیسویں اور بائیسویں آیتوں میں ہوا ہے۔

(ج) یہ بات قرین قیاس ہے کہ ارسترخس جو اعمال کے ستائیسویں باب کی دوسری۔ پانچویں اور چھٹی آیتوں کے مطابق تھسلونیکی کا رہنے والا تھا۔ پولوس سے مقام میرا میں اُس وقت علیحدہ ہو گیا ہو جبکہ پولوس کو اسکندریہ کی کشتی میں بٹھا کر روما کی طرف روانہ کیا تھا۔ پھر ارسترخس وہاں سے اپنے گھر کی طرف اُسی کشتی میں سوار ہو کر چلا گیا ہو۔ اور کچھ عرصے بعد پولوس کے پاس روما میں آ گیا ہو۔ اگر ایسا ہوا ہو تو جس دلیل پر ہم غور کر رہے ہیں اُس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ یہ خط پولوس کے روما میں قید ہو کر جانے کے پہلے زمانے میں لکھا گیا اس سے پیشتر کہ ارسترخس وہاں پہنچا ہو۔

(د) یہ بات بھی ممکن ہے کہ پولوس نے لوقا کو کسی چند عرصے کے کام کے لئے روما سے کسی اور جگہ بھیج دیا ہو جیسا کہ اُس نے دوسرے باب کی اُنیسویں۔ بیسویں اور اکیسویں آیتوں کے مطابق تمطیوس کے بھیجنے کا ارادہ بیان کیا ہے اور اس وجہ سے لوقا اس خط کے لکھنے کے وقت موجود نہ تھا۔

غرض جب ہم ساری دلیلوں اور وجوہات کو میزان عقل میں رکھ کر تولتے ہیں تو جس پلڑے میں پولوس کے روما میں قید ہونے کے ابتدائی زمانے میں اس خط کے لکھے جانے کی دلیلیں آتی ہیں وہ پلڑا جھکتا ہوا معلوم ہوتا ہے یعنی یہ دلیلیں زیادہ تر قوی ہیں اور بشپ لائٹ فٹ صاحب جو ایک بڑے عالم مفسر ہیں انہوں نے بھی بڑے لائق طور پر اسی کی تائید کی ہے۔ لیکن ہم ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو دلائل اس کے مقابلے میں ہیں وہ بھی بالکل بے اثر نہیں ہیں۔ اس رائے کی تائید میں اس بات کا بھی بیان کرنا لازم ہے کہ جب پولوس کے ان خطوں کی طرز تحریر اور مضامین کا مقابلہ جو اس نے اپنی پہلی قید کے درمیان لکھے ہیں۔ اول تو اُن خطوں کے ساتھ کیا جائے جو اُس کے خطوں کا ایک بڑا مرکزی مجموعہ کہلاتا ہے یعنی کرنتھیوں۔ گلتیوں اور رومیوں کے خطوں کے ساتھ اور پھر اُسکے چوپانی خطوں کے ساتھ۔ تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ فلپیوں کا خط ان دونو قسموں کے خطوں میں سے پہلی قسم کے خطوں کے ساتھ بہ نسبت زیادہ ملتا ہے خصوصاً اُن خطوں میں سے سب سے پچھلے خط یعنے رومیوں کے نام کے خط کے

ساتھ اُس کی مشابہت بہت ہی ہے۔ اور افسیوں اور کلسیوں کے خطوں سے وہ اسقدر نہیں ملتا ہے۔ اسکے برعکس یہ دونو خط صاف چوپائی خطوں کی مانند ہیں۔ غرض رومیوں کے خط اور فلپیوں کے خط کے باہم مشابہت کی باتیں اتنی اور ایسی قریب کی ہیں کہ اُن سے خواہ مخواہ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ فلپیوں کا خط ایک درمیانی پیوند ہے جو رسول کے ان خطوں کو جو اُس نے اپنے تیسرے سفر کے درمیان لکھے تھے اُن خطوں سے وصل کرتا ہے جو اُس نے کلسیوں اور افسیوں کے نام لکھے ہیں۔

اس باب میں دراخل کا غلبہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ان خیالات کے ساتھ جو ہم نے ابھی تحریر کئے ہیں اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ فلپیوں کا خط پولوس نے اپنے روما میں قید ہونے کے اول اول زمانے میں لکھا تھا۔

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ نہایت درجہ قرین قیاس ہے کہ یہ خط سنہ ۶۱ء کے آخر میں یا سنہ ۶۲ء کے شروع میں لکھا گیا تھا۔

(۳) یہ بات کہ وہ کس موقع پر لکھا گیا۔ اس امر کی بحث میں یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کوئی شک کا مقام نہیں ہے کیونکہ اس بات کا فیصلہ خود اس خط کے مضمون اور عبارت سے ہو جاتا ہے دوسرے باب کی پچیسویں اور چوتھے باب کی اٹھارھویں آیت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اپفرودتس فلپی کے تو مرید عیسائیوں کا فیاضانہ چندہ پولوس رسول کے پاس آپ خود لے گیا تھا وہ پولوس کی خدمت میں ایسا سرگرم تھا کہ اس نے اپنے بدن کی صحت کا بھی کچھ خیال نہ کیا اس لئے وہ سخت بیمار ہو گیا۔ پھر دوسرے باب کی ستائیسویں آیت سے تیسویں آیت تک یہ ذکر ہے کہ وہ اس بیماری سے ابھی اچھا ہی ہؤا تھا کہ اس کو یہ فکر دامنگیر ہؤا کہ میری بیماری کی خبر پہنچنے سے جو رنج والم فلپی کے عیسائیوں کو ہؤا ہے میں اسکو دور کرنے کے لئے فوراً وہاں واپس چلا جاؤں۔ اس لئے رسول نے غالباً روح القدس کے الہام سے اور جیسا پہلے باب کی ستائیسویں آیت اور دوسرے باب کی دوسری تیسری اور چودھویں آیتوں اور چوتھے باب کی دوسری آیت سے پایا جاتا ہے کہ رسول

کو اس بات کی خبر لگی تھی کہ فلپی کے بعض عیسائیوں کی باہم نااتفاقی ترقی پکڑ رہی ہے کسی قدر اس خیال سے بھی اس موقع پر یہ خط اپفرودتس کے ہاتھ فلپیوں کے پاس بھیجا۔ اس خط سے رسول کی محبت جو اس کو فلپیوں کے ساتھ تھی اور ان کی روحانی بہبودی کے لئے اسکی دلی خواہش بڑے زور شور کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ غرض خدا کی کارسازی سے ان باتوں کے باہم جمع ہونے کے باعث فلپیوں کا یہ خط ہم کو نصیب ہؤا ہے۔

۴۔ اس خط کی تصنیف کی صداقت

اول اس امر کا اندرونی ثبوت۔ یہ بات مشکل سے خیال میں آتی ہے کہ جو شخص اس خط کو بغور مطالعہ کرے وہ اس کی اصلیت کے بارے میں ذرا بھی شک کرے رسول نے اپنے دل کے بڑے گہرے گہرے خیال اور جوش اس طرح بلا تصنع اس خط میں کثرت کے ساتھ داخل کئے ہیں۔ اور اس کی طبیعت اور خصلت جو ہم سب کو اسکے معتبر حالات کے وسیلے سے معلوم ہے اُس کی تصویر اس خط میں ایسی صحیح صحیح پائی جاتی ہے کہ اگر اس بات کا گمان بھی کیا جائے کہ یہ خط جعلی یا بناوٹی ہے تو دانستہ حماقت معلوم ہوگی۔ اسکے علاوہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ خط بناوٹی ہے تو اسکی تحریر کے لئے کوئی وجہ قائم کی نہیں جا سکتی۔ اس لئے باؤر اور اور شخصوں نے جو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ خط دوسری صدی کی بناوٹ ہے۔ ہم کو اس پر کچھ توجہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ خاصکر اس لئے کہ جو نکتہ چینی اُنہوں نے کی ہے اُس کو ایسی آزادانہ عقل کے عالموں نے جیسے ہل گن فلٹ۔ جلیخرد۔ رینن اور وئیشن ہیں جھوٹی جان کر رد کر دیا ہے۔ تاہم مناسب ہے کہ ہم اس خط کی صداقت کے بارے میں جو تاریخی ثبوت ہیں اُن کو مختصر طور پر بیان کر دیں۔

دوئم۔ بیرونی شہادت۔ ہم رسولوں کے زمانے کے بزرگوں کی شہادت پہلے

لکھتے ہیں۔ روما کا بزرگ کلیمنٹ نام جو پہلی صدی کے آخر میں تھا اپنی تحریر میں وہ عبارتیں کام میں لاتا ہے جو فلپیوں کے خط کے پہلے باب کی دسویں اور ستائیسویں آیتوں اور دوسرے باب کی پانچویں اور پندرھویں آیتوں اور چوتھے باب کی پندرھویں آیت اور اور مقاموں کی تصویریں معلوم ہوتی ہیں پس یہ امر بہت غالب ہے کہ وہ بزرگ اس خط سے واقف تھا۔

بزرگ اگنےشیاس جب سنہ ۱۱۰ء میں شہید ہونے کے لئے جا رہا تھا تو اُس نے اثناء راہ میں کئی خط لکھے ہیں جن میں فلپیوں کے خط کی طرف ظاہر اشارے کئے ہیں دوسرے باب میں اُس نے رومیوں کی طرف یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میرا خون خدا کے حضور قربانی کے لئے چڑھایا جائے۔ اس بات کا فلپیوں کے دوسرے باب کی سترھویں آیت سے مقابلہ کرو۔ پھر یہ بزرگ فلدلفیا کے مسیحیوں کو اپنے خط کے آٹھویں باب میں یہ فرماتا ہے کہ تفرقے کی طبیعت سے کچھ کام نہ کرو۔ اس بات کا فلپیوں کے دوسرے باب کی تیسری آیت سے مقابلہ کرو۔ پھر وہ سمرنا کے عیسائیوں سے اپنے خط کے چوتھے باب میں یہ کہتا ہے کہ جس حال وہ جو کامل ہے یعنی خداوند مجھے مضبوطی بخشتا ہے تو میں ساری چیزوں کی برداشت کرتا ہوں۔ اس بزرگ کی یہ بات فلپیوں کے چوتھے باب کی تیرھویں آیت کے موافق ہے پھر وہ گیارھویں باب میں تمہیں یہ فہمائش کرتا ہے کہ تم کامل ہو کر اپنے دلوں میں بھی کامل بن جاؤ۔ بزرگ کا یہ خیال فلپیوں کے تیسرے باب کی پندرھویں آیت کے خیال سے ملتا ہے۔

ایک اور بزرگ پالی کارپ نام جو دوسری صدی کے شروع میں گزرا ہے۔ اپنے اس خط کے تیسرے اور گیارھویں بابوں میں جو اُس نے ان ہی فلپیوں کی طرف لکھا ہے اس بات کا صریح ذکر کرتا ہے کہ پولوس رسول نے تم کو لکھا ہے اور اس کے خط کے مختلف مقاموں سے ویسے ہی الفاظ اور عبارت سننے میں آتی ہے جیسی کہ پولوس کے فلپیوں کے خط میں ہے مثلاً وہ اپنے خط کے پہلے باب میں یہ کہتا ہے کہ میں خداوند میں تمہارے ساتھ بہت ہی خوش ہوا۔ ایسے ہی الفاظ فلپیوں کے خط کے چوتھے باب

کی دسویں آیت میں بھی آئے ہیں۔

پھر دوسرے باب میں پالی کارپ نے یہ لکھا ہے کہ آسمان اور زمین میں ساری چیزیں اس کے تابع کر دی گئی ہیں۔ ایسے ہی الفاظ پولوس فلپیوں کے خط کے دوسرے باب کی دسویں آیت میں کام میں لایا ہو۔ پھر وہ بزرگ اپنے خط کے پانچویں باب میں یہ لکھتا ہے کہ اگر ہم اس کے لائق ہم شہریوں کی طرح زندگی گزاریں۔ ایسا ہی خیال فلپیوں کے خط کے پہلے باب کی ستائیسویں آیت میں بھی پایا جاتا ہے پھر وہ اپنے خط کے بارھویں باب میں یہ لفظ لکھتا ہے کہ صلیب کے دشمن۔ فلپیوں کے خط کے تیسرے باب کی اٹھارھویں آیت میں بھی یہی لفظ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مقام ہیں جن میں ایک ہی طرح کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

ڈیوجنی تُس نے جو سنہ ۱۱۰ء کے قریب تھا اپنے خط میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ اُن کی شہریت یا وطن آسمان میں ہے ان لفظوں کو فلپیوں کے تیسرے باب کی بیسویں آیت سے ملا کر دیکھو۔

جسٹن شہید اور طیطو اور تھیافلوس بزرگ سب دوسری صدی میں گزرے ہیں اور یہ بھی اپنی تصنیفوں میں اس خط کے محاورے کام میں لاتے ہیں۔

وینے اور لیئون کی کلیساؤں کو جو خط کہ سنہ ۱۷۷ء میں تحریر ہوا تھا۔ اس میں فلپیوں کے دوسرے باب کی چھٹی آیت کے یہ لفظ درج ہیں کہ جس نے خدا کی صورت پر ہو کر خدا کے ساتھ برابر ہونے کو کوئی قیمتی بخشش نہ سمجھا۔

قدیم ترجموں میں جن کے درمیان سُریانی زبان کا سب سے پُرانا ترجمہ بھی داخل ہے۔ یہ خط شامل پایا جاتا ہے۔ اور دوسری صدی کی کتاب مقدس کے مختلف مسلّم نسخوں میں بھی وہ موجود ہے آئری نیس جو دوسری صدی میں کچھ عرصہ بعد گزرا ہے فلپیوں کے چوتھے باب کی اٹھارھویں آیت کو نقل کر کے یہ کہتا ہے کہ یہ پولوس کا کلام ہے فلپیوں کے لئے۔

سکندریہ کا بزرگ کلیمنٹ بھی جو دوسری صدی کے پچھلے زمانے میں گزرا ہے

اس خط کی عبارت میں سے کئی بار نقل کر کے اس کی نسبت یہ کہتا ہے کہ یہ رسول یعنے پولوس کے الفاظ ہیں۔

طرطلین جو دوسری اور تیسری صدیوں کے درمیان زندہ تھا فلپیوں کے نام کے باب کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں آیتیں نقل کر کے یہ کہتا ہے کہ اُن کو پولوس نے فلپیوں کے لئے لکھا تھا۔ اور فلپی کے ذکر میں یہ لکھتا ہے کہ وہ ایک ایسی کلیسیا ہے جس کے پاس رسولوں کے اصلی خط موجود ہیں۔ اور مارشن کے جواب میں فلپیوں کے پہلے باب کی چودھویں تا اٹھارھویں آیتوں اور دوسرے باب کی چھٹی ساتویں اور آٹھویں آیتوں اور تیسرے باب کی پانچویں۔ انیسویں اور بیسویں اکیسویں آیتوں کا صریح طرح سے حوالہ دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ خط فلپی کی کلیسیا کے درمیان اس کے زمانے تک برابر پڑھا جاتا تھا۔

غرض اس خط کی صداقت کے بارے میں ابتدائی کلیسیا کی ساری کتابوں میں کہیں ذرا شک کا نشان بھی نہیں ملتا۔

۵۔ تاریخی اعتبار سے اس خط کی قدر و منزلت

یہ امر ضرور اور واجبی ہے کہ مسیح کی زندگی اور تعلیم کا حال جو شخص مطالعہ کرنا اور جاننا چاہتے وہ اپنے اس علم کی بنیاد سب سے اول اور سب سے مقدم چاروں انجیلوں پر قائم کرے۔ اور جو لوگ مسیح کو نہیں مانتے وہ تو خاص کر لیکن جو مسیح کے پیرو ہیں اُن میں سے بھی ایسے شخص تھوڑے ہونگے جو نئے عہد نامے کے خطوں کو اس خیال سے پڑھتے ہونگے کہ اُن سے انجیل کا حال معلوم کریں۔ لیکن اگر ہمارا یہ خیال ہو کہ انجیلیں جیسی کہ وہ اسوقت ہمارے پاس موجود ہیں اس

عرصے تک لکھی نہیں گئی تھیں جبکہ پولوس رسول کے اکثر خط ستحریر ہو گئے تھے تو یہ امر ظاہر ہے کہ مسیح کی زندگی اور تعلیم کے بارے میں جو گواہی کہ ان خطوں سے حاصل ہوتی ہے وہ مسیح کے کلام اور کام کے بارے میں تاریخی شہادت کا ایک گراں مایہ اور ضروری حصہ ہے

اگر ہم ایک عام بات یہ کہیں تو بجا ہے کہ چاروں انجیلیں ایسی باقاعدہ تصنیفیں ہیں جن میں اُن کے مصنفوں نے اس امر کو اپنے مدِنظر رکھا ہے کہ اُن میں وہ کلیسیا اور ساری دُنیا کے لئے مسیح کی زندگی اور گفتگو کا احوال بیان کریں۔ اس کے برعکس رسولوں کے خط وہ تصنیفیں ہیں جن کے لکھنے کی ضرورت بعض خاص موقعوں پر پیدا ہوئی تھی۔ اور اُن کے لکھے جانے کا مقصد یہ تھا کہ خاص خاص وقتوں پر بعض خاص خاص کلیسیاؤں میں جو ضرورتیں پیدا ہو گئی تھیں وہ رفع کی جائیں۔ یہ بات ہم ابھی فلپیوں کے خط کے بارے میں بیان کر آئے ہیں۔ پس اگر وہ اتفاقیہ شہادت جو اِن اتفاقی تحریروں سے ہم پہنچتی ہے اناجیل اور اعمال کی کتابوں کی گواہی سے کہ جو باقاعدہ نوشتے ہیں مطابق و موافق پائی جائے تو اس صورت میں اُن دو نوشتوں کی صداقت کی قدر و منزلت تاریخی اعتبار سے اور بھی بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ہم نے فلپیوں کے خط کی مطابقت کا حال اعمال کی کتاب کے ساتھ تو دیباچے اور توضیح میں کافی طور پر پہلے بیان کر دیا ہے۔ اگر ہم اب ذرا اس امر کا کچھ بیان کریں کہ اس خط کو انجیلوں کے ساتھ کیا تعلق ہے تو وہ فائدے سے خالی نہ ہوگا

نوٹ:۔ جب ہندوستان کے لوگ پولوس کے خطوں کو بلکہ جب عموماً نئے عہد نامے کی کسی کتاب کو پڑھیں تو اُن کو یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ انجیل کے لفظ کے دو معنی ہیں۔ ابتدا میں جس طرح کہ یہ لفظ نئے عہد نامے میں مستعمل ہوا ہے اس کی معنی تھے صرف خدا کی طرف کا وہ پیغام جسکی مسیح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور (باقی مضمون صفحہ ۲۴ پر پڑھو)

ہم دیباچے کے تیسرے باب میں بیان کر آئے ہیں کہ اس خط کو پولوس رسول نے سنہ ۵۲ء کے قریب تحریر کیا تھا۔ اور خداوند مسیح سنہ ۳۰ء کے قریب مصلوب ہوا اور پھر مُردوں میں سے زندہ ہو گیا۔ پس ان دونو کے درمیان بمشکل ایک پُشت کا زمانہ گزرا تھا اسلئے بہت سے لوگ زندہ تھے جن کو یا تو ان واقعات اور اقوال کا ذاتی علم تھا جو انجیلوں میں درج ہوئے ہیں یا جنہوں نے ان واقعات کا حال براہ راست اُن لوگوں سے سُنا تھا جو خود ان باتوں کے گواہ تھے۔ فرض کرو کہ انجیل کے اس بڑے واعظ یعنی پولوس نے جو پہلی صدی کے درمیان انجیل کی منادی کی اس کا ہمارے پاس صرف یہی خط ایک تحریری یادگار ہوتا تو ہم اس سے انجیل کی تاریخ اور تعلیم کا حال کہاں تک مرتب کر سکتے۔ اور جو نوشتے کہ چاروں انجیلوں کے نام سے مشہور ہیں اُن کی کون کون سی باتوں کی مطابقت اس سے ہوتی۔

ہم مسیح کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات کو اوّل لیتے ہیں۔ جس شخص کو کسی اور طرح سے ان حالات کی واقفیت نہ ہو اس کو مسیح کے بارے میں یہ باتیں اس خط کے پڑھنے سے معلوم ہو جائینگی کہ مسیح کے دُنیا میں پیدا ہونے سے پیشتر وہ خدا کی صورت میں اور خدا کی برابر حالت میں موجود تھا۔ اس امر کے ثبوت میں فلپیوں کے دوسرے باب کی چھٹی آیت کا یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کی پہلی دو یا

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۳) اس کے رسولوں نے منادی کی یعنی اس نجات کی خوشخبری کی جو خدا کی طرف سے ہے جب مسیح کی زندگی کا تحریری حال کلیسیا میں مسلم ہو کر پھیل گیا تو اس کا نام انجیل پڑ گیا کیونکہ اس میں اس خوشخبری کا بیان درج ہے اس کے علاوہ یہ بھی کہنا درست ہے کہ جب محمد صاحب نے جن کو مسیحی مذہب کا کچھ ناکمل سا علم تھا کل نئے عہدنامے کو بیان کرنا چاہا تو اُس کو وہ نام دیا جو چاروں نہایت مشہور کتابوں کا نام ہے یعنی انجیل کیونکہ تم سوتوں کا ذکر کیا۔ ان کا یہ نام دینا چنداں غلط نہ تھا کیونکہ نئے عہدنامے کی ساری کتابوں کا مضمون یہی نجات کی خوشخبری ہے ٭

تیسری اور پندرھویں اٹھارھویں آیتوں اور تیرھویں باب کی پہلی اور تیسری آیت اور سترھویں باب کی پانچویں آیت سے مقابلہ کرو پھر یہ بات کہ اُس نے اپنی مرضی سے اُس اپنے الٰہی مرتبے سے کام لینے کو درکنار رکھ کر انسانی طبیعت کو اختیار کر لیا۔ اس بات کے لئے فلپیوں کے دوسرے باب کی ساتویں آیت کو یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کی چودھویں آیت سے ملا کر دیکھو۔ پھر یہ امر کہ مسیح نے دُکھ اُٹھایا اور صلیب پر جان دی فلپیوں کے تیسرے باب کی دسویں آیت اور دوسرے باب کی آٹھویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مُردوں میں سے پھر جی اُٹھا اور اپنے اصلی بدن کے ساتھ جو اب جلالی ہو گیا تھا آسمان پر سرفراز ہوا تیسرے باب کی دسویں اور اکیسویں آیتوں اور دوسرے باب کی نویں آیت سے ظاہر ہے۔ اور یہ بات کہ اُسکو ساری چیزوں پر اختیار حاصل ہے تیسرے باب کی اکیسویں آیت کا متی کے گیارھویں باب کی ستائیسویں آیت اور اٹھائیسویں باب کی اٹھارھویں آیت سے مقابلہ کر کے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور یہ امر کہ خداوند کی لقب کے لئے اس کا دعویٰ واجبی ہے۔ دوسرے باب کی گیارھویں آیت اور یوحنا کی انجیل کے تیرھویں باب کی تیرھویں آیت سے ثابت ہے۔ اور یہ بات کہ وہ نجات دینے والا اور انصاف کرنے والا بن کر پھر آئے گا تیسرے باب کی بیسویں آیت اور پہلے باب کی چھٹی آیت کو متی کے سولھویں باب کی ستائیسویں آیت اور لوقا کے اکیسویں باب کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں آیتوں کے ساتھ مقابلہ کر کے دریافت ہو سکتی ہے۔ اب رہی مسیح کی تعلیم۔ اس کے بارے میں اس کتاب کے پڑھنے والے دیکھ لیں کہ خط کے شروع ہی میں پولوس اپنے آپ کو پہلے باب کی پہلی آیت میں مسیح کا غلام مانتا ہے اور اس سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھے اور دیگر شخصوں کو درکنار رکھ کر صرف اُسی کی فرمانبرداری مطلق طور پر کرنی واجب ہے۔ اس امر کے متعلق متی کے دسویں باب کی سینتیسویں اور لوقا کے چودھویں باب کی چھبیسویں آیتیں بھی پڑھنے کے لائق ہیں۔ پھر یہ امر کہ مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا نہایت فخر کی بات ہے لوقا کے چھٹے باب

کی بائیسویں اور تئیسویں آیتوں اور مرقس کے آٹھویں باب کی پینتیسویں آیت کا فلپیوں کے خط کے پہلے باب کی اکیسویں اور تیسرے باب کی ساتویں آیتوں سے مقابلہ کر کے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کہ مسیح کے نمونے پر چلنا سب سے اعلیٰ بات ہے یوحنا کے تیرھویں باب کی چودھویں آیت اور فلپیوں کے خط کے دوسرے باب کی پانچویں آیت سے عیاں ہے۔ پھر یہ بات کہ خدا جو ہمارا آسمانی باپ ہے اپنے بچوں کو جو اس سے مانگتے ہیں ساری ضروری بخششیں عنایت کرتا ہے اس خط کے چوتھے باب کی چھٹی آیت اور متی کے ساتویں باب کی ساتویں تا گیارھویں آیتوں سے ظاہر ہے۔ اور یہ کہ خدا ہمارا آسمانی باپ خاصکر اپنی پاک روح اُن کو دیتا ہے جو مانگتے ہیں فلپیوں کے پہلے باب کی اُنیسویں آیت اور لوقا کے گیارھویں باب کی تیرھویں آیت سے ظاہر ہے۔ اور یہ بات کہ خدا کی پرستش مقبولیت کے لائق صرف اس روح ہی میں کی جا سکتی ہے۔ فلپیوں کے تیسرے باب کی تیسری آیت اور یوحنا کے چوتھے باب کی تئیسویں اور چوبیسویں آیتوں سے ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ بات کہ مسیحی زندگی انسان میں جب پیدا ہوتی ہے کہ خدا اُس کو سنبھالے فلپیوں کے تیسرے باب کی بارھویں آیت اور یوحنا کے چھٹے باب کی چوالیسویں آیت سے پائی جاتی ہے اور یہ امر کہ باوجود اسکے یہ بات بھی ضرور مفہوم ہے کہ انسان کو بھی اپنی طرف سے نہایت جانفشانی کے ساتھ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ اس زندگی کے درخت میں کچھ پھل نہ لگے گا۔ لوقا کے تیرھویں باب کی چوبیسویں آیت اور فلپیوں کے دوسرے باب کی بارھویں اور تیرھویں آیتوں اور تیسرے باب کی تیرھویں اور چودھویں آیتوں سے مترشح ہے۔ اور یہ امر کہ ہر عیسائی کا فرض ہے کہ اپنے ایمان کو پھیلائے اس خط کے پہلے باب کی ستائیسویں آیت اور متی کے اٹھائیسویں باب کی اُنیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہر مسیحی کو گندی طبیعت کے لوگوں کے ساتھ جن کی تشبیہ کتوں سے دی گئی ہے راہ و رسم رکھنے سے خبردار رہنا چاہئے۔ یہ بات اس خط کے تیسرے باب کی دوسری آیت سے اور

متی کے ساتویں باب کی چھٹی آیت سے واضح ہے۔ اور یہ امر کہ مسیحی کو اس کا انعام آئندہ ملے گا۔ کہ وہ اپنے خداوند مسیح کو حاصل کرے گا۔ اور اُس کے ساتھ رہے گا۔ اس خط کے تیسرے باب کی آٹھویں آیت اور پہلے باب کی تئیسویں آیت سے اور اسی کے مقابلے میں لوقا کی تئیسویں باب کی تینتالیسویں آیت اور متی کے پچیسویں باب کی چونتیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات کہ وہ لوگ جو خدا کے لوگوں میں داخل ہو جاتے ہیں جن کا ذکر اس خط کے چوتھے باب کی تیسری آیت اور لوقا کے دسویں باب کی بیسویں آیت میں لکھا ہے ان کو لازم ہے کہ وہ اب اس بات کو اپنے باہمی پیار و محبت کے وسیلے ظاہر کریں اس خط کے دوسرے باب کی دوسری آیت اور یوحنا کے تیرھویں باب کی پینتیسویں آیت سے ثابت ہے اور یہ امر کہ وہ اطمینان جو مسیح کے اندر رہنے سے حاصل ہوتا ہے ان کے دلوں میں ہمیشہ رہیگا فلپیوں کے خط کے چوتھے باب کی ساتویں اور نویں آیتوں اور یوحنا کے چودھویں باب کی ستائیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

غرض یہ وہ بڑی بڑی باتیں ہیں کہ جو اس مختصر خط میں انجیلی نوشتوں سے صریح ملتی ہیں اس طرح نہیں کہ وہ نقل کی گئی ہوں بلکہ صرف اس طرح کہ وہ ظاہرا ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اگر کوئی شخص غور کے ساتھ ان باتوں کو انجیلوں کے اور خطوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا تو اُس کو آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ رسول نے ان ہی باتوں کو اور خطوں میں کس قدر پھیلا کر اور بڑھا کر بیان کیا ہے۔

٦۔ اِس خط کی خاص علامتیں اور مضامین

جو شخص اس خط کو بغور پڑھے گا۔ اُس کو اس کی بڑی بڑی علامتیں فوراً ظاہر

ہو جائیں گی۔ جو پیغام اس سے ہم کو ملتے ہیں وہ صاف اور ظاہر ہیں۔ اُس کے بڑے بڑے نشان ایسے صاف و صریح طور سے بیان کئے گئے ہیں کہ اُن کے سمجھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

اوّل نشان تو اس خط کا یہ ہے کہ اس میں کسی امر کی بحث و تکرار نہیں ہے پولوس کو فلپی کی کلیسیا میں اس بات کی کچھ ضرورت نظر نہیں آئی جیسی کہ گلتیوں اور کرنتھیوں کی کلیسیاؤں میں تھی کہ اپنے مخالف دینی معلموں کے مقابلے میں اپنے رسولی اختیار کو قائم رکھنے کی حمایت میں کچھ بحث و مباحثہ کرے فلپی کے مسیحی اپنے اس اُستاد کی اطاعت اور وفاداری میں بلا انحراف قائم رہے جس نے حیات و آرام جاودانی کی راہ میں ان کی ہدایت کی تھی۔ ان کے دل محبت و احسان مندی کی مضبوط بندشوں سے اُس کے ساتھ وابستہ تھے۔ جیسا کہ اس خط کے چوتھے باب کی دسویں تا اٹھارھویں آیات سے ظاہر ہوتا ہے انہوں نے اس کی ضرورتوں کے وقت دستگی مدد اور خدمت کر کے اپنی پختہ الفت کا اظہار بار بار کیا۔ جس طرح کہ پولوس نے اس خط کے پہلے باب کی پہلی آیت میں فلپی کے مسیحیوں کو خطاب کیا ہے اگر اس کا رومیوں اور اول کرنتھیوں اور دوم کرنتھیوں اور گلتیوں کے خطوں کے پہلے بابوں کی پہلی آیتوں کے خطابوں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ پولوس نے اسی لئے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ ان کی طرف مخاطب ہو کر اپنے آپ کو اُن کا رسول بیان کرے بلکہ ان کو اس طرح خط لکھا ہے کہ جس طرح ایک دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرتا ہے اور اپنے دل سے اُن کے دلوں کو چھوتا ہے۔

اس کے علاوہ فلپی کے عیسائیوں کی جماعت میں تعلیم و مسائل کی کوئی ایسی سخت غلطی برپا نہیں ہوئی تھی جس سے اُن کی طبیعتیں اُلجھتیں اور رسول کو بھی خدشہ پیدا ہوتا۔ وہ اسی ایمان پر پختہ طرح سے قائم تھے جو کہ ہمیشہ کے لئے مقدسوں کو ایک بار سونپا جا چکا ہے۔ اس بات میں یہ خط کلسیوں کے خط سے جو روما کے اسی قید خانے میں سے لکھا گیا تھا اور اسی طرح اُن خطوں سے جو رومیوں اور گلتیوں اور

کرنتھیوں کے پاس اُن سے پہلے بھیجے گئے تھے ایک علیحدہ طرح کا خط ہے۔

یہ بات تو ہے کہ پولوس نے اس خط کے دوسرے باب میں فلپیوں کو ایک طرف تو یہودی بننے سے خوب متنبہ کیا ہے اور دوسری طرف انٹی نومیئن فرقے کے مسائل سے انہیں خبردار کیا ہے تاہم ہمارے پاس اس بات کے یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان دو غلطیوں میں سے کوئی بھی خاص طرح سے اُن کے درمیان پھیل رہی تھی شاید یہ بات ہو کہ چونکہ رسول کے دل میں ایسی باتوں کی طرف سے سچا اندیشہ رہا کرتا تھا اس لئے جب اُس نے دیکھا کہ ان مضر باتوں کا گھاس پھوس فلپی کی کلیسیا میں پیدا ہونے لگا ہے تو فوراً اُس کے اکھاڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ یا غالباً اُس نے اُن کو اس امر میں نصیحت کے کلمے لکھنا اس وجہ سے مناسب سمجھا کہ اس نے ان کے درمیان تو نہیں بلکہ کہیں باہر اور کلیسیاؤں میں ایسی غلطیاں دیکھی تھیں ممکن ہے کہ جیسا فلپیوں کے خط کے پہلے باب کی پندرھویں اور سترھویں آیتوں اور رومیوں کے خط کے چھٹے باب کی پہلی اور دوسری آیتوں سے پایا جاتا ہے رسول کے ارد گرد خود روما میں یہ حال تھا۔ پولوس کے ان پیارے شاگردوں کو غلطی کے لئے کسی سخت لعن طعن کی ضرورت نہ تھی۔ رسول نے جو اطمینان و خوشی و صلح کا پیغام فلپی کے مسیحیوں کو بھیجا ہے اس کو کسی تکرار اور بحث مباحثہ کے طوفان سے آسیب تو نہیں پہنچا ہے۔

دوسرا نشان یہ ہے کہ اس خط میں پولوس کی طرف سے اس کی ذاتی محبت کے اظہار بہ کثرت ہیں۔

پہلے باب کی تیسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بڑا رسول اپنے فلپی کے دوستوں کا ایمان دیکھ کر بڑا ہی شکر گزار تھا۔ اور چوتھی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن کے لئے ہمیشہ بڑی خوشی کے ساتھ دعا مانگا کرتا تھا۔ پھر آٹھویں آیت سے دریافت ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اُن سب کے لئے مسیح یسوع کی سی اُلفت کے ساتھ مفارقت کے باعث سے بڑے جوش کے ساتھ ولولے اُٹھا کرتے تھے اور

اسی باب کی تئیسویں آیت سے چھبیسویں تک یہ بیان ہے کہ اگرچہ رسول اپنی ذاتی خواہش سے تو یہ مانگتا تھا کہ اس دُنیا سے رخصت ہو جائے اور مسیح کے پاس چلا جائے جو بہت زیادہ بہتر بات ہے تاہم اُن کی خاطر وہ اس للچانے والی اُمید سے دست بردار ہو کر آزمائش اور مصیبت کی حالتوں میں رہنے کے لئے اس وجہ سے خوشی کے ساتھ تیار ہے کہ اُن کی خدمت کچھ اور کر سکے۔ دوسرے باب کی سترھویں آیت سے ظاہر ہے کہ اگر ضرورت پیش آتی تو رسول اُن کے لئے اپنی جان بھی دے دینے کے لئے بڑی خوشی کے ساتھ تیار تھا۔ پھر اسی باب کی پچیسویں آیت سے لے کر تیسویں آیت تک رسول یہ فرماتا ہے۔ کہ مجھے اس قدر محبت اور دل کے ساتھ ان کا خیال رہتا ہے کہ میں خوشی سے گوارا کروں گا کہ اپنے ایک حقیقی آرام کو ترک کر کے اپفردتس کو اُن کے پاس واپس جانے دوں۔ اور اسی باب میں اُنیسویں سے تیئسویں آیت تک رسول یہ لکھتا ہے کہ وہ مسیح میں اپنے عزیز بیٹے تیمتھیس کو بھی اُن کے پاس بھیج دینے کو تیار ہے۔ پھر چوتھے باب میں دسویں آیت سے اٹھارھویں تک رسول کہتا ہے۔ کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے محبت آمیز خیال اور بخششوں سے مجھے خوشی کی کس قدر دولت حاصل ہوئی ہے اُن کی یہ بخششیں اس قدر خوشبودار تھیں کہ جس قدر نہایت بیش قیمتی خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُن سے اُن کی سچی محبت کی جھلکیں نکلتی تھیں۔

غرض کہ یہ سارا خط ایک اُبلتے دل کی پاک محبت کے عجیب اور از خود جوش سے بھرا ہے۔

تیسرا نشان اس خط کا یہ ہے کہ وہ مسیحی یگانگت کے لئے ایک چوپائی ہدایت نامہ ہے۔

فلپی کی کلیسیا کی بڑی خوبصورت حالت پر ایک داغ پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ اُن کے درمیان ایک گروہی جڑ بندی ہوتی جاتی تھی۔ جس سے بہتوں کے بگڑ جانے کا واقعی خطرہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہاں کی جماعت میں جھگڑالو طبیعت پیدا ہوتی جاتی تھی۔

اور غالباً اس کا باعث یہ تھا۔ کہ وہاں کے لوگوں کے درمیان ذاتی نفاق پڑ گئے تھے۔ چوتھے باب کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ خصوصاً دو عورتیں جن کا نام یوآدیہ اور سنتخے تھا اُن بُرے جھگڑوں میں سرغنہ تھیں۔ یہ بیماری ابھی تک بہت بڑھ نہ گئی تھی کہ رسول نے اس کو کھو دینے کی دلی اُمید سے جھٹ اپنی اُنگلی سے ٹھیک اسی مقام کو جا چھوا جہاں مواد پک رہا تھا۔ اور ناسور پڑ جانے کا ڈر تھا۔ وہ اس کے خطرے کو بڑی حکمت و دانائی سے بتاتا ہے اور اپنی ہمدردی کی طبیعت کی تمام نرمی کے ساتھ ان کی منت و سماجت کرتا ہے کہ نفاق اور جھگڑوں سے باز آؤ۔ اور نہایت گہرے درجے کا مسیحی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پہلے باب کی پہلی۔ چھٹی۔ ساتویں اور آٹھویں آیتوں میں پولس کہتا ہے کہ میں تو اپنی طرف سے تم سب کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور ستائیسویں آیت میں ان سے فرماتا ہے۔ کہ تم بھی اپنی طرف سے ایک روح میں مضبوطی کے ساتھ قائم رہو۔ اور سب مل کر انجیلی ایمان کے لئے جانفشانی کرو۔ پھر دوسرے باب میں پہلی سے چوتھی آیت تک رسول اُن سے یہ کہتا ہے کہ اگر تم میرے دل کو خوش کرنا چاہتے ہو۔ تو ہر طرح کے تفرقے اور جھوٹے فخر کو اپنے درمیان میں سے دُور دفع کر کے روح القدس کی یگانگت میں باہم ایک دل ہو جاؤ۔ پھر پانچویں سے آٹھویں آیت تک وہ انہیں نصیحت کرتا ہے۔ کہ ساری باتوں میں مسیح کا سا مزاج۔ اور خود انکاری اور خود انکساری اور حقیقی فروتنی کی طبیعت پیدا کرو۔ اس کے بعد چودھویں اور پندرھویں آیتوں میں وہ ان سے درخواست کرتا ہے۔ کہ تمام شکایتیں اور تکراریں چھوڑ کر دنیا میں خدا کے نورانی ستاروں کی طرح ایسی روشنی کے ساتھ چمکو۔ جس میں دھندلاہٹ یا کچھ شک و شبہ پایا نہ جائے۔ پھر چوتھے باب کی دوسری اور تیسری آیتوں میں یہ صلاح دیتا ہے کہ جن عورتوں کے باعث سے جھگڑا پیدا ہوا تھا۔ وہ آپس میں میل و ملاپ کر لیں۔ اور پانچویں آیت میں یہ نصیحت کرتا ہے کہ جہاں پہلے اپنے اپنے خیال کی ترجیح میں مخالفت ہوتی تھی اب خود غرضی کو ہٹا کر اس کی جگہ برداشت کا مزاج اختیار کیا جائے۔ اور اسی باب میں چوتھی آیت سے تیرھویں تک رسول کہتا ہے کہ اس طرح سے کلیسیا کو خدا

کی خوشی اور اطمینان اور قوت حاصل ہو جائیگی۔

چوتھی بات اِس خط میں یہ ہے کہ وہ خاص خاص لفظوں اور خیالوں کے جواہرات سے مرصّع ہو رہا ہے۔

اِس خط کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اُس کے اندر بعض الفاظ ایسے پُرمعنی ہیں۔ کہ اُن کو اس خط کے قفلوں کی کنجیاں کہنا بجا ہے۔ اور اس میں بعض بعض بڑے مؤثر مضامین بھی ہیں۔ ان دونوں باتوں سے اس خط کی صورت و شکل قرار دی جا سکتی ہے۔ جو حق باتیں کہ ان قفلوں کی کنجیوں سے کھل پڑتی ہیں۔ وہ گویا طلائی زیور کے اندر ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ جو بڑے جھلک رہے ہیں ان کی خوبصورتی سے سارے خط کی رونق دوچند ہو جاتی ہے۔ اُن سے طالب علم کے خیال ایسی ایسی طرف دوڑتے اور اُن سے کام لینے کے ایسے ایسے طرق اُسے سوجھتے ہیں کہ اُن سے اس کو کمال درجے کا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس بارے میں آٹھواں عنوان نمونے کی طرح پڑھنے کے لائق ہے۔

(الف)۔ یہ خط مسیح کے نام سے بھرا پڑا ہے۔ اس میں لفظ مسیح ۳۷ دفعہ آیا ہے۔ ہر باب میں یہ لفظ صاف اور نمایاں مقام پر نصب ہے بشپ لائٹ فٹ کا یہ خیال درست ہے کہ اس خط کے پڑھنے سے ہمارا دل علم الٰہی اور کلیسیائی مشغول سے ہٹ کر انجیل کی عین جگری اور مرکزی بات یعنی مسیح کی زندگی کی طرف اور جو زندگی کہ مسیح میں گزاری جاتی ہے۔ اس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اس میں جو مسیح کا حال درج ہے۔ وہ بذاتِ خود ایک مطالعہ کے لائق امر ہے۔ اور جو شخص غور کے ساتھ اُس کا مطالعہ کرے گا۔ اُس کو اس سے بڑا بھاری فائدہ ہوگا۔ اس مطالعہ کی مدد سے مسیح کے متعلق بہت سی باتیں ہم کو روشن معلوم ہونے لگتی ہیں۔ مثلاً مسیح کے ساتھ ہمارا تعلق خواہ ہم اُس کے خادم ہوں خواہ اُس کے مقدس لوگ خواہ اس کے لئے قیدی خواہ اُس کے ایمان کا اقرار کرنے والے ہوں۔ پھر یہ کہ مسیح میں ہونے سے ہم کو کن چیزوں پر قبضہ مل جاتا ہے۔ فضل۔ صلح

آرام۔ خوشی۔ عرفان۔ راستبازی۔ مضبوطی روحانی دولت اور رُوح کی بخشش پر۔ پھر یہ کہ مسیح کے سامنے ہم کن کن باتوں کے لئے ذمہ دار ہیں۔ پھل لانے کے لئے۔ اس کی منادی کرنے کے لئے۔ اُس کی عظمت بڑھانے کے لئے۔ اُس کی سی زندگی گزارنے کے لئے۔ اس کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لئے۔ اُس کی سی طبیعت دکھانے کے لئے۔ اُس کا کام کرنے کے لئے۔ اُس کی صلیب اُٹھانے کے لئے اور اس کے ظہور کے منتظر رہنے کے لئے۔ غرض مسیح کے بارے میں یہ اور اور بہت سے حق امر ہیں کہ اس خط کو بغور پڑھنے سے ہم پر خوب طرح واضح ہو جائینگے اور اس مطالعہ کے بعد ہم دیکھینگے کہ ہماری روش اور دنیاوی جنگ میں ہم کو اس سے کس قدر مضبوطی ہو گئی ہے اور ہمارے دل کا یہ پختہ ارادہ ہو گیا ہے۔ کہ اس خط کی طرح ہم بھی بالکل مسیح کے بن جائیں اور اسی سے معمور ہو جائیں گویا کہ مسیح ہمارے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرایت کرے۔

(ب) یہ ایک ایسا خط ہے۔ جو خوشی سے مالا مال ہے۔ خوش ہونے کے لئے اس خط میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اس ایک مختصر سے خط میں خوشی یا خوش ہونے کا لفظ سولہ دفعہ آیا ہے پہلے باب کی چوتھی آیت میں ایک دفعہ اٹھارہویں میں دو دفعہ۔ پچیسویں میں ایک دفعہ۔ دوسرے باب کی دوسری آیت میں ایک بار۔ سترھویں آیت میں دو بار۔ اٹھارھویں میں دو بار۔ اٹھائیسویں میں ایک بار۔ اور اُنتیسویں میں ایک بار۔ تیسرے باب کی پہلی آیت میں ایک دفعہ۔ چوتھے باب کی پہلی آیت میں ایک بار اور چوتھی میں دو بار اور دسویں میں ایک بار ہر ایک باب میں یہ لفظ ہم کو نظر آتا ہے۔ اس خط میں ہم جہاں کہیں ہر پھر کے دیکھتے ہیں۔ یہی لفظ ہمارے سامنے آتا ہے۔ غرض کہ پولوس رسول نے جو پیغام اپنے عزیز فلپیوں کے پاس بھیجا ہے۔ اُس میں اُس کا یہ کلام کہ تم خداوند میں خوشی کرو۔ بار بار آتا ہے۔ اور رُوح القدس کا پیغام ہم سب کے لئے بھی یہی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو پولوس کے قیدخانے میں سے ایسا ایک خوشی کا پیغام آنا درحقیقت بڑی عجیب

بات ہے ایسے وقت میں جب کہ مصیبت اور خطرے کا بادل چاروں طرف اسکے اوپر جھوم رہا تھا۔ لیکن کسی شخص کا یہ کیا خوب کلام ہے کہ خدا کے پرندے اندھیرے پنجروں میں بھی بیٹھے ہوئے خوش الحانی سے گایا کرتے ہیں۔ یہی بات اس موقعہ پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ کلام الہام میں جو شاید سب سے زیادہ شیریں خوشی کا گیت ہے وہ روم کے قید خانے میں سے نکلا ہے۔ ہم سب بھی اس خط سے یہ سبق سیکھیں کہ ہمارے دل اس خوشی سے جو پاک اور درحقیقت الٰہی خوشی ہے ہمیشہ لبریز رہیں۔

(ج) اس خط کا ایک یہ بھی نشان ہے کہ وہ پاک دلی کے کلام سے بھر رہا ہے۔ اس معنی کے لفظ اس خط میں کل دس دفعہ آئے ہیں پہلے باب کی ساتویں آیت میں دوسرے باب کی دوسری، تیسری اور پانچویں آیتوں میں تیسرے باب کی پندرھویں آیت میں دو بار اور انیسویں میں ایک بار۔ اور چوتھے باب کی دوسری آیت میں ایکبار۔ اور دسویں میں دو بار۔ اور تیسرے باب کی سولھویں آیت میں جو لفظ ہے اسکو ہم سب سے معتبر قلمی نسخوں کے مطابق حساب سے خارج کر دیتے ہیں۔ جو لفظ اس خیال کے لئے اصل یونانی میں کلام میں آیا ہے اس کے معنے ہیں دل اور مرضی اور عقل اور خیال ان سب کے عمل داخل ہیں۔ پس رسول کی نیت فلپی کے عیسائیوں کے لئے یہ تھی کہ وہ اپنے دل اور عقل اور مرضی سب کی توجہ پاکیزہ طرح سے اکٹھی کر کے اس ایک بات کی طرف لگائیں کہ ان سے خدا اور مسیح کا جلال ترقی پائے۔ اس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ مسیح کا سا مزاج یا دل یا طبیعت ان کے دلوں میں پوری پوری طرح پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اگر اس معنی میں اُن کے مزاج یا دل درست ہو جائینگے۔ تو اُن کی زندگی بھی ضرور درست ہو جائے گی تیسرے باب کی انیسویں آیت میں لکھا ہے کہ اور لوگ ہیں۔ جن کا دل دنیاوی چیزوں پر لگا ہوا ہے۔ پس وہ ایسا کریں تو کریں۔ مگر لازم ہے کہ ہر وفادار مسیحی اپنی ساری توجہ سے جو خدا کی طرح پاک اس کے اندر ڈالتی ہے۔ اپنے دل اور عقل اور مرضی کو مسیح

اور اُس کی پاکیزگی پر لگائے۔

(د) چوتھا نشان اس خط کا یہ ہے کہ شراکت یا رفاقت کا لفظ بھی اس میں بڑی کثرت سے آیا ہے۔

جب ہم اس خط پر اول اول نظر کرتے ہیں۔ تو حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ جس یونانی حرف ربط کے معنی ہیں ساتھ اور جس کا مطلب ہوا کرتا ہے۔ قریب کی رفاقت یا شراکت اور نہایت گہری طرح کی صحبت یا قربت وہ استعارے کے لفظوں کے ساتھ مرکب ہو کر اس خط میں بڑی کثرت سے کام میں آیا ہے ان مرکب یا مشترک لفظوں کے پڑھنے ہی سے تفرقوں اور پھوٹ کی طبیعت مٹ جانی چاہئے۔ جب ہم ان لفظوں کے معنے پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جن تعلقات کے رشتوں سے وہ سب جو ہمارے خداوند یسوع مسیح سے صدق دلی کے ساتھ محبت رکھتے ہیں باہم پیوستہ ہیں۔ وہ سب رشتے یا بند کیسے قریب کے اور کیسے پختے بند ہیں۔ ان مرکب لفظوں کی فہرست جن کے معنے میں شراکت یا رفاقت کا خیال شامل ہے۔ ذیل میں درج ہے

(۱) پہلے باب کی ساتویں اور چوتھے باب کی چودھویں آیتوں میں کسی کام کے کرنے میں ساتھ ہو کر شریک ہونے کا مرکب لفظ اور خیال کام میں آیا ہے پہلے مقام میں تو باہم مسیح کے فضل میں شریک ہونے کا کام ہے۔ اور دوسرے میں باہم ہو کر مسیح کے لئے مصیبتوں میں شریک ہونے کا لفظ ہے۔

(۲) پھر اول باب کی ستائیسویں اور چوتھے باب کی تیسری آیت میں ایک ساتھ ہو کر لڑنے کا مرکب لفظ آیا ہے۔ یعنی اکٹھے ہو کر مسیح کے لئے لڑنا یا جدوجہد کرنا۔

(۳) پھر دوسرے باب کی دوسری آیت میں متفق ہو کر روح میں شریک ہونے کا مرکب لفظ اور خیال واقع ہوا ہے یعنی کہ دل اور روح دونوں کے اعتبار سے مسیح میں باہم ایک یا متحد ہو جانے کا خیال۔

(۴) دوسرے باب کی سترھویں اور اٹھارھویں آیتوں میں خوشی کرنے میں شریک ہونے کا خیال درج ہے۔ کیونکہ پولوس یہاں فلپیوں کو لکھتا ہے کہ تم بھی میرے ساتھ شریک ہو کر خوشی کرو۔

(۵) پھر دوسرے باب کی پچیسویں اور چوتھے باب کی تیسری آیت میں باہم شریک ہو کر کام کرنے والوں کا لفظ ہے۔ کیونکہ ان مقاموں پر رسول یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ فلاں فلاں شخص مسیح کا کام کرنے میں میرے ساتھ شریک ہیں۔

(۶) دوسرے باب کی پچیسویں آیت میں سپاہگری کے کام میں شریک ہونے کا خیال ہے۔ وہاں رسول یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص مسیح کے لئے لڑائی لڑنے میں میرے ساتھ شریک ہے۔

(۷) چوتھے باب کی تیسری آیت میں ایک لفظ ہے۔ جو یہ خیال ادا کرتا ہے کہ بعض شخص کسی کام کے اندر دو بیٹے میں شریک تھے یعنی مسیح کے لئے بوجھ اٹھانے میں باہم متفق تھے۔

(۸) اسی آیت میں ایک اور لفظ جوا اٹھانے میں متفق ہونے کا خیال ظاہر کرتا ہے۔ یعنی مسیح کے لئے جوئے کو اپنے کندھے پر رکھنے میں شریک ہونے کا خیال۔

غرض کہ اس خط کا ہر باب مقدسوں کی رفاقت کی نورانی تعلیم سے بھرا ہے۔ اور اس تعلیم کے بیان کرنے والے مرکب لفظ اس خط میں ایسی افراط کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ جو شاذو نادر ہے۔ اس کلیسیا کا حال کیسا مبارک ہے! جو انجیل جیسی بیش قیمت چیز کو اپنی مشغول میں بڑی حفاظت اور خبرداری کے ساتھ رکھتی اور اس کے علاوہ مسیحی یگانگت کے شاندار لباس سے بھی آراستہ ہے اس خط کے مضامین کی جو تقسیم و تفصیل ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہ ہماری رائے میں بہت آسان بھی ہے اور مفید بھی ہے۔

اوّل۔ دعا اور پولوس کی ذات خاص کے متعلق باتیں

تمہیدی سلام۔ پہلا باب پہلی دو سری آیتیں۔

شکرانہ اور دعا۔ پہلا باب تیسری آیت سے گیارھویں آیت تک۔ ذاتی باتیں یا بیچ کی باتیں۔ مقدس پولوس کی بیڑیاں۔ اس کا کام اس کے مخالف اس کی کشمکش۔ اس کا یقین۔ پہلا باب بارھویں آیت سے چھبیسویں تک۔

دوم۔ نصیحت کی باتیں۔ اور پولوس کی ذات سے متعلق بعض باتیں

(۱) چال وچلن کی درستی اور ہمواری کی بابت اور دلیری کے بارے میں نصیحتیں۔ پہلا باب ستائیسویں آیت سے تیسویں تک۔

(۲) اپنی اپنی ذاتی غرضوں کو چھوڑ کر دوسروں کے فائدوں کو ڈھونڈنے کے بارے میں اور یگانگت کی بابت نصیحتیں۔ دوسرا باب پہلی سے چوتھی آیت تک۔

(۳) مسیح کی فروتنی کا نمونہ۔ دوسرا باب پانچویں سے گیارھویں آیت تک۔

(۴) فرمانبرداری اور پاکیزگی کی نصیحتیں۔ دوسرا باب بارھویں سے سولھویں آیت تک۔

(۵) بیچ کی باتیں۔ اپنی تجویزوں کا بیان۔ تیمتھیس اور اپفرودتیس کے بھیجے جانے کے مقصد۔ دوسرا باب سترھویں سے تیسویں آیت تک۔

سوم۔ صلاحیں

(۱) یہودی مذہب کی طرف جانے سے خبردار کرنا۔ تیسرا باب پہلی سے

چودھویں آیت تک۔

(۲) اُن نئی نومسیحی فرقے کے عقیدے سے خبردار کرنا تیسرا باب پندرہ سے اکیسویں آیت تک۔

چہارم۔ نصیحتیں اور سنج کی باتیں۔

(۱) یگانگت اور خوشی اور برداشت اور دُعا وغیرہ کے بارے میں نصیحتیں چوتھا باب پہلی سے نویں آیت تک۔

(۲) سنج کی باتیں۔ پولوس کا شکرانہ اُن کی بخششوں کے لئے۔ اُس کا ہر حالت میں خوش رہنا۔ چوتھا باب دسویں سے بیسویں آیت تک۔

(۳) آخری سلام۔ چوتھا باب۔ اکیسویں سے تیئیسویں آیت تک۔

۷۔ ہندوستان کی کلیسیا کے لئے اس خط میں کون کون سے سبق یا نصیحتیں نکل سکتی ہیں

فلپی کے نومریدوں کی حالتیں آج کل کے ہندوستانی مسیحیوں کی حالتوں سے بہت سی باتوں میں ملتی ہیں۔ وہ بھی بُت پرستوں میں سے زندہ خدا کے لوگ بن جانے کے لئے چُنے گئے تھے۔ اُن کے چاروں طرف بھی وہ لوگ بستے تھے جو آسمانی مالک و خالق خدا کو نہیں مانتے تھے۔ بلکہ بُت پرستی کی تاریکی میں قائم رہنا پسند کرتے تھے۔ یونانی اور رومی مذہب بھی اپنی اپنی قدامت کے باعث بڑی تعظیم و عزت کے لائق مانے جاتے تھے۔ اور جو مذہب آج کل ہند میں پھیل رہے ہیں۔ اُن سے بہت سی باتوں میں مشابہ بلکہ یکساں تھے۔ ان کے حکما کے مسئلے

بھی بڑے گہرے اور عقل کو دنگ کرنے والے تھے۔ ان کی قدیم اور عالمانہ زبانوں میں بھی جو جو کتابیں موجود تھیں۔ وہ بڑی عمدہ اور کثرت سے تھیں۔ وہاں سے تعلیم یافتہ لوگ بھی اپنی بیہودہ مذہبی رسموں اور بُتوں کی پرستش سے شرم کھانے لگ گئے تھے۔ وہاں بھی ہر جگہ ایسا وقت آگیا تھا کہ لوگوں کے خیال بدلنے لگے تھے۔ ان باتوں سے سب کو معلوم ہو جائے گا کہ جو حالت ہند کی آج کل ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔ اس لئے ظاہر حال یہ اُمید کی جا سکتی ہے کہ فلپیوں کے خط کی تعلیم جو ایک ایسی ہی حالت کی نئی کلیسیا کے لئے تھی۔ ہند کے مسیحیوں کی حاجت کے لئے خصوصاً لائق ہوگی۔ اور ہم جو اس وقت اس خط کی تعلیم کی چھان بین اسی نظر سے کر رہے ہیں اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارا یہ مطلب رائیگاں نہ جائے گا پس ہم یہ دریافت کریں گے کہ پولوس نے جو یہ چھوٹا سا خط دلی شوق کے ساتھ ایک ایسی جماعت کے نام بھیجا تھا۔ جس کی حالت اور چوگردہ کیفیت ہمارے ہند کے مسیحیوں سے اس قدر ملتی جلتی ہے۔ اس سے ہم کو کون کون سے بڑے سبق سیکھنے چاہئیں مسیح کی بادشاہت پھیلانے اور قائم کرنے کے لئے سرگرمی کرنے میں ہم کو اس سے ایک سبق ملتا ہے۔ کیونکہ فلپیوں کے خط کا ایک نشان تو یہ ہے کہ مسیحی بادشاہت کی ترقی کے لئے اُس میں بڑی سرگرمی پائی جاتی ہے۔ انجیل پھیلانے کا جوش اُس کے ہر صفحے پر گویا جلی قلم کے ساتھ لکھا ہوا ہے جس شخص کے قلم نے یہ عبارت لکھی ہے وہ ایک ایسا شخص گزرا ہے جس نے اپنی ساری زندگی اور اُس کی تمام قوتیں غیر قوموں کی نجات کے کام کو ترقی دینے کے لئے وقف کر دی تھیں اور جو کلمہ کہ تہ دل سے اُس کے وردِ زبان تھا۔ اور اُس کے ہر خط کے عین درمیان میں بڑے موٹے موٹے اور نمایاں حرفوں میں اُبھرا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ میں تو ایک کام کے سر ہوں۔ اس کا یہ حال تھا کہ قید خانے میں تو پڑا ہے مگر مسیح کی منادی کئے جاتا ہے۔ جو سپاہی اس کے محافظ ہوتے تھے اور جن زنجیروں سے کہ وہ خود بندھا ہوتا تھا وہی زنجیریں اُس کے محافظوں کو بندھی رہتی تھیں کہ وہ کہیں

پھٹ کر کہیں بھاگ نہ جائے۔ ان سپاہیوں کو بھی وہ انجیل سُنایا کرتا تھا۔ اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ مسیح کی پہچان کی عمدہ خوشبو جیسا کہ پہلے باب کی بارھویں اور تیرھویں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ قیصر کے اردلی سپاہیوں کی ساری بارکوں میں پھیل گئی۔ پولوس کو ہم ایک ایسا مشنری پاتے ہیں کہ جو اپنے بڑی محنت کے کاموں سے اپنے آپ کو آرام نہیں دیتا تھا۔ وہ مسیح کا ایک ایسا سپاہی تھا کہ کبھی اپنا جھنڈا یا وردی لوگوں کے سامنے دکھانے سے باز نہ رہتا تھا۔ اس کے مسیحی جوش کو دیکھ کر اوروں میں بھی جوش پیدا ہو جاتا تھا اس کے نمونے سے روما کے مسیحی بھی بڑے دلیر ہو گئے۔ اور جیسا پہلے باب کی چودھویں آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اپنے خداوند کی گواہی بڑی بہادری سے دینے لگے۔ اور جیسا اُسی باب کی بارھویں آیت سے پایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجیل کی بڑی ترقی ہوگئی اور جب کبھی اور جہاں کہیں ایسی صورت پیدا ہوگی کہ خدا کے لوگوں میں انجیل کے پھیلانے کے لئے سرگرمی کی رُوح جوش مارے گی۔ تو اس سے یہی نتیجہ ہوگا۔ مگر رسول روما کے لوگوں کی یہ سرگرمی دیکھ کر چپکا نہ بیٹھا۔ اُس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ ساری کلیسیاؤں میں اسی طرح کی ترقی ہو۔ اس کو فلپی کے نو مریدوں سے اس قدر کی محبت تھی کہ وہ ان میں یہ بات دیکھ کر کبھی خوش نہ ہوتا کہ وہ اپنے رُوحانی فائدوں کو حاصل کر کے آرام سے اپنے ٹھکانے بیٹھ گئے ہیں مگر اُن کو اس امر کا کچھ فکر نہیں ہے کہ جو لوگ اُن کے آس پاس رہتے ہیں۔ اُن کی رُوحوں کے بچانے میں بھی کوشش کریں اُس نے اُن کے دلوں میں شروع ہی سے مسیح کی انجیل پھیلانے کے لئے سرگرمی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا نمونہ اور نصیحت بے فائدہ نہ گئی۔ کیونکہ اُنہوں نے شروع ہی سے انجیل کے کام میں اس کی مدد کی تھی۔ چوتھے باب کی سولھویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول تھسلونیکی اور اور مقاموں میں انجیل سُناتا پھرتا تھا۔ تو اُنہوں نے اپنی دعاؤں اور نذروں سے اُس کی بار بار مدد کی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے کہ اُنہوں

نے اپفرودتیس کو اُس کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ اُن کے عوض میں انجیل پھیلانے کا کام دے۔ یہ بات دوسرے باب کی تیسویں آیت سے ظاہر ہے۔ اور اسی باب کی پچیسویں آیت سے لے کر تیسویں تک اور چوتھے باب کی دسویں اور اٹھارھویں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپفرودتیس کے ہاتھ اپنی اور نذریں بھی پولوس کے پاس بھیجیں اور اُس کو اس لئے اسکے پاس بھیجا تھا کہ اُس کے ساتھ ساتھ کام کرنے میں اس کی خدمت کرے پہلے باب کی پانچویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے بھی زیادہ تر کام کیا۔ کیونکہ ان کا بڑا فخر اور خوشی اس بات میں تھی کہ انہوں نے اپنی ہمدردی اور دعاؤں اور نذروں اور غالباً اپنی واقعی انجیلی خدمتوں سے اوّل روز سے۔ لے کر اُس روز تک انجیل کے پھیلانے میں رسول کی بڑی مدد کی تھی۔ بڑی خوشی کی بات تھی۔ کہ فلپی کے مسیحیوں میں اپنے بڑے اُستاد پولوس کے نمونے سے کسی قدر ویسی ہی طبیعت پیدا ہو گئی تھی۔ اُن کے دلوں میں آگ تو سلگ گئی تھی۔ اس کو اور بھڑکانے کے لئے پنکھا کرنے کی ضرورت باقی تھی۔ ان کا دل گرما تو گیا تھا مگر پولوس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ اس میں اس قدر گرمی پیدا ہو جائے کہ انجیلی جوش کے مارے دہک جائے اس لئے وہ اس الہامی خط میں رُوح القدس کی قوت سے اپنے بھڑکانے والے جوش کو اُن کے اندر پھونکتا ہے۔ وہ اُن کو اُبھارتا ہے کہ اور بھی زیادہ بہادری سے مسیحی لڑائی لڑیں اور مسیح کی گواہی دیں کیونکہ وہ روما سلطنت کے ہم شہری باشندے ہونے کی وجہ سے اس امر کے توقع وار ہیں کہ غیر قوموں اور جنگلی لوگوں کے درمیان سلطنت روم کی عزت کو تھامے رکھیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ وہ آسمانی بادشاہت کے بھی باشندے ہیں۔ اس لئے اُن کا فرض ہے کہ مسیح کی ریاست جمہوری کے لئے بھی بڑی جوانمردی سے لڑیں۔ چنانچہ وہ پہلے باب کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں آیتوں میں اُن سے یہ کہتا ہے کہ تم یک دل ہو کر انجیل کے ایمان کے لئے جدوجہد کرو۔ اور اپنے مخالفوں سے

کسی بات میں نہ ڈرو۔ دوسرے باب کی پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں رسول
اُن کو اکساتا ہے کہ وہ اپنی سچی مسیحی چال کی تاثیر اور نمونے سے انجیل کے پھیلانے
میں کوشش کریں۔ اور اُن کو چاہئے کہ ایسی نورانی زندگی گزاریں کہ اُن کے وسیلے
سے خدا کے کلام کی روشنی دُنیا میں پھیلے اور جن لوگوں سے وہ ملیں مجلیں اُن کو
حیات جاودانی کا کلام قبول کرنے کے لئے پیش کریں۔ اور جیسا کہ دوسرے باب
کی تیسویں آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُن ہی کے شخص یعنی اپفرودتس نے کیا
تھا کہ اپنے خداوند کے جلال اور اپنے ہم جنسوں کی نجات کی خاطر اُس کے دل میں مقدس
کام کی سرگرمی نے یہاں تک جوش مارا کہ وہ اپنی جان پر کھیل گیا۔ اور مرنے کی حالت
کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اُسی کی ضد وہ بھی کریں۔ غرض ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس سارے خط میں انجیل کے پھیلانے کی سرگرم طبیعت جوش مار رہی ہے
ایک اور بات اس خط میں یہ دیکھنے میں آتی ہے۔ کہ انجیل سنانے کے متعلق اصطلاح
اور محاوروں کا ایک پُرا ہے۔ کہ ہمارے سامنے کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس کو ہم ذیل
میں باترتیب بیان کرتے ہیں۔

اوّل۔ پہلے باب کی پانچویں آیت کے یہ الفاظ کہ تم اوّل روز سے خوشخبری کے
پھیلانے میں میرے شریک رہے ہو۔

دوم۔ پہلے باب کی ساتویں اور سولھویں آیتوں میں یہ لفظ خوشخبری کی جواب دہی
اور ثبوت میں۔ تم سب میرے ساتھ فضل میں شریک ہو۔

سوم۔ پہلے باب کی بارھویں آیت میں یہ لفظ کہ خوشخبری کی ترقی کا باعث۔

چہارم۔ پہلے باب کی ستائیسویں آیت کے یہ لفظ کہ انجیل کے ایمان کے
لئے ایک جان ہو کر جانفشانی کرتے۔

پنجم۔ دوسرے باب کی پندرھویں آیت کے یہ لفظ کہ تم دُنیا میں چراغوں کی
طرح دکھائی دیتے ہو۔

ششم۔ دوسرے باب کی سولھویں آیت کے یہ لفظ کہ تم زندگی کا کلام

پیش کرتے رہو۔

ہفتم۔ دوسرے باب کی تیسویں آیت کے یہ لفظ کہ مسیح کے کام
کی خاطر۔

ہشتم۔ تیسرے باب کی تیرھویں آیت کے یہ لفظ بلکہ میں تو صرف یہ
کرتا ہوں۔

اے ہند کے مسیحی بھائیو۔ انجیل کے پھیلانے کے مقدس کام میں جو سرگرمی
ہم یہاں دیکھتے ہیں۔ ہم بھی ویسی ہی سرگرمی اختیار کریں۔ ہم بھی آسمان کے باشندے
ہیں۔ ہم بھی مسیح کی صلیب کے سپاہی ہونے کے لئے بلائے گئے ہیں۔ ایسی
کوشش کرو کہ ہند کی کلیسیا ایک انجیل کے پھیلانے والی کلیسیا بن جائے۔ انجیل
کی ترقی اس کی اکیلی بڑی غرض ہو۔ اُس کی بڑی حرص یہی ہو کہ غیر ایمان کے لوگوں
کے سامنے خدا کی حیات جاودانی کا کلام کسی طرح پیش کیا جائے۔ اور انجیل کے
ایمان کے لئے ایسی سرگرمی کے ساتھ جانفشانی کرے۔ جو کبھی ہلکی نہ پڑ جائے اس
بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس کلیسیا میں انجیل کے پھیلانے کا کام اور شوق
نہیں ہے وہ کلیسیا ٹھٹھر گئی ہے۔ اُس پر موت کا فتوےٰ صادر ہو چکا ہے اور
مرنے کے قریب ہے۔

دوم بات یہ ہے۔ کہ ہم کو اس خط سے فروتنی کا سبق بھی سیکھنا چاہئے۔
کیونکہ اس خط سے ہم کو یہ تعلیم ملتی ہے۔ کہ انسانی غرور اور خود نمائی سے بڑے
بڑے خطرے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن کا صرف ایک حقیقی علاج ہم کو نظر آتا ہے
کہ ہم ایمان کے وسیلے وہی طبیعت اختیار کرلیں جو یسوع مسیح میں تھی۔ پولوس رسول
خود جو ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے وہ آپ اس بات کو اپنے نمونے سے ہمیں سکھاتا ہے
یہودی خیال کے موافق پیدائش اور تعلیم کے باعث اس کا مرتبہ لوگوں کے درمیان
بڑے اختیار اور بزرگی کا تھا وہ یہ دعوےٰ کر سکتا تھا کہ میں امیر خاندان سے پیدا
ہوا ہوں۔ اور میری تعلیم و تربیت دین کے صحیح طریق پر ہوئی ہے۔ اور میری حالت ہر

طرح سے بے عیب ہے۔ اسکے ثبوت میں تیسرے باب کی چوتھی آیت سے آٹھویں تک غور کرو۔ تاہم پولوس نے ان سارے خاندانی اور قومی نفعوں کو جو اور آدمی بڑے فخر کی بات گنتے اُس نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھا اس کے نزدیک تو بہر حال ذات کا خیال ایک صرف دنیاوی بات تھی پہلے تو وہ اس بات کو کچھ ہی سمجھتا تھا مگر اب تو اس کا خیال اس کی بابت یہی تھا۔ کہ وہ ایک نفسانی بات ہے اور مسیحیت کے بالکل خلاف ہے۔ جب سے اُس نے اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر دیا تھا۔ اور اُس کا غلام بن گیا تھا۔ اس وقت سے اُس نے ان خیالات کو اپنے دل میں سے ہمیشہ کے لئے خارج کر دیا تھا۔ اور جیسا کہ اس نے تیسری باب کی تیسری آیت میں کہا ہے۔ وہ اب خدا کی رُوح کی ہدایت سے عبادت کرتا۔ اور مسیح یسوع پر فخر کرتا تھا۔ اور جسم پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔ اس نے پیدائشی اور خاندانی غرور کو جس کے لئے کسی حب الوطن یہودی سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہ ہوگا اور ذات اور مذہب کے جوش کو جو پہلے اسکے دل میں بڑے زور کے ساتھ تھا۔ اور قومی اور دینی دستوروں پر ہر ایک چھوٹے چھوٹے جزو تک ان لوگوں کی طرح چلنے جو اس بات کا بڑا گھمنڈ کیا کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنے مذہب کے بڑے پابند ہیں۔ اور اُس کی رسموں کو ذرا ذرا سی بڑی احتیاط کے ساتھ مانتے ہیں جیسا کہ عبرانی فریسیوں کا قاعدہ تھا اور اپنے دل میں سے ہمیشہ کے لئے اس طرح نکال کر پھینک دیا تھا۔ کہ جیسے کوئی شخص چھلکے کو کتوں کے سامنے ڈال دیتا ہے پہلے کی نسبت اب مسیح میں اُس کا پیدائشی حق بہت زیادہ تر عمدہ ہو گیا تھا اور اس کا مرتبہ بالاتر۔ اُس نے اپنے دل میں یوں سمجھا کہ جب ایک جلالی تاج مجھے مل سکتا ہے تو پھر میں زمین کی خاک کے پیچھے کیوں پڑوں۔ جس حال کہ وہ اب فضل کے وسیلے خدا کا فرزند بن گیا تھا تو پھر آدم کی اولاد کے درمیان قومی بزرگی جیسی ایک خفیف بات کی تلاش کرنے سے کیا حاصل۔ غرض کہ اُس نے اُن ساری باتوں پر غور کر کے اپنے لئے ایک چیز پسند کر لی تھی۔ اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔ کیونکہ اُس نے اپنے خداوند

یسوع مسیح کی پہچان حاصل کرنے کی فوقیت کے سامنے ساری اور چیزوں کو کھو دینا منظور کر لیا تھا۔ اس بات کے پسند کرنے میں جو دانائی اور درستی کہ وہ کام میں لایا۔ اُس میں کلام کرنے کی کون جُرأت کر سکتا ہے۔

غرض جب پولوس نے اپنی قوم اور ذات کے بیفائدہ فخر کو اس طرح ہیچ سمجھ لیا۔ تو پھر وہ صاف دل سے اوروں کو بھی کہہ سکتا ہے کہ آؤ تم بھی میری ہی طرح کرو۔ اس لئے وہ دوسرے باب میں تیسری آیت سے آٹھویں تک یہ کہتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ مسیحی مزاج اور دنیاوی مزاج کی باہم ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے۔ اگر فلپی کے مسیحی خدا کی مرضی پر چلنا چاہتے تھے۔ تو اُن کو ضرور تھا کہ تفرقوں کی طبیعت اور خاص جماعتوں کے رُکن ہونے کی شیخی سے کنارہ کریں کیونکہ یہ باتیں خداوند مسیح کی انجیل کے برخلاف ہیں اُن کے سامنے پولوس کے نمونے سے بھی ایک بڑھ کر نمونہ موجود ہے۔ پس ان کو لازم ہے کہ جو پرلے درجے کی کسر نفسی خدا کے بیٹے یسوع میں پائی جاتی ہے اسے مدِ نظر رکھیں اور سوچیں جب تک کہ اُن کے دل اُس کی تاثیر سے چمک نہ جائیں۔ کیا خداوند یسوع مسیح نے اپنی خودی سے اس وقت انکار نہیں کیا جب کہ انسانی شکل کو اختیار کرتے وقت اپنے ذاتی الٰہی حقوق کو کنارے رکھ دیا۔ اور اُن کو اپنے ساتھ اس طرح چمٹا کر نہ رکھا جیسا کہ کوئی شخص ایک نہایت بیش قیمت جواہر حاصل کر کے اپنی مٹھی سے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ کیا اس نے اس سے بھی بڑھ کر ایک اور کام نہیں کیا کہ جب گنہگار انسان کی خاطر اپنے آسمانی جلال اور الٰہی شان و شوکت کو اپنی ذات سے اُتار رکھ کر اپنے آپ کو جیسا کہ لکھا ہے خالی کر دیا بلکہ اپنے آپ کو اس سے بھی نیچا کر کے یہاں تک فروتنی اختیار کی کہ غلام کی شکل بن گیا اور یہاں تک فرمانبرداری کی کہ صلیبی موت کو اپنے اوپر گوارا کیا جب ہم یسوع مسیح کے اس اعلےٰ کام کی طرف نظر کرتے ہیں کہ اُس نے انسان کے لئے اپنے آپ کو اس طرح قربان کر دیا تو پھر دنیاوی بڑائی کے لئے کسی فخر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس امر کے

بارے میں جو تعلیم کہ اس خط میں دی گئی ہے وہ صاف اور قطعی ہے اور اس سے ہمارے دل میں یہ بات نقشین ہونی چاہئے کہ ہر طرح کا غرور جو ذات و قوم کے خیال سے دل میں پیدا ہوتا ہے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہو ہے کہ ہند کی کلیسیا میں اب اس سبق کی ضرورت نہیں رہی۔ قوم اور ذات کی تمیز اور تعصب سے ہند کی کلیسیا بہت کمزور ہو رہی ہے اور اس سے اور بہت سی خرابیاں بھی ہمیشہ نکلتی رہتی ہیں جو بات بغیر کسی شک و شبہ کے ایسی ہے جسکو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے آسمانی باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی ہے۔ اس بات کو رہنے دینے کیلئے کوشش کرنا بڑے خطرے اور نقصان کا باعث ہے۔ رُوحانی نئی پیدائش سے جو حق ہم کو حاصل ہوئے ہیں اُن کی قدر اور پروا کرنا آسمان کی شہریت میں جو مسیح کے باعث ہم کو دخل ہو گیا ہے اُس کو مستحکم کرنا اور ہر بات کی قدر و منزلت مسیح کی قربانی کے اعتبار سے کرنی ہم کو لازم و مناسب ہے۔ ہم خوب یاد رکھیں کہ رسول نے ہم کو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے اندر وہی مزاج پایا جائے جو یسوع مسیح میں بھی تھا اس مزاج کے اندر نہ انسانی غرور کو جگہ ہے اور نہ ذات پات کی جدائیوں کو کچھ دخل ہے یہ باتیں اس مزاج کے بالکل برعکس ہیں۔ پس مناسب ہے کہ ہم جسمانی اور دُنیاوی دستوروں سے بالکل ہاتھ دھوئیں۔ مسیح کی کلیسیا میں جس قدر انجیل کی مطابقت اور تابعداری پائی جائے گی اور جس قدر کہ اس کے اندر رُوحانیت کا اثر دُور تک پہنچیگا۔ اسی قدر وہ کلیسیا مضبوط اور قوی بنیگی۔ لیکن جب کوئی کلیسیا دُنیاوی مزاج پر چلتی ہے تو وہ کمزور اور جسمانی بن جاتی ہے۔

سوم۔ اس خط سے ہم کو فیاضی کا بھی سبق ملتا ہے۔ کیونکہ فلپی کے مسیحی دینے لینے کے بارے میں ہمارے لئے سخاوت اور فیاضی کا ایک بڑا نمونہ ہیں۔ جیسا کہ مقدونیہ کی اور ساری کلیسیاؤں نے کیا تھا ویسا ہی اُنہوں نے بھی خدا کے کام کے لئے اپنے مقدور کے موافق بلکہ اس سے بڑھ کر بھی چندہ دیا۔ یہ بات ہم کو کرنتھیوں کے دوسرے خط کے آٹھویں باب کی پہلی دوسری تیسری اور چوتھی آیتوں سے معلوم ہوتی ہے پھر

فلپیوں کے چوتھے باب کی پندرھویں اور سولھویں آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے پیارے رسول پولس کو اس بات کا ثبوت بہ ثبوت دیا کہ وہ انجیل کی ترقی کے لئے اپنے نفس کو مارنے کے لئے راضی تھے۔ پھر پہلے باب کی پانچویں آیت اور چوتھے باب کی دسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اُن کو ایک نیا موقع ملا تو اُنہوں نے بڑی خوشی سے فوراً اُسی کام کی ترقی کے لئے رومہ میں چندہ بھیجا۔ اُنہوں نے مسیح اور انجیل کے کام کے لئے اپنی مفلسی کی حالت میں بھی چندہ بھیجا اور خوشی کے ساتھ دیا۔ یہ کوئی نئی کلیسیا نہ تھی جس کی پرورش کے لئے غیر ملکوں کی کلیسیائیں چندہ بھیجیں بلکہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی جماعت مضبوط اور طاقتور تھی۔ اُس کی نگرانی کے لئے اُسقف اور اس کے مددگار ڈیکن انتظام کے موافق مقرر تھے۔ اور اس جماعت کا خرچ اپنی ہی آمدنی سے ہوتا تھا۔ اور وہ کسی اور کلیسیا کے بھروسے پر نہ تھی بلکہ اور مقاموں میں انجیل پھیلانے کے لئے بار بار چندے جمع کر کے روپیہ بھیجا کرتی تھی۔

اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ فلپی کی کلیسیا جو اس بارے میں دل کو اُبھارنے والا نمونہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ اسکے مقابلے میں ہند کی کلیسیا میں بڑی کمی ہے۔ اگرچہ ہم کو اس بات کے لئے تو خدا کا بڑا شکر کرنا چاہئے کہ انجیل کے کام میں اس ملک کے اندر ترقی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس بات کو روز بروز زیادہ تر سمجھتے جاتے ہیں کہ اپنی کلیسیا کا خرچ آپ اپنے ذمہ لینا اور اس کو اوروں کی مدد سے آزاد کرنا ہمارا فرض ہے۔ تاہم حقیقت حال پر لحاظ کر کے ہم کو اقرار کرنا واجب ہے۔ کہ ہمارے درمیان یعنی دیسی کلیسیا میں یہ بات اب تک بہت پھیل رہی ہے۔ اگرچہ افسوس کے لائق تو ہے کہ وہ انسانی طاقت پر تکیہ کرے اور روپیہ کے لئے دوسروں کی مدد پر بھروسہ رکھنے کی طرف بہت مائل ہے۔ ہم نے اب تک یہ بات نہیں سیکھی ہے کہ فلپیوں کی طرح خدا کے کام کے لئے اپنی طاقت کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ تر روپیہ دیں۔ اب

بے شک وہ وقت آگیا ہے۔ کہ جو غلطیاں ہم نے کیں ان کو خدا کے فضل سے ہم
اب بھول جائیں اور بدل ڈالیں۔ ہم بہت عرصہ تک پیچھے رہے۔ اب ہم کو لازم
ہے کہ مردوں کی طرح کام کریں۔ اے ہند کے مسیحی بھائیو۔ اگر ضرور ہو تو تم اپنی
مفلسی کی حالت ہی میں سے پرانے زمانے کے فلپیوں کی طرح جماعتوں کے خرچ
کے لئے اور انجیل کے پھیلانے کے لئے فیاضی کے ساتھ روپیہ خرچ کرو یہ
دھبہ اپنے اوپر نہ لگاؤ کہ یوگنڈا اور اور مقاموں کی نئی نئی کلیسیائیں تو خرچ کے
اعتبار سے یورپ کی کلیسیاؤں سے آزاد ہو گئی ہیں مگر ہند کی کلیسیائیں اب تک
اپنا بوجھ اوروں پر ڈالنے سے خوش ہیں۔ ہم خدا پر بھروسہ رکھ کر آگے قدم
بڑھائیں۔ ہم اس کام میں اس درجے تک روپیہ خرچ کریں کہ جب تک ہم کو
اس کا بوجھ معلوم ہونے لگے۔ پھر ہم کو اس وعدے کی حقیقت معلوم ہو جائیگی جو
پولس نے چوتھے باب کی انیسویں آیت میں فلپی کے فیاض مسیحیوں سے
کیا ہے کہ میرا خدا تمہاری ہر ضرورت کو یسوع مسیح کے جلال میں اپنی دولت کے
موافق پورا کریگا۔

چہارم۔ ہم کو اس خط سے روحانیت کے لئے بھی سبق ملتا ہے کیونکہ پولس
رسول کو جو مشکلیں پیش آئیں ان میں سے ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ مبادا وہ کلیسیائیں
جو ابھی نئی پیدا ہوئی ہیں سچی مسیحیت کی اس بڑی پہچان کو کہ آسمانی باپ کی پرستش
روح اور راستی کے ساتھ ہوا کرتی ہے چھوڑ چھاڑ کر ظاہری عبادت کے طریق
میں نہ پھنس جائیں۔ اس ستیاناس کرنے والی خرابی کے موجود ہونے اور
بار بار سر اٹھانے کا حال اگر ہم اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہیں تو ذرا گلتیوں اور کلسیوں
کے خطوں کو غور کے ساتھ پڑھیں۔ رسول اس خرابی سے اچھی طرح واقف تھا
اسلئے فوراً تاڑ گیا کہ اگر یہ غلطی اس کلیسیا میں پھیلی تو پھر اس میں سچی مسیحی زندگی
باقی نہ رہے گی۔ اس لئے اس نے ہمہ تن اس بات کی کوشش کی کہ وہ نہ صرف
بڑھنے نہ پائے بلکہ اس کی جڑ تک وہاں باقی نہ رہے۔ اگرچہ اس گمان کے لئے

ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ فلپی کی کلیسیا کے کسی ایسے خطرے میں پڑ جانے
کا کوئی خاص اندیشہ تھا۔ تاہم پولس نے اس خط میں اُن کو صاف صاف طرح
سے اس بات کے لئے خبردار کر دیا ہے۔ کیونکہ تیسرے باب کی دوسری اور
تیسری آیتوں میں جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس بات سے
چوکس رہنا۔ اور اُن معلموں کو بڑی خبرداری کے ساتھ دیکھتے رہنا جو جسمانی دستوروں پر
بڑا زور دیتے ہیں اور رسموں کے ماننے کے لئے بڑی تاکید کرتے ہیں۔ مگر ہم مسیحی
لوگ آدمیوں کے مقرر کئے ہوئے دستوروں اور روایتوں کے بموجب خدا کی
عبادت نہیں کیا کرتے بلکہ اس کی پرستش روح میں کیا کرتے ہیں۔ ہمارا فخر اس
میں ہے کہ ہم مسیح کے ہیں اور مسیح ہمارا ہے۔ اور ہم نہ تو جسم کا کچھ بھروسہ کرتے
ہیں۔ اور نہ اُن ظاہری دستوروں کو مانتے ہیں۔ جن کو بعض شخص اپنا اصل مذہب سمجھتے
ہیں۔ رسول نے اس طرح یہ باتیں فلپی کے مسیحیوں کو اپنے خط میں تحریر کی ہیں۔ کیونکہ
اس کو اپنے ذاتی تجربے سے یہ بات خوب طرح معلوم تھی کہ ظاہری دستور اور
رسمیں گو کیسے ہی بھاری اور قدیم اور بڑے کیوں نہ ہوں تاہم ان کے درمیان اور
مسیح خداوند کے ساتھ روح القدس کی مدد سے زندہ لگاؤ اور رفاقت رکھنے کے
درمیان زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔ گلتیوں کے خط کے پانچویں باب کی چوتھی
آیت میں اُس نے یہ کہا ہے کہ میری رائے میں روحانی مذہب کو چھوڑ کر جسمانی
دستوروں میں پھنس جانا ایسا ہے کہ جیسا کہ خدا کے فضل سے منہ موڑنا جو ایک
بڑا مہلک امر ہے۔ اس لئے پولس کا فرض تھا کہ اپنے نو مریدوں کو اپنا حق بڑی
وفاداری سے ادا کرنے کے لئے اس خطرے سے اُن کو خبردار کرے۔ کہ یہ بڑے
چپکے چپکے حملہ کرتا ہے اور روح کو ہلاک کرنے والی شے ہے۔ اصل مذہب یہ ہے کہ
مسیح کو پوری طرح سے جاننا اور اس کی قیامت کی قوت کو معلوم کرنا اور اُس کی
مصیبتوں میں اس کے ساتھ شریک ہونا ان باتوں کے سوا اور جتنی باتیں ہیں
واہی ہیں۔ جیسا پولس نے گلاتیہ اور فلپی اور کلوسی کی کلیسیاؤں کو خبردار کیا تھا اسی

طرح ہند کی کلیسیا کو بھی کرنا ضرور ہے۔ کیونکہ ہند میں بھی ہندوؤں اور محمدیوں کے
مذہبوں کی ظاہری رسموں کا بادل ہمارے چاروں طرف چھا رہا ہے۔ مسلمانوں
میں نماز اور روزے اور ضروری فرائض کے ادا کرنے کے ظاہری روزمرہ دستور
ہیں جو خدا باپ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کی رفاقت کی جگہ پھیل گئے ہیں اور
ہندوؤں کے مذہب کی یہ کیفیت ہے کہ ظاہری رسموں کے ایک بڑے بھاری
سلسلے اور بت پرستی کے ساز و سامان نے لوگوں کے بیرونی حواسوں کو فریفتہ
کر رکھا ہے۔ ان دونوں مذہبوں کے طریقوں سے جو خوف و خطرے کہ ہند کے مسیحیوں
کو ہیں ان سے ہم کو ہرگز غافل رہنا نہ چاہیئے۔ ہم کو بھی فلپی کی کلیسیا کی طرح خبردار
رہنا ضرور ہے کہ مبادا ان ظاہری نشانوں اور بیرونی رسموں سے ہمارے ایمان کی
آنکھیں دھندلی ہو کر خدا کے چہرے کو ہماری باطنی نظر سے چھپا نہ دیں۔ ہماری
سچی دانائی اسی بات میں ہے کہ اس ملک کے غیر مسیحی مذہبوں کے جو ظاہری
کے طریق ہیں اور انجیل کی جو اصلی روحانی صورت ہے ان دونوں میں خوب طرح
تمیز کریں۔ پس لازم ہے کہ ہم مسیحی کلیسیا کے لوگ روحانی مذہب کے جھنڈے
کو ہمیشہ بلند رکھیں۔ اور باہری علامتوں سے کنارہ کریں جو صرف آنکھوں کو خوبصورت
معلوم دیتی اور غیر مسیحی لوگوں کو اردگرد کی بت پرست قوموں کی ظاہری رسومات
جیسی نظر آتی ہیں۔ غرض پولس رسول نے جو کلام ہم کو دیا ہے کہ ہم اس کو ہمیشہ مدنظر
رکھیں اس کو قبول کر کے اس پر عمل کریں اور وہ کلام یہ ہے کہ ہم تو روح میں خدا کی
پرستش کرتے اور یسوع مسیح میں خوشی مناتے اور جسم کا بھروسہ نہیں کرتے۔

دوسرا سبق جو اس خط سے ہم کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ مسیحی زندگی کی موزونی ہے
انسان کی طبیعت کا میلان ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ایمان کچھ اور عمل کچھ اور۔ ہند
میں یہ بات جس قدر دیکھنے میں آتی ہے اس قدر اور کسی ملک میں نہ ہوگی۔ یہاں
ہندوؤں میں یہ دستور پشت در پشت چلا آیا ہے۔ کہ جو دینی مسئلے وہ مانتے ہیں
ان سے ان کی زندگی اکثر اوقات مختلف ہوتی ہے۔ ادھر تو ظاہرا صدق دلی کے ساتھ

اخلاق کے سکھانے والے شاعروں کی ایسی ایسی نظمیں سناتے ہیں جن میں
بت پرستی کی سخت برائی ہوتی ہے۔ ادھر جا کر بتوں کے مندروں میں پوجا کرنے
لگتے ہیں۔ یہ انسان کی طبیعت کے ناموزوں ہونے کی ایک عجیب مثال ہے
اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کے عقیدوں کی اصلیت کا کچھ اعتبار نہیں۔

فلپیوں کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی کلیسیا میں بھی اس قسم کی
خرابی موجود تھی۔ اسی لئے رسول نے اس بارے میں انکو اپنی صاف اور بے شبہ
تحریر سے خبردار کر دیا ہے۔ جیسا کہ تیسرے باب میں سترھویں آیت سے انیسویں
تک ثابت ہوتا ہے فلپی کی کلیسیا میں بھی اور اور کلیسیاؤں میں بھی پولس رسول
کے زمانے میں ایسے شخص تھے اور ان کا شمار کچھ تھوڑا نہ تھا جو مسیحی ایمان کا
اقرار تو زبان سے کرتے تھے مگر جس طرح کی زندگی وہ گزارتے تھے اس سے
وہ مسیح کا انکار کرتے تھے۔ پولس جب ایسے شخصوں کا حال لکھتا ہے تو رو رو
کے بیان کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان بیشمار لوگوں کی نسبت جو کھلم کھلا بے ایمان ہیں انجیل
کے حق میں زیادہ نقصان پہنچانے والے ہیں۔ ایسے لوگ سب سے بڑھ کر
اور بلاشبہ مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں۔ ایسے سارے ناپاک مسیحیوں پر ایک
بڑی خوفناک سزا آنے والی ہے کیونکہ اس کا انجام ہلاکت ہوگا اگر یہ انجیلی دشمن
دھوکے باز پیدا ہی نہیں ہوتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔

اے ہند کے مسیحی بھائیو۔ یاد رکھو کہ خدا نے ہم کو اس لئے اپنی کلیسیا میں
بلایا ہے کہ ہم پاکیزگی کی چال چلیں ہم خبردار رہیں کہ ہمارا ایمان کچھ اور اور عمل کچھ اور نہ
ہو۔ حقیقت میں کوئی شے اس سے بڑھ کر مسیحیت کے برخلاف نہیں ہے کہ
ہم زبان سے تو مسیحی ایمان کا اقرار کریں اور ہماری زندگی جو مسیحیت کے بغیر۔ اس
ملک میں جہاں عقیدے اور عمل کے باہم بڑا اور خطرناک فرق ہے لازم ہے کہ
مسیحی کلیسیا سارے ملک کے سامنے خدا کی طرف سے سچے مسیحی مذہب کی
اصلیت کی گواہ بنی رہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہماری روشنی سب آدمیوں کے سامنے

چمکتی رہے تاکہ اُن کو معلوم ہو کہ جیسا ہمارا اقرار و عقیدہ ہے ویسے ہی ہم ہیں بھی۔ اور جو ہم زبان سے مانتے ہیں اُسی پر ہمارا عمل بھی ہے۔ ہم لوگوں پر یہ بات ثابت کر دیں کہ ہم کو ایک نئی قوت ملی ہے یعنی خدا کی وہ قوت جس سے ہماری زندگیاں پاکیزہ ہو گئی ہیں۔ اور ہمارے ارادوں کے تصور نئے بن گئے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارے خداوند کا جلال ہوگا اور ہم دُنیا میں خوشی و ترقی کے باعث ہوں گے۔

۸- اس خط کے مضامین کا خلاصہ غور کیلئے

اس خط کے پڑھنے والوں سے ہماری درخواست یہ ہے کہ وہ اس خط کو کئی مختلف نظر سے غور کے ساتھ پڑھیں تاکہ جو تعلیم اس میں بھری ہوئی ہے اُس کی خوبی اُن کی سمجھ میں آ سکے۔ اس لئے ان کی مدد کے لئے ہم یہاں اس خط کے مختلف مضمون کی ایک فہرست لکھ دیتے ہیں۔ جو شخص اس خط کو بغور مطالعہ کرے گا اس کو ان کے سوا اور بھی بہت سی باتیں خیال میں آئیں گی۔ پہلے مضمون کا خلاصہ تو ہم نے کسی قدر طوالت کے ساتھ لکھا ہے تاکہ اس کے نمونے سے فائدہ حاصل ہو۔ مگر باقیوں کو بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ مگر طالب علم اپنی طرف سے آپ اسی طرح پر بڑھا سکتا ہے۔

الف- ایک بڑا مضمون اس خط کا یہ ہے کہ ہم کو مسیح میں خوش رہنا چاہئے

اوّل باب - خدمت کی خوشی۔ اس بات کے سبب خوش ہونا کہ ہم خدا کے خادم ہیں۔

(۱) دعا میں خوش ہونا۔ پہلی آیت سے گیارھویں آیت تک۔ اس میں یہ بات بڑی غور کے لائق ہے کہ خدمت میں دعا کا درجہ پہلا ہے۔ اس مضمون میں اوّل تو پہلی و دوسری آیتوں میں دعائے خیر ہے۔ پھر دوم تیسری آیت سے گیارھویں تک مناجات ہے۔

(۲) قیدخانے میں بھی خوشی کرنا۔ بارھویں آیت سے چھبیسویں آیت تک۔

اوّل - بیڑیوں میں ہونے کے باوجود - بارھویں آیت سے چودھویں تک۔

دوم - مخالفوں کے باوجود - پندرھویں آیت سے اٹھارھویں تک۔

سوم - آئندہ کے بارے میں کہ کیا حال ہونے والا ہے۔ شک و شبہ میں رہنے کے باوجود - اُنیسویں اور چھبیسویں آیتیں۔

(۳) اپنے ارادے میں خوش رہنا - اکیسویں آیت تک۔

اوّل - دل میں خوب طرح سوچ کر پسند کرنا - اکیسویں آیت سے چوبیسویں تک۔

دوم - خوشی کے ساتھ بھروسہ رکھنا - پچیسویں اور چھبیسویں آیتیں۔

سوم - آسمانی باشندوں کی طرح زندگی گزارنا - ستائیسویں آیت سے تیسویں تک۔ آسمانی شہر کے باشندوں کا سا چال چلن اوروں کے ساتھ شریک ہو کر کام کرنا - ستائیسویں آیت اور انجیل کی خاطر جد و جہد کرنا - اٹھائیسویں آیت سے تیسویں آیت تک۔

دوسرا باب - قربانی کی خوشی - خدا کی قربانگاہ کی خوشی - سب سے زیادہ خوشی نیچے درجے تک گھٹانے میں پیدا ہوتی ہے۔

(۱) اپنے آپ سے انکار کرنے کی خوشی پہلی آیت سے گیارھویں تک برکت حاصل کرنے کے لئے دل کی درست حالت ان خوبیوں سے ہوتی ہے۔

اوّل - محبت کا مزاج اور یک دلی - پہلی اور دوسری آیتیں۔

دوم - فروتن اور غریب مزاج - تیسری آیت۔

سوم - اوروں کے حال کا فکر رکھنا - چوتھی آیت۔

چہارم - مسیح جیسا مزاج رکھنا - پانچویں آیت سے لے کر گیارھویں تک اُس کا اپنے آپ کو پست کرنا چھٹی آیت سے آٹھویں تک۔ اُس نے کس طرح اپنے آپ کو درجہ بدرجہ نیچے کیا۔ اوّل اُس نے اپنے نفس سے انکار کیا چھٹی آیت۔ دوم - اُس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا - ساتویں آیت سوم اُس نے اپنے آپ کو پست کر دیا - آٹھویں آیت۔

اُن کا سرباب ہونا نویں آیت سے گیارھویں آیت تک۔ کس طرح وہ درجہ بدرجہ بلند ہوا۔ اوّل۔ اُونچے درجے کی بلندی۔ نویں آیت۔ دوم۔ سب سے اعلیٰ عزت۔ نویں آیت۔ سوم۔ ساری چیزوں کا اُس کے تابع ہو جانا۔ دسویں اور گیارھویں آیتیں۔

(۲) پولس کا اپنے آپ کو قربان کرنے میں بھی خوش ہونا۔ بارھویں آیت سے اٹھارھویں آیت تک۔

اوّل۔ نومریدوں کے لئے اس کا فکر۔ بارھویں آیت سے چودھویں آیت تک۔

دوم۔ نومریدوں کا خیال کر کے اُس کا دل میں خوش ہونا۔ پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں۔

سوم۔ نومریدوں کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنا۔ سترھویں اور اٹھارھویں آیتوں میں۔

(۳)۔ ہمدردی میں خوشی کرنا۔ انیسویں آیت سے تیسویں آیت تک۔
پولس کا نومریدوں کے لئے بڑی دلسوزی کے ساتھ فکرمند ہونا۔ اور اپنے دوستوں کے لئے اُس کی محبت۔ اور اُن کا ایک دوسرے سے محبت کرنا۔ دو خاص شخص جن کو پولس نے فلپیوں کے پاس انجیل کے کام کے لئے اپنی طرف سے بھیجا۔

اوّل تیمتھیس بڑا سرگرم مشنری۔ انیسویں آیت سے چوبیسویں تک۔ اُس کے بھیجنے کی تجویز (انیسویں آیت میں) اس کی واقعی ہمدردی (بیسویں اور اکیسویں آیتوں میں) مشنری کام میں اُس کی سرگرمی جو خوب طرح ثابت ہو چکی ہے (بائیسویں آیت سے چوبیسویں تک)۔

دوم۔ اپفرودتس۔ پولس کے ساتھ محبت رکھنے والا خادم (پچیسویں آیت سے تیسویں تک) اُس کا اپنے کام میں بڑا کھرا ہونا (پچیسویں آیت میں)

اُس کی دلسوزی اور بیماری (چھبیسویں اور ستائیسویں آیتوں میں) اُس کا لائق وفایق ہونا (اٹھائیسویں اور اُنتیسویں آیتوں میں) اُس کی وفاداری کا حال (تیسویں آیت میں)

تیسرا باب۔ رُوحانی خوشی یعنی وہ خوشی جو خدا کی رُوح سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) مسیح کی خاطر کل چیزوں کا نقصان گوارا کرنا۔ پہلی آیت سے گیارھویں تک۔

اوّل۔ رُوحانی خوشی (پہلی آیت میں)۔

دوم۔ رُوحانی مذہب (دوسری آیت سے چوتھی آیت تک)

سوم۔ رُوحانی نفع (پانچویں آیت سے نویں تک)

چہارم۔ رُوحانی اُمنگ (دسویں اور گیارھویں آیتوں میں)

(۲)۔ انعام کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے آگے بڑھتے جانا (بارھویں آیت سے سولھویں تک)

اوّل۔ فی الحال کہاں تک پہنچ گیا ہے۔ (بارھویں آیت میں)۔

دوم۔ دانستہ ہیں کر آگے بڑھتے چلے جانا (تیرھویں اور چودھویں آیتوں میں) پیچھے کی چیزوں کو بھول جانا۔ آگے کی طرف تاکنا۔ آگے کی طرف دوڑتے چلے جانا۔

سوم۔ کارگر صلاح (پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں)

(۳) ہمیشہ خداوند کی انتظار میں رہنا (سترھویں آیت سے اکیسویں تک)

اوّل۔ فلپیوں کو نصیحت کہ پاکیزہ طرح سے زندگی گذاریں (سترھویں آیت سے اکیسویں تک) مسیحی چال (سترھویں آیت میں) غیر مسیحی چال (اٹھارھویں اور انیسویں آیتوں میں)

دوم۔ اُمنگ کے ساتھ منتظر رہو (بیسویں اور اکیسویں آیتیں)
آسمانی شہریت (بیسویں آیت میں) مسیح کے آنے کا انتظار (بیسویں آیت میں) حالت کا بدل جانا (اکیسویں آیت میں)۔

چوتھا باب۔ دل کو آسودہ کرنے والی خوشی۔ دل کے خدا سے آسودہ ہو جانے

کی خوشی ۔ اسبات کے تین نشان ہیں۔

اوّل ۔ آرام و اطمینان (چھٹی ۔ ساتویں اور نویں آیتوں ہیں)

دوم ۔ قوت ۔ (تیرھویں آیت ہیں)۔

سوم ۔ بہتات (اٹھارھویں اور انیسویں آیتوں ہیں)۔

(ا) ۔ فرمانبرداری میں خوشی کرنا (پہلی آیت سے نویں تک) یہ امر غور کے لائق ہے کہ پیچھے مسیحی کی خوشی دل کی ساعت بھاری نصیحتوں سے وابستہ ہے۔

اوّل ۔ خداوند میں مضبوط رہنا (پہلی آیت)

دوم ۔ خداوند میں یک دل رہنا (دوسری آیت)

سوم ۔ انجیل کے کام میں محنت کرنے میں اُن کی مدد کرنا (تیسری آیت) (پھر ان سب کے درمیان خوشی ہونے کے لئے نصیحت آتی ہے)

چہارم ۔ تمہاری نرمی سب پر ظاہر ہو (پانچویں آیت)

پنجم ۔ کسی بات کے لئے فکرمند نہ ہو (چھٹی اور ساتویں آیتیں)۔

ششم ۔ ان باتوں کا خیال رکھو (آٹھویں آیت)

ہفتم ۔ وہ باتیں کرو جن کی تعلیم تم نے پائی ہے (نویں آیت)

(۲) ۔ بہتات کی حالت میں خوشی کرنا (دسویں آیت سے تئیسویں آیت تک)۔

اوّل ۔ اس کا سبب (دسویں سے تیرھویں آیت تک)

دوم ۔ اس کا نتیجہ ۔ (چودھویں آیت سے اٹھارھویں تک) ۱۔ رفاقت (چودھویں آیت سے سولھویں تک) ۲۔ پھل (سترھویں آیت) دل کی سیری (اٹھارھویں آیت)

سوم ۔ رفع احتیاج (انیسویں اور بیسویں آیتیں) سلام (اکیسویں سے تئیسویں آیت تک)

ب ۔ اس خط کا ایک اور بڑا مضمون یہ ہے کہ مسیحیوں کی شہریت کہاں کی ہے۔

اوّل باب ۔ کس شہر کے باشندے اور ان کی جنگی خدمت (پانچویں ۔ ساتویں

بارھویں ۔ سترھویں اور ستائیسویں آیتوں کو پڑھو)۔

اس امر کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جن لوگوں کو رومہ کی شہریت کا حق حاصل ہوتا تھا ۔ وہ لڑائی کے وقت جنگی خدمت کے لئے طلب کئے جا سکتے تھے اور ان کو ضرور ہوتا تھا کہ سلطنت کے بچانے میں مدد دیں۔

دوسرا باب ۔ شہر والے اور شہریت کے اعتبار سے اس کا چال و چلن اس امر کے لئے ان میں یہ وصف ہونے درکار تھے۔

اوّل ۔ اتفاق (دوسری آیت)

دوم ۔ فروتنی (تیسری آیت)

سوم ۔ اپنے نفس کا خیال نہ کرنا (چوتھی آیت وغیرہ)

چہارم ۔ قناعت (چودھویں آیت)

پنجم ۔ بیگناہی (پندرھویں آیت)

ششم ۔ بے عیبی (پندرھویں آیت)

ہفتم ۔ گواہی (پندرھویں اور سولھویں آیتیں)

ہشتم ۔ بشاشی (اٹھارھویں ۔ اٹھائیسویں اور انتیسویں آیتیں)

تیسرا باب ۔ شہر کے باشندے اور اُن کے خاص استحقاق ۔ اس کے متعلق یہ یاد رہے کہ رومہ شہر کے باشندے ہونے کا حق تین طریق سے حاصل ہو سکتا تھا۔

اوّل تو پیدائش سے جیسا کہ پولس رسول کو حاصل تھا (اس کے ثبوت میں اعمال کے بائیسویں باب کی اٹھائیسویں آیت کو دیکھو)

دوم ۔ خریدنے سے جیسا کہ فلپیوں کو حاصل تھا ۔ یہ حق ایسا ہوتا تھا جیسا کہ ہم مسیحیوں کو خدا کے متبنّٰی فرزند بن جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا مناسب ہے کہ رومہ کے باشندوں کو تین بڑے استحقاق ہوا کرتے تھے اوّل تو سزا پانے سے بری ہونا جیسا کہ اعمال کے بائیسویں باب کی پچیسویں آیت اور رومیوں کے خط کے آٹھویں باب کی پہلی آیت سے عیاں ہے۔

دوم۔ قیصر کو اپیل کرنے کا اختیار جیسا کہ اعمال کے پچیسویں باب کی گیارھویں آیت اور اوّل کرنتھیوں کے چوتھے باب کی تیسری اور چوتھی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

سوم۔ جب قیصر فتحیابی کے بعد بڑی شان و شوکت کے ساتھ روم کو واپس آتا تھا اس وقت کی عزت و جلال میں شریک ہونا۔ اس امر کے لئے کلسیوں کے خط کے تیسرے باب کی چوتھی آیت کو دیکھو۔

اب اس باب میں فلپیوں کی باتوں پر غور کرو۔

اوّل۔ رومی عزت کا لباس جو چغہ ہوتا تھا وہ یہاں مسیح کی راستبازی ہے۔ اس کے لئے تیسری اور نویں آیتوں کو دیکھو۔

دوم۔ قیصر کی فتحیابی کی شان و شوکت کی جگہ یہاں جسم کی قیامت ہے۔ اس کے لئے دسویں، گیارھویں اور اکیسویں آیتوں کو دیکھو۔

سوم۔ جو انعام و اکرام رومیوں کو ملا کرتے تھے اُن کے عوض میں یہاں وہ انعام ہے جس کا ذکر بارھویں اور چودھویں آیتوں میں آیا ہے۔

چوتھا باب۔ شہر کے باشندے اور اُن کے خاص فرائض۔ اس کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ روم شہر کے باشندوں کو بعض بعض محصول دینے پڑا کرتے تھے اور سلطنت کے متعلق جو جنگ ہوا کرتی تھی اس کے واسطے چندہ دینا اور سپاہ میں بھرتی ہو کر لڑائی پر جانا ان کے ذمہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے عوض میں اُن کو تقویت دینے اور سنبھالنے کے لئے قیصر کی قوّت اور سلطنت کے سارے سامان اُن کی پشت پناہ ہوا کرتے تھے۔

ج۔ فلپیوں کے خط کا ایک اور بڑا مضمون مسیحی خصلت ہے۔

چنانچہ پہلے باب میں یگانگت کی طبیعت کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں فروتنی کی طبیعت کا بیان۔ تیسرے باب میں پاکیزگی کی طبیعت کا تذکرہ ہے۔ چوتھے باب میں فیاضی کی طبیعت کا بیان ہے۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ

اوّل۔ تو جیسا کہ پہلے باب کی چھٹی اور ساتویں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے ایسا دل جس کو بھروسے کے ساتھ یقین ہو اور وہ خدا پر اس بات کا تکیہ کرتا ہو کہ جو کام اس

نے شروع کیا ہے اُسے وہ انجام تک پہنچائے گا۔

دوم۔ ایسا دل کہ جو کل جماعت کے متحد ہو کر ایک بدن بن جانے کا قائل ہے اور سب لوگ خدا کی خدمت کے لئے باہم شریک ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں دوسرے باب کی دوسری آیت اور تیسرے باب کی سولھویں آیت اور چوتھے باب کی دوسری آیت ملاحظہ طلب ہیں۔

سوم۔ وہ دل جس میں مسیح جیسی فروتنی ہو اور اپنے آپ کو خدا کے جلال کی خاطر فروتن کرتا ہو۔ اسکے لئے دوسرے باب کی پانچویں آیت کو دیکھو۔

چہارم۔ ایسا دل جو کہ برابر ترقی کرتا جاتا ہو۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے خدا کے انعام کی حد تک جا پہنچے۔ اس بارے میں تیسرے باب کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں آیتوں کو دیکھو۔

پنجم۔ وہ دل جس میں سخاوت کی عادت ہو اور وہ خدا کے کام کی ترقی کے لئے دیتا ہو۔ اس کے لئے چوتھے باب کی دسویں اور اور آیتوں کو بھی دیکھو۔

فلپیوں کے نام

پولس رسول کا خط

خطاب

اس خطاب کی سب سے پرانی طرز صرف یہ ہے کہ فلپیوں کی طرف یا اُن کے نام بلکہ فلپیوں کے بجائے فلپیشیوں کا لفظ آیا ہے۔ اور یہ لفظ کلمہ صفت ہے۔ جو چوتھے باب کی پندرھویں آیت میں آیا ہے اور بزرگ بشپ پالی کارپ نے جو ایک مشہور خط اسی کلیسیا کے نام لکھا تھا اس کی پیشانی میں بھی یہی لفظ کام آیا ہے۔ اس خط کا ذکر ہم نے اپنے دیباچہ میں کیا ہے۔

باب اوّل

آیات ۱-۲- ان میں ابتدائی سلام درج ہے

۱- مسیح یسوع کے بندوں پولس اور تیمتھیس کی طرف سے فلپی کے سب مقدسوں کے نام جو مسیح یسوع میں ہیں نگہبانوں اور خادموں سمیت۔

مسیح یسوع۔ سب سے پرانے قلمی نسخوں کے مطابق ان دونوں لفظوں کی یہی ترتیب ٹھیک ہے۔ اور پولس رسول ان لفظوں کو زیادہ تر اسی ترتیب میں استعمال کیا کرتا ہے۔ اس ترتیب میں جو زور کہ لفظ مسیح یعنی مسیح بادشاہ پر دیا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے اختیار

پر نفاذ کریں اور یہ امر اُس خیال کے موافق ہے جو اس آیت سے پیدا ہوتا ہے یعنی اُس کا حق ہے کہ اپنے غلاموں پر حکومت کرے۔

بندہ ول یعنی غلاموں جیسا کہ رومیوں کے پہلے باب کی پہلی آیت اور دوسرے کرنتھیوں کے چوتھے باب کی پانچویں آیت اور گلتیوں کے پہلے باب کی دسویں آیت اور ططس کے پہلے باب کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے پولس کو یہ لفظ اپنی بابت کام میں لانا بہت پسند تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے آپ کو اپنے ازلی مالک خدا اور اُسکے فرزند کے مطلق میں بالکل سپرد کر دیا تھا اور اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ مسیح کا حق ہے کہ وہ ایسی مطلق بندگی یا خدمت جس کا صرف خدا ہی حقدار ہے حاصل کرے۔ رومیوں کے دستور کے موافق غلام اپنے آقا کی ملکیت اسی طرح پر ہوا کرتا تھا جیسا کہ اُس آقا کا مال و اسباب اُس کی ملکیت ہوتا تھا کہ جس طرح اُس کی مرضی چاہے اُسے کام میں لائے۔ رومیوں کے خط کے چھٹے باب کی سولھویں آیت سے بائیسویں تک اور بارھویں باب کی پہلی آیت اور پہلے کرنتھیوں کے چھٹے باب کی انیسویں اور بیسویں آیتوں سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ نئے عہدنامہ کے بموجب ہر مسیحی اپنے آپ کو مسیح کی مرضی کے بالکل تابع کر دینا منظور کرے۔

پولس۔ جیسا کہ تھسلنیکیوں کے پہلے اور دوسرے خطوں میں اور فلیمون کے خط میں ذکر ہوا ہے۔ اور اس خط میں بھی رسول کا لفظ جو پولس کے عہدے کا لقب ہے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پولس کے اختیار کے بارے میں فلپی کی کلیسیا میں کسی کو کلام نہ تھا۔ پس پولس کو ضرورت نہ تھی کہ جب وہ اپنے ایسے وفادار اور محبت کرنے والے دوستوں کے نام خط لکھے تو اپنے منصبی خطاب کے ساتھ لکھے۔ اعمال کے تیرھویں باب

له اس لفظ بندے کا مقابلہ عبداللہ یا غلام کے ساتھ بھی کرو جو بعض مصریوں کے ناموں میں اول جزو ہوا کرتا ہے۔ مثلاً عبدالخالق۔ بعض وقت اسے انسانی نام کے ساتھ بھی لگا دیتے ہیں جیسے عبدالعلی یا غلام محمد۔ مگر اس کو وہ مصری جو پکے مسلمان ہیں مشرک سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں خالق کی پرستش نہیں بلکہ ایک مخلوق کی پرستش پائی جاتی ہے اور ان کا یہ خیال صحیح ہے۔

کی نویں آیت کے بعد یہ رسول ہمیشہ برابر پولس کے نام سے مشہور ہے۔ یا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اُس کو یہ نام اس وقت اول دیا گیا تھا یا یہ سبب ہو کہ جیسا مقدس اگسٹین کا خیال ہے کہ اس نے یہ نام اپنی عجز و انکساری ظاہر کرنے کے لئے پسند کیا تھا کیونکہ یونانی زبان میں اس لفظ کے معنی ہیں نالائق یا شاید یہ سبب ہو کہ جیسا بزرگ جیروم کا یقین ہے کہ جب سرجیوس پولس ایک رومی افسر مسیح پر ایمان لایا تو اس نے اس کا نام یادگار کی طرح اختیار کر لیا تھا۔ یا یہ سبب ہو جو بہت غالب ہے کہ اس کے بچپن ہی سے اُس کے عبرانی نام ساؤل کے ساتھ یہ غیر قومی نام پولس بھی چلا آتا تھا۔ اور یہ بات یہودیوں کے اُس زمانے کے عام رواج کے مطابق تھی۔ پس جس وقت کہ یہ رسول آگے کے لئے خصوصاً غیر قوموں کا رسول ٹھہرا تو اُس نے اپنے اس نام کو ترجیح دینا مناسب سمجھا۔

تیمتھیس۔ یہ نہایت درجے غالب ہے کہ یہ شخص اُس وقت مسیح پر ایمان لایا تھا جب پولس رسول اول مرتبہ لسترہ شہر میں گیا تھا۔ (اس بارے میں تیمتھیس کے دوسرے خط کے تیسرے باب کی دسویں اور گیارھویں آیتوں اور پہلے خط کے پہلے باب کی دوسری آیت کا۔ اعمال کے چودھویں باب کی اکیسویں اور بیسویں آیتوں اور سولھویں باب کی پہلی اور دوسری آیتوں سے مقابلہ کر کے دیکھو) اور اعمال کے پندرھویں باب کی اکتالیسویں۔ چالیسویں اور اکتالیسویں آیتوں اور سولھویں باب کی پہلی دوسری اور تیسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس رسول نے برنباس۔ یا جان مرقس کی جگہ اس شخص کو اپنا ساتھی بنایا۔ اس کو فلپی کی کلیسیا کے ساتھ شروع ہی سے بڑا گہرا تعلق رہا۔ اعمال کے سولھویں باب کی تیسری۔ چوتھی۔ دسویں۔ گیارھویں اور بارھویں آیتوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ جب رسول وہاں اول مرتبہ گیا تو یہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور پھر اعمال کے انیسویں باب کی بائیسویں آیت اور بیسویں باب کی تیسری چوتھی اور چھٹی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کے بعد کم از کم دو دفعہ پھر وہاں گیا۔ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ وہ اور کئی بار وہاں گیا۔ اس

خط کے دوسرے باب کی انیسویں آیت سے بائیسویں آیت تک معلوم ہوتا ہے
کہ وہ وہاں ایک بار اور جانے کو تیار تھا۔

اس خط کے شروع میں جہاں پولس نے فلپیوں کو سلام کہنے میں تمتھیس
کو اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ اس کے سوا اور جو پیغام اس خط میں رسول نے
فلپیوں کو بھیجا ہے اس میں تمتھیس کا کچھ دخل نہیں ہے۔ بلکہ باقی جس قدر ہے وہ
پولس کی عبارت ہے۔ چنانچہ اُس نے یہ سب صیغۂ واحد میں لکھا ہے۔

مقدسوں۔ جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے اس کے اصلی معنے ہیں کسی شے
کی تقدیس کرنا یعنے گناہ کی باتوں سے خدا کے لئے علیحدہ کر دینا۔ سارے مسیحی اس
لئے بلائے گئے ہیں کہ وہ مقدس بنیں۔ اور نئے عہدنامے میں یہ بات ایسی مان
لی گئی ہے۔ کہ گویا وہ ایک صاف حقیقت ہے اور اس میں کسی کو جائے کلام
نہیں ہے۔ اور یہی خیال کر کے کہ وہ سب ایسے ہی ہیں جیسا کہ وہ اپنے بارے
میں اقرار بھی کرتے ہیں اُن کو اس لفظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ خدا کا جو مطلب
اور انتظام ہے اُس پر لحاظ کر کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات محال ہے کہ کوئی شخص
اپنے آپ کو کہے تو مسیحی اور ہو وہ ناپاک اس وجہ سے اس لفظ سے مراد وہ سارے
شخص ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ تعلق رکھنے کا عہد کیا ہے۔ بشرطیکہ جیسا وہ زبان
سے اقرار کرتے ہیں ویسے وہ در اصل ہوں بھی۔ اگر مسیحی ایمان کو مسیحی عمل سے
منقطع کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ تو یہ لفظ اور اُس کے معنی اس کے مخالف ہیں۔
چونکہ ان لوگوں کی طبیعت عموماً اس بات پر مائل رہی ہے کہ مذہب کی جو حکیمانہ
خاصیت ہے۔ وہ تو بے شک قدر و منزلت کے لائق ہے مگر اس کی اخلاقی
اور عملی خاصیتوں پر کچھ لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے۔ پس ایسے ملکوں میں مقدس لفظ
کا جو اصلی خیال ہے اس پر بڑا زور دینے کی ضرورت ہے۔

مسیح یسوع میں۔ یہ ہماری پاکیزگی کا چشمہ اور دائرہ بھی ہے۔ ہم صرف

۱ نوٹ۔ مقام کے لفظ سے مراد ہے وہ مقام یا گروہ جس میں کوئی شخص رہتا ہے۔ وہ دوسرے [illegible]

اس طرح مقدس ہوتے اور رہ سکتے ہیں کہ اُس میں جو قدوس ہے زندہ رہیں اور ایمان
کے فضل کے وسیلے اُس میں قائم رہیں۔ مسیحی مذہب یا مسیحی کلیسیا میں ہونا تو ایک اور
بات ہے اور مسیح یسوع میں ہونا ایک اور ہی شے ہے۔

نگہبانوں اور خادموں سمیت۔ جس قرینے سے رسول نے یہ لفظ لکھے ہیں اُس
سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ کلیسیا میں کسی طرح کا پادریانہ عہدہ رکھتے ہیں۔ اُن سے وہ لوگ جو
دنیادار ہیں یا دنیاوی کام کرتے ہیں مقدم ہیں۔ رسول نے پادریوں کو ان سے علیحدہ لکھا ہے
اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ مقدسوں کے لفظ میں تو اُن کے ساتھ شامل ہیں۔ تاہم
اپنے عہدے کے اعتبار سے وہ اُن سے علیحدہ ہیں اس لئے کہ وہ وہ شخص ہیں جو
جماعت میں سے اس کام کے لئے چن لئے گئے ہیں کہ جماعت کے متعلق جو مختلف
خادمانہ کام ہیں ان کو بجا لائیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اُن کے علیحدہ ذکر کئے جانے کی وجہ
یہ ہے کہ جو چندہ پولس رسول کے پاس اپفرودتس کے ہاتھ بھیجا گیا تھا اُس کو انہوں
ہی نے جمع کر کے رسول کے پاس روانہ کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ کلیسیا کے عہدہ دار تھے
مگر یہ خیال بہت مشتبہ ہے۔ غالباً اُس ابتدائی زمانے میں بشپ یا نگہبان کا لفظ سارے
پریسبٹروں یعنی کلیسیا کے بزرگوں کے لئے کام میں آتا تھا۔ اس کے لئے اعمال کے
بیسویں باب کی سترھویں اور اٹھائیسویں آیتیں قابل غور ہیں۔ ڈیکن کا لفظ جس کا ترجمہ
ہم نے یہاں خادم کیا ہے۔ اس آیت میں اپنے خاص دینی معنوں میں اوّل مرتبہ آیا ہے
اگرچہ یہ لفظ نئے عہدنامے میں تیس مرتبہ آیا ہے مگر عہدے کے لقب کے طور پر
صرف تین یا چار ہی مرتبہ کام میں آیا ہے۔ اس کے معنی عموماً صرف یہ ہیں کہ کسی دوسرے کی
ماتحتی میں خدمت کرنے والا۔

پس اس آیت سے ہماری نظر کے سامنے یہ خیال گزرتا ہے کہ چرچ یا کلیسیا کا انتظام

بقیہ نوٹ صفحہ ۶۴۔ کرنتھیوں ۱۵ باب کی سترھویں آیت میں آیا ہے کہ خداوند روح ہے (مراد ہے مسیح) روح ہے جو
زندگی ہمارے اندر اس کے ساتھ ایک ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے وہ بلا انتہا ہے تاہم وہ ہر ایک شخص یا ایک وجود
کے اندر مقیم ہے اُسی شخص کے اندر ہم اس طرح زندہ رہتے ہیں کہ جیسے ایک سے تروتازہ ہوا سے کرتے ہیں۔

اب درجہ بدرجہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور اس سے اس امر کے لئے بھی ایک بڑے ابتدائی زمانے کی شہادت ہم کو ملتی ہے کہ خادمانِ دین کے معین عہدے اُس وقت موجود تھے اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اُن کی صورت میں اور ترقی ہوتی گئی۔

۲- ہمارے باپ خدا اور خداوند یسوع کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے۔

تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے۔ ان مسیحی دُعائیہ لفظوں میں مغرب اور مشرق دونوں کے سلامی کلمے ہمیشہ شامل ہوا کرتے ہیں جو مطلب کہ یونانیوں کا اپنے معمولی سلام کے لفظ فضل سے ہوا کرتا تھا وہ سب بھی اس میں شامل ہے اور جو مطلب کہ ایشیا کے لوگ اپنے معمولی لفظ سلام سے رکھتے ہیں۔ جس کا مترادف ہم نے یہاں لفظ اطمینان لکھا ہے۔ وہ سب ہمیشہ کے لئے مسیح میں مل جاتا اور پُورا ہوتا ہے معلوم رہے کہ جو لفظ عربی زبان میں سلام ہے۔ عبرانی میں وہی شلوم ہے۔ پس تحفے عہد کے ہیں جو یہ سلام و دُعا کے لفظ مقرر ہوئے ہیں ان سے اس امر کا ایک یقین پیدا ہوتا ہے کہ مشرق اور مغرب ہمارے مشترک خداوند مسیح نجات دینے والے میں مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس بات کا بھی نشان ہیں کہ مسیح میں دونوں کے اعلیٰ خیال و خواہشیں پُوری ہو جاتیں اور بخوبی ظہور پاتی ہیں۔ اس سے ہمارے لئے ایک اس بات کا حکم بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ہم اپنے اپنے قومی خیالوں اور ملکی تعصبوں کو بالائے طاق رکھ دیں۔ کیونکہ ہم سب مسیح میں مل جاتے اور خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ یہ لفظ اس آیت میں اول تو معمولی سلام و دُعا کے حکموں کی طرح استعمال ہوئے ہیں۔ دوم یہ بھی ہے کہ جو اُن کا اصلی مطلب ہے اُس کو بھی وہ بڑے زور کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

فضل۔ اس سے مراد ہے خدا کی وہ مہربانی جس کے ہم مستحق نہیں ہیں اور جو وہ اُن سارے آدمیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں دکھاتا ہے جو کمینے اور نالائق ہیں۔

اطمینان۔ جس لفظ کا ترجمہ اس جگہ اطمینان کیا گیا ہے اس میں خدا کے ساتھ وہ صلح بھی شامل ہے جو مسیح کے وسیلے سے خدا کے ساتھ ہمارا میل ملاپ ہو جانے سے ہم کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں دوسرے کرنتھیوں کے پانچویں باب کی اٹھارھویں آیت سے اکیسویں تک اور رومیوں کے پانچویں باب کی پہلی آیت کو دیکھو۔ پھر اسی لفظ میں خدا کا وہ اطمینان یا آرام یا سلام بھی داخل ہے جو ان لوگوں کو برابر حاصل ہوتا رہتا ہے جو اُس کے ایمان میں زندگی گزارتے ہیں۔ اس بات میں اسی خط کے چوتھے باب کی چھٹی اور ساتویں آیتوں کو دیکھو۔ یہ امر بھی بیان کرنے کے لائق ہے کہ اس خط میں فضل کا لفظ تو انجیل کے کام کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے باب کی ساتویں آیت سے ظاہر ہے اور اطمینان کا لفظ اس آرام کے متعلق آیا ہے جو اُن شخصوں کی روحوں کو درکار ہے۔ جو مسیحی زندگی گزارنے اور مسیح کے لئے محنتیں اُٹھانے کی آزمائشوں میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ اس خط کے چوتھے باب کی چھٹی اور ساتویں آیتوں سے ظاہر ہے۔ پس ان لفظوں کے ذریعے سے مسیح کے کارندوں کے واسطے خدا کی طرف سے یہ خاص پیغام آیا ہے کہ تم کو کام کے لئے فضل اور خدمت گزاری میں اطمینان و آرام ملیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پہلے باب کی اس فصل کے متعلق امور ذیل غور کے لائق ہیں

اوّل۔ خادموں اور کارندوں کی بابت صحیح خیال یہ ہے کہ وہ مسیح یسوع میں غلام ہیں اور خداوند نے ان کو اس لئے بُلایا ہے۔ کہ وہ خدا کے ورثے یعنی کلیسیا کی خدمت کریں۔ اور نہ کہ اس پر حاکم بن جائیں۔

دوم۔ سارے اچھے مسیحیوں کے بارے میں درست خیال یہ ہے کہ وہ مسیح یسوع میں مقدس لوگ ہیں اور اس لئے بلائے گئے ہیں کہ اپنی زندگی اور خصلت دونوں میں بھی پاکیزگی اختیار کریں۔

سوم۔ جو مسیحی کہ خادمانِ دین نہیں ہیں۔ بلکہ دُنیا کے کاروبار میں مشغول ہیں اُن

کے بارے میں صحیح خیال یہ ہے کہ وہ کاہنوں کی ایک مقدس جماعت ہے جس میں اسقفوں اور ڈیکنوں کے جو ضروری عہدہ دار ہیں اور انہیں لوگوں میں سے اُن کے وہ کام جو کلیسیا سے متعلق ہیں کرنے کے لئے چنے گئے ہیں سمجھ عہدہ کے خیال میں کچھ عجیب یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ خادم دینوں کی جماعت کلیسیا ہے۔ جیسا کہ پطرس کے پہلے خط کے دوسرے باب کی نویں آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہر مسیحی جو دنیاوی کاروبار میں مصروف ہے۔ اس کا یہ فرض ہے کہ چند میں خدا کی طرف سے گواہی دے۔ اور لوگوں کی شفاعت کرے یعنی اُن کے لئے خدا سے دست بدعا ہو اور خدا کا کام کرے۔

۳۔ میں جب کبھی تمہیں یاد کرتا ہوں تو اپنے خدا کا شکر بجا لاتا ہوں۔

تیسری آیت سے لے کر گیارھویں تک شکرگزاری اور دعا ہے۔
ان آیتوں میں یہ باتیں شامل ہیں۔
اوّل۔ شکرگزاری کے ساتھ یادگاری جیسا کہ تیسری آیت میں۔
دوم۔ خوشی کے ساتھ دعا اور منت جیسا کہ چوتھی اور پانچویں آیتوں میں۔
سوم۔ خوشی کے ساتھ بھروسہ جیسا کہ چھٹی آیت میں۔
چہارم۔ بڑے جوش کی خواہش جیسا کہ ساتویں اور آٹھویں آیتوں میں۔
پنجم۔ دلی دعا جیسا کہ نویں۔ دسویں اور گیارھویں آیتوں میں۔

میں جب کبھی تمہیں یاد کرتا ہوں۔ ان الفاظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان کو کبھی کبھی یاد کرتا تھا اور ان کاموں کے ذریعہ سے یاد کرتا تھا جو علیحدہ علیحدہ ہوں بلکہ اس کو یاد کرنے کی ایک عادت ہو گئی تھی۔ اور جو جو موقعے اس کو ان کی بابت یاد آتے تھے ان سب کے لئے وہ اپنے دل میں شکرگزاری کے ساتھ خیال کر سکتا تھا۔ اس کی ساری یادگاری کے بارے میں اس کے دل کو فرحت دیتی اور تازگی بخشتی تھی۔ اور یہ یاد

کرتے اسکے دل میں شکرگزاری کا جوش پیدا کرتا تھا کہ اس قدر مُردوں سے گناہ اور شیطان کے ہاتھ سے نجات پائی اور اس قدر آدمیوں کی زندگیاں اعلیٰ اور پاکیزہ ہو گئیں۔ اور وہ اپنے خداوند کے فرمانبردار اور شکرگزار بن گئے۔ رومیوں کے پہلے باب کی آٹھویں اور نویں آیتوں اور افسیوں کے پہلے باب کی سولھویں آیت اور پہلے تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی دوسری آیت اور تھسلنیکیوں کے دوسرے خط کے پہلے باب کی تیسری آیت اور فلیمون کی چوتھی آیت میں بھی شکرگزاری اور یادگاری کے الفاظ اکٹھے آئے ہیں۔ مگر ولسن کا خیال ہے وہ اس سے ذرا مختلف ہے۔

تو اپنے خدا کا۔ یہ الفاظ مقدس پولس کی کتاب میں اپنے موقعوں پر بار بار آتے ہیں جبکہ مصنف کا دل دعا کے جوش میں سرشار ہوتا ہے مثلاً تیسرے زبور کی پہلی آیت اور چھیالیسویں زبور کی دوسری آیت میں اور حزقی ایل میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں۔ ان لفظوں سے اُس شخص کا خدا کے ساتھ ذاتی تعلق اور دلی رفاقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ پولس رومیوں کے پہلے باب کی آٹھویں آیت۔ اوّل کرنتھیوں کے پہلے باب کی چوتھی آیت۔ اور دوسرے کرنتھیوں کے بارھویں باب کی اکیسویں آیت اور فلیمون کی چوتھی آیت میں بھی یہی لفظ بطور کلام میں لایا ہے اور اسی خط کے چوتھے باب کی انیسویں آیت میں بھی یہ لفظ آئے ہیں۔ غرض یہ خط ان ہی لفظوں سے شروع ہوتا ہے اور ان ہی سے ختم بھی ہوتا ہے۔

شکر بجا لاتا ہوں۔ پولس یہ ول جب کلیسیا فلپی کے نام خط لکھتا تھا تو ان سب کے لئے خدا کا شکر بجا لا سکتا تھا۔ کیونکہ کلیسیا کے جہاں سب ہی ایمان سے بھر گیا ہوگیا تھا۔ اسی شکرگزاری کے بارے میں رومیوں کے پہلے خط کی آٹھویں آیت اور اوّل کرنتھیوں کے پہلے باب کی چوتھی آیت اور افسیوں کے پہلے باب کی سولھویں آیت اور کلسیوں کے پہلے باب کی تیسری آیت اور اوّل تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی دوسری آیت اور دوسرے باب کی تیرھویں آیت اور دوم تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی تیسری آیت اور دوسرے باب کی تیرھویں آیت اور فلیمون کی چوتھی آیت کو دیکھو مگر رسول سب سے زیادہ شکرگزار مکدونیہ کی کلیسیاؤں فلپی اور تھسلنیکیوں کی بابت تھا۔ ان کی طرف اس کی محبت اور اسکی شکرگزاری اس

قدر تھی کہ جیسا بشپ لائٹ فٹ صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں پولس رسول اپنے دل کے جوش میں آکر اس معنی کے لفظ بار بار کام میں لاتا اور ایسے ایسے فقرے جن سے یوں خیال ظاہر ہوتے ہیں گھڑی گھڑی لکھتا ہے۔

۴- اور ہر ایک دعا میں جو تمہارے لئے مانگتا ہوں ہمیشہ خوشی کے ساتھ تم سب کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

ہر ایک دعا میں۔ جس لفظ کا ترجمہ یہاں دعا کیا گیا ہے اس کے معنی اصل یونانی میں یہ ہیں کہ کسی ضرورت کو واقعی طور سے معلوم کر کے اس کے لئے کسی خاص درخواست کا دل سے اٹھنا۔ یہی لفظ اسی باب کی انیسویں آیت اور چوتھے باب کی چھٹی آیت میں پھر آیا ہے۔ جب رسول نو مریدوں کے لئے دعا مانگتا تھا تو اس طرح نہیں کہ جیسے کوئی دیوانہ شخص بڑبڑاتا ہے۔ بلکہ وہ اول اپنے دل میں خوب طرح سمجھ لیتا تھا کہ انکو ٹھیک ٹھیک کون کون سی چیزوں کی ضرورت ہے اور پھر وہ ان ہی خاص خاص باتوں کے لئے خدا سے دل وجان کے ساتھ یہ دعا مانگتا تھا کہ وہ ان کو وہی ضرورت کی چیزیں بخشے جو تمہارے لئے مانگتا ہوں۔ اصل میں یہ ترجمہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ میں ہر ایک دعا میں جو تم سب کے لئے مانگتا ہوں۔ فقط پولس رسول کا ان لفظوں (یعنی تم سب کے لئے) کو خوب طرح جان بوجھ کر بار بار کام میں لانا بڑی غور کی بات ہے۔ وہ ان لفظوں کو اس باب کی چوتھی آیت میں اور پھر ساتویں آیت میں اور پھر آٹھویں اور پچیسویں آیتوں میں اور دوسرے باب کی سترھویں اور چھبیسویں آیتوں میں کام میں لایا ہے۔ غالباً اس سے یہ خیال آتا ہے۔ کہ وہ فلپی کی کلیسیا میں تفرقوں کے ہونے کا خیال کر کے ان کو ان الفاظ کے بار بار لکھنے سے ایک طرح کی ہلکی سی ملامت کرتا ہے غرضیکہ ہمارا یہ گمان صحیح ہو یا نہ ہو مگر رسول ان سب کے ساتھ بلا تمیز محبت رکھتا اور ان

سب کے لئے دعا مانگتا ہے کیا یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ ہم بھی اس سے یہ نصیحت سیکھیں۔ اگر مسیحی لوگ اپنے سارے مسیحی بھائیوں کے لئے خواہ وہ کسی نسل کے کیوں نہ ہوں محبت کے ساتھ دعا مانگیں تو یہ ذات پات کے خیال کو مٹا دینے کا سب سے اچھا علاج ہوگا اور اس عیب کو اس سے بہت کچھ ملامت ہوگی اور وہ اس سے دور و دفع ہو جائے گا۔ لائٹ فٹ صاحب اپنی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ یعنی تم سب کے لئے رسول کے ان لفظوں کے ساتھ ہیں کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ اور نہ ان لفظوں کے ساتھ کہ میں اپنی ہر ایک دعا میں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ صرف و نحو کی رو سے ان کا تعلق دونوں کے ساتھ ہو سکتا ہے اور ہر ایک تعلق سے کچھ بامعنی خیال پیدا ہوتا ہے۔

ہمیشہ۔ یہ ہمیشہ کا لفظ پولس کی تحریروں میں کوئی ستائیس بار آیا ہے اور اگر ہر موقعے پر جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ غور کی جائے تو فائدے سے خالی نہ رہے گا۔ یہ لفظ چار دفعہ تو اسی خط میں آیا ہے۔

اول۔ پہلے باب کی چوتھی آیت میں کہ میں ہمیشہ تم سب کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

دوم۔ اسی باب کی بیسویں آیت میں جہاں رسول یہ کہتا ہے کہ مسیح کی تعظیم میرے بدن کے سبب سے ہمیشہ ہوتی رہے۔

سوم۔ دوسرے باب کی بارھویں آیت میں جہاں رسول ان کو یہ کہتا ہے کہ تم ہمیشہ فرمانبرداری کرتے آئے ہو۔

چہارم۔ چوتھے باب کی چوتھی آیت۔ جہاں رسول فلپیوں کو کہتا ہے کہ خداوند میں ہر وقت یعنی ہمیشہ خوش رہو۔

خوشی کے ساتھ۔ اصل زبان میں یہ لفظ ایسے موقعے پر آئے ہیں کہ ان سے عبارت کو بڑا زور پہنچتا ہے۔ یعنی کہ خوشی کے ساتھ . . . . . درخواست کرتا ہوں بات یہ ہے کہ پولس رسول فلپیوں کے لئے جتنی دعائیں مانگا کرتا تھا ان

سب میں خوشی کی روشنی چمکا کرتی تھی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ چھٹے باب میں لکھا آئے ہیں کہ یہ لفظ اس خط کے ایک مفتاحی لفظوں میں سے ہے۔ یعنی یہ لفظ ایسے ہیں کہ جن سے اس خط کا مطلب و مقصد کھلتا یعنی معلوم ہوتا ہے یہاں جو یہ خوشی کا لفظ آیا ہے وہ اس خط میں اوّل موقع ہے۔

درخواست کرتا ہوں۔ ان لفظوں کا اصل میں مطلب یہ ہے کہ میں وہ درخواست کرتا ہوں جس کا ذکر اسی آیت کے پہلے حصے میں آچکا ہے۔

۵۔ اسلئے کہ تم اوّل روز سے لیکر آجتک خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہے ہو

اس لئے کہ تم اوّل روز سے لے کر آج تک ۔ چوتھے باب کی دسویں آیت سے لے کر انیسویں تک پڑھکر دیکھو کہ وہاں کی عبارت سے ان لفظوں کے معنے کھل جاتے ہیں۔ اوّل روز سے مراد اگر اس سے پیشتر سے نہیں ہے تو بے شک اُس روز سے مراد ہے جبکہ رسول پہلی مرتبہ فلپی سے رخصت ہو کر گیا تھا اور اسوقت فلپیوں نے ایک بڑی معقول رقم روپے سے اُس کی مدد کے لئے بھیجی تھی۔

آج تک کے لفظ سے اشارہ ہے ان خاص چندوں سے جو ان کی طرف سے رسول کے پاس روم میں ابھی حال میں پہنچے تھے۔ چنانچہ دوسرے باب کی پچیسویں آیت کو دیکھو۔ فلپی کے مسیحی جو مدد کہ فیاضی کے ساتھ انجیل کے پھیلانے میں عمل کو سرگرمی کے ساتھ ہمیشہ دیتے رہے وہ ہمارے لئے بھی جو ہند میں رہتے ہیں ایک نمونے کی طرح سبق کا کام دیتی ہے۔

خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہے ہو۔ شریک رہنے کے واسطے جو لفظ ہے اس کے معنی بعض مقاموں میں جیسے کہ رومیوں کے پندرھویں باب کی چھبیسویں آیت اور دوم کرنتھیوں کے نویں باب کی تیرھویں آیت میں صرف روپے کی مدد ہی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ اس خط کے چوتھے باب میں چودھویں آیت

سے سترھویں آیت تک پایا جاتا ہے۔ فلپی کے مسیحیوں نے پولس رسول کی مدد روپے پیسے کے اعتبار سے بہت کچھ کی تھی۔ مگر وہ صرف اسی طرح شریک نہ تھے بلکہ اسکے سوا اور بہت سے طور پر رسول کے کام میں مدد دیتے رہتے مثلاً ہمدردی کرنے سے۔ کوشش سے۔ اور خدمتگزاری سے۔ غرض یہ ہے کہ اس ابتدائی زمانے کے مسیحی مقدس جنگ میں بڑے دل و جان سے مدد دینے والے شخص تھے۔ یہ الفاظ یعنی خوشخبری کے پھیلانے میں، اور بھی مقاموں پر آئے ہیں۔ اوّل تو دوسرے کرنتھیوں کے دوسرے باب کی بارھویں آیت میں۔ دوم۔ اسی خط کے نویں باب کی تیرھویں آیت میں اور سوم فلپیوں کے خط کے دوسرے باب کی بائیسویں آیت میں اور یہ لفظ انجیل کے کام کے لئے یاد رکھنے کے لائق ہیں

اوّل مقام جہاں یہ لفظ آئے ہیں دوم کرنتھیوں کے دوسرے باب کی بارھویں آیت ہے۔ وہاں خوشخبری پھیلانے کے لئے سفر کرنے کا ذکر ہے۔

دوم مقام اسی خط کا نواں باب اور اس کی تیرھویں آیت ہے۔ وہاں مسیح کی خوشخبری کا اقرار کر کے اُس پر تابعداری کرنے کا ذکر ہے۔

سوم یہی مقام یعنی فلپیوں کے خط کے پہلے باب کی پانچویں آیت۔ وہاں خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہنے کا ذکر ہے۔

چہارم اسی خط کے دوسرے باب کی بائیسویں آیت میں یہ ذکر ہے کہ خوشخبری پھیلانے میں خدمت کی۔

خوشخبری یا انجیل کا لفظ اس خط میں نو دفعہ آیا ہے۔ پہلے باب کی پانچویں، ساتویں، بارھویں، سولھویں آیتوں میں ایک ایک دفعہ اور ستائیسویں آیت میں دو دفعہ اور دوسرے باب کی بائیسویں آیت میں ایک دفعہ اور چوتھے باب کی تیسری اور پندرھویں آیتوں میں ایک ایک دفعہ۔ پہلے باب میں اس کا بار بار کام میں آنا توجہ کے لائق ہے اور جن الفاظ کے ساتھ وہ کام میں آیا ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے سے فائدہ ہوگا۔ چندوں کی حالت و اعتبار مذہب ایسی ہے کہ وہ گویا ہند کے مسیحیوں کو زور زور سے بلاتی ہے کہ خوشخبری

کے پھیلانے میں مدد دو۔

یہ سارا فقرہ رسول کے اُن لفظوں کے ساتھ صریحاً شامل ہے۔ جہاں وہ کہتا ہے کہ مَیں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ فلپیوں کا اس کے ساتھ مدد کے لئے عملی طور پر شریک ہونا اسکے لئے ایک خاص شکرگزاری کا باعث تھا۔

۶۔ اور مجھے اس بات کا بھروسہ ہے کہ جس نے تم میں نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پُورا کر دیگا۔

مجھے بھروسہ ہے۔ ان لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کے دل کو آپ اس امر کا یقین تھا۔ اور اس یقین کی بنا یہ تھی کہ اُسنے آپ پہلے اس بات کا تجربہ کیا تھا جو انجیل کی منادی کرنے میں مشغول ہیں اُن کو ان باتوں کا بھروسہ رکھنا ضرور ہے۔

اوّل۔ جیسا کہ اسی مقام پر رسول نے فرمایا ہے کہ خدا اپنے کام کو کامل اور پُورا کریگا۔

دوّم۔ جیسا دوسرے کرنتھیوں کے دوسرے باب کی تیسری آیت اور دوسرے تھسلنیکیوں کے تیسرے باب کی چوتھی آیت کا منشا ہے کہ جو لوگ انجیل پر ایمان لاتے ہیں وہ سچے اور ایمان دار مسیحی ہونگے۔

سوّم۔ جیسا کہ عبرانیوں کے تیرھویں باب کی اٹھارھویں آیت میں آیا ہے کہ انجیل سنانے والوں کا دل صاف اور خالص ہے۔

چہارم۔ یہ کہ جیسا فلپیوں کے پہلے باب کی پچیسویں آیت کا مطلب ہے خدا ان کے کام میں اُن کی ہدایت کرے گا۔

اس بات کا۔ جن اصلی لفظوں کا یہ ترجمہ ہے اُن کا بعض شخص اس طرح پر ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اسی وجہ سے (میرا بھروسہ)۔ مگر اس فقرے کا مطلب یہ کہتا ہے۔ کہ جس امر کا رسول بھروسہ رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے اور نہ کہ اس کے بھروسہ رکھنے کی وجہ

یہ ہے۔

کہ جس نے شروع کیا ہے۔ یعنی جس نے تم میں مسیح پر ایمان لانے کے وقت اپنا کام شروع کیا تھا۔ یہی خاص فعل گلتیوں کے تیسرے باب کی تیسری آیت میں بھی آیا ہے۔ یونانی لوگ اس فعل کو بعض وقت قربانی چڑھانے کے معنی میں کام میں لایا کرتے تھے۔ اور اس معنی میں وہ اس کام کو ظاہر کیا کرتا ہے۔ جو قربانی شروع کرنے سے متعلق ہے۔

نیک کام۔ یعنی نجات اور تقدیس کا وہ نیک کام جو انجیل پر ایمان لانے کے وقت شروع ہوتا ہے اس میں اور سارے نیک کام شامل ہیں۔ مثلاً خوشخبری کے پھیلانے میں اُن کا مدد دینا۔

پُورا کریگا۔ اس لفظ کے معنی ہیں کمال کے درجے تک لے جانا۔ ایک سو اڑتیسویں مزمور کی آٹھویں آیت میں جو یہی لفظ آیا ہے۔ اس کو اس سے مقابلہ کرو۔ یہ بات غور کے قابل ہے کہ یہ لفظ بھی کبھی قربانی کے متعلق بھی کام میں آیا کرتا ہے۔ پس قربانی کا جو خیال کہ شروع کے لفظ سے پیدا ہوتا ہے وہ اس سے پُورا ہو جاتا ہے۔

یسوع مسیح کے دن تک۔ یعنی تقدیس کا کام جو خدا شروع کرتا ہے وہ اُس کو اُس جلالی وقت تک جس کا حوالہ تیسرے باب کی بیسویں اور اکیسویں آیتوں میں آیا ہے کرتا رہتا ہے اور اُس وقت وہ کامل ہو جائے گا۔ رسول یہ نہیں کہتا ہے کہ وہ اس کام کو ان کی موت کے وقت تک پُورا کر دے گا۔ کیونکہ مسیحی کلیسیا کی منزلِ مقصود مسیح کے آنے کا وقت ہے اور نہ موت کا وقت۔ اس آیت سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ رسول کو مسیح کی آمد کی اُمید نزدیک معلوم ہوتی تھی۔

اس آیت میں جو یہ لفظ آئے ہیں کہ یسوع مسیح کے دن تک۔ یہ صرف اسی ایک مقام کے لئے مخصوص معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل کرنتھیوں کے پہلے باب کی آٹھویں آیت میں یہ خیال ان لفظوں میں ظاہر ہوا ہے کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا دن۔ اور اُسی خط کے پانچویں باب کی پانچویں آیت میں اور دوم کرنتھیوں کے پہلے باب

کی چودھویں آیت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ خداوند یسوع کا دن۔ اور فلپیوں کے پہلے باب کی دسویں آیت اور دوسرے باب کی سولھویں آیت میں یہ لفظ ہیں کہ مسیح کا دن۔ اور اوّل تھسلنیکیوں کے پانچویں باب کی دوسری آیت اور پطرس کے دوسرے خط کے تیسرے باب کی دسویں آیت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ خداوند کا دن۔ اسی کو پرانے عہدنامے میں نبیوں نے اکثر یہوواہ کا دن کہا ہے۔

۷۔ چنانچہ واجب ہے کہ میں تم سب کی بابت ایسا ہی خیال کروں۔ کیونکہ تم میرے دل میں رہتے ہو اور میری قید اور خوشخبری کی جوابدہی اور ثبوت میں تم سب میرے ساتھ فضل میں شریک ہو

تم سب کی بابت ۔یا تم سب کے لئے یا تم سب کے بارے میں۔ چنانچہ یہ خیال بھی آسکتا ہے کہ رسول اُن کی وجہ سے اپنے دل میں شکرگزاری معلوم کرتا تھا۔ یہاں دونوں معنی کی گنجائش ہے۔ اور دونوں خیال اس موقعہ پر موزوں ہیں مگر جو معنی کہ متن میں درج ہیں، وہ بہت عمدہ ہیں۔ اُن سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ رسول خوشی کے مارے اُن کی بابت خدا سے سفارش کرتا تھا۔

ایسا ہی خیال کروں۔ یا۔ ایسا معلوم کروں۔ یعنی جس شکرگزاری کا ذکر اوپر آیا ہے اُسے دل میں محسوس کروں۔ جیسا کہ دیباچے کے چھٹے باب میں ہم نے لکھا ہے۔ اس خط میں بعض لفظ ایسے مستعمل ہوئے ہیں کہ جن سے اس خط کی کیفیت منکشف ہو جاتی ہے۔ اُن میں سے اس آیت میں ایک اور لفظ اوّل مرتبہ آیا ہے۔

کیونکہ تم میرے دل میں رہتے ہو۔ ان لفظوں کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم مجھے اپنے دل میں رکھتے ہو۔ مگر جب قرینے پر غور کی جاتی ہے تو وہی ترجمہ قطعی درست معلوم ہوتا ہے جو متن میں ہے۔ یہی خیال دوم کرنتھیوں کے تیسرے باب کی

دوسری آیت میں آیا ہے۔ اس کو بھی دیکھو۔ غرض جب بعض شخصوں کو اپنے دلوں میں رکھتے ہیں تو اُن سے محبت رکھنی کچھ مشکل بات نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہم خدا کی راہوں یا اس کے کلام یا شریعت سے محبت رکھنی چاہتے ہیں تو ہم کو لازم ہے کہ اُنکو اپنے دلوں میں رکھیں جیسا چالیسویں زبور کی آٹھویں آیت اور رومیوں کے دسویں باب کی آٹھویں آیت اور عبرانیوں کے آٹھویں باب کی دسویں آیت میں بھی آیا ہے۔

خادم دین اور اُس کی جماعت کے لوگوں میں باہم جو بڑی محبت ہونی چاہئے وہ اس آیت سے ظاہر ہے اور ان لفظوں سے ولایتی مشنریوں اور دیسی پاسبانوں اور مسیحی لوگوں سب کو یکساں نصیحت ملتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ سب کے درمیان محبت کا دریا جوش مارنے لگے۔

میری قید یا بیڑیوں میں۔ انتیسویں اور تیسویں آیتوں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ فلپی کے مسیحی جانتے تھے کہ مسیح کے لئے دُکھ اٹھانا کسے کہتے ہیں۔ اور وہ رسول کی طرح جانفشانی بھی کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ایمان کی خاطر قید بھی ہوئے ہوں۔ خیر یہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر اس میں کچھ کلام نہیں کہ وہ اپنی ہمدردی اور مددگاری کے ذریعے سے رسول کی بیڑیوں میں شریک تھے۔ کیا اس ملک ہند میں ہم مسیحیوں کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ مسیح کے لئے صبر کے ساتھ دُکھ اُٹھانا زیادہ تر منظور کریں اور دُنیاوی حاکموں کے پاس استغاثے کے لئے اسقدر دوڑ کر نہ جایا کریں؟

خوشخبری کی جوابدہی اور ثبوت میں وغیرہ۔ یہاں انجیل کے کام کے دونوں پہلوؤں کا ذکر ہے۔ یعنی ایک تو جوابدہی یا جب کوئی ہمارے ایمان پر حملہ کرے تو اس کا جواب دینا یا اپنے ایمان کو اس سے بچانے اور حفاظت کرنے کی کوشش کرنی اور دوسرا اپنے ایمان کو اوروں پر ثابت کرنے کے لئے اُن سے گویا لڑنا یا اُن پر حملہ کرنا۔ اوّل کام میں یہ باتیں شامل ہیں کہ مسیحی ایمان کے پھیلنے میں جو رکاوٹیں یا ہرج ہیں اُن کو رستے میں سے دُور کرنا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف

سے ہو جو تعصب سے ہوتے ہیں اُن کو ہٹانا اور اور مقاموں پر جہاں یہی لفظ آیا ہے اُن کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس رسول نے اول تو یہودیوں کے سامنے حق کی تائید میں جوابدہی کی جس کا ذکر اعمال کے بائیسویں باب کی پہلی آیت میں آیا ہے۔ پھر حاکموں کے سامنے ایسا ہی کیا جس کا ذکر اعمال کے پچیسویں باب کی سولھویں آیت میں درج ہے۔ پھر جھوٹے معلموں سے حق کی حمایت میں ایسا ہی کیا جس کا ذکر اول کرنتھیوں کے نویں باب کی تیسری آیت میں آیا ہے۔ اور رومی شاہنشاہوں اور باشندوں کے سامنے بھی جوابدہی کی جیسا کہ دوسرے تیمتھیس کے چوتھے باب کی سولھویں آیت اور فلپیوں کے پہلے باب کی ساتویں اور سولھویں آیتوں سے پایا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ اگر ضرورت پڑے تو ہمارا فرض ہے کہ کلیسیا اور سلطنت کی مخالفت میں بھی حق کی حمایت کریں اور برملا دشمنوں اور جھوٹے دوستوں کی مخالفت میں بھی ایسا ہی کریں اور پطرس رسول اپنے پہلے خط کے تیسرے باب کی پندرھویں آیت میں فرماتا ہے کہ ہم سارے آدمیوں کے سامنے اس کی حمایت کریں۔

ثبوت۔ اس لفظ سے کلام کا ترقی پانا اور روانی کے ساتھ قائم ہو جانا ظاہر ہوتا ہے یہ لفظ صرف عبرانیوں کے چھٹے باب کی سولھویں آیت میں پھر کلام میں آیا ہے۔ کالی میر اور جونسن مفسروں کی رائے اس کے بارے میں یہ ہے کہ پولس اپنی تعلیم کی جوابدہی تو اپنے کلام سے کرتا تھا اور اُس کا ثبوت اپنی زندگی سے دیتا تھا

تم سب میرے ساتھ فضل میں شریک ہو۔ اگر اصل کا زیادہ لفظی ترجمہ کیا جائے تو یہ ہو کہ میرے فضل میں میرے شریک جیسا کہ تم سب ہو ہم دیباچے کے چھٹے باب میں لکھ آئے ہیں کہ یہ لفظ جس کے معنی ہیں کسی شخص کا کسی کام میں دوسرے کے ساتھ شریک ہونا۔ یہ اس خط میں شراکت کے لفظوں میں سے ایک لفظ ہے۔ یہی لفظ تین اور مقاموں میں بھی آیا ہے۔ اُن سب کا باہم مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی ذیل کی باتوں میں باہم شریک یا حصہ دار ہوا کرتے ہیں

اول جیسا رومیوں کے گیارھویں باب کی سترھویں آیت سے پایا جاتا ہے۔ زیتون کے درخت کی جڑ اور چکنائی میں شریک ہونا۔

دوم جیسا اول کرنتھیوں کے نویں باب کی تئیسویں آیت سے ظاہر ہوتا ہے انجیل اور اُس کی مبارک خدمت میں شریک ہونا۔

سوم جیسا فلپیوں کے پہلے باب کی ساتویں آیت سے ظاہر ہوتا ہے رسالت کی محنت کے خاص فضل میں شریک ہونا۔

چہارم جیسا کہ مکاشفہ کے پہلے باب کی نویں آیت میں آیا ہے اس زندگی میں مسیح کے ساتھ صلیب اٹھاتے ہیں اور دوسری زندگی میں اسکے ساتھ آسمانی بادشاہت میں شریک ہونا۔

فضل میں شریک ہو۔ اس میں نجات کا فضل۔ تقدیس کا فضل۔ خدمت کا فضل اور رسالت کے حق کا فضل عموماً سب کچھ شامل ہو سکتا ہے مگر انتیسویں آیت میں جو اسی قسم کا لفظ کام میں آیا ہے اُس کے لحاظ سے شاید فضل کے معنی اس مقام میں صرف یہ ہیں کہ خوشخبری کے ثبوت میں دُکھ سہنے کی خاص برکت میں شریک ہونا۔ اس بارے میں افسیوں کے تیسرے باب کی دوسری اور آٹھویں آیتوں کو بھی دیکھو۔ یاد رہے کہ یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے کہ قید میں پڑنے اور دُکھ اُٹھانے کو فضل جیسے ایک میٹھے لفظ سے تعبیر کرے۔

۸- خدا میرا گواہ ہے کہ میں مسیح یسوع کی سی اُلفت کر کے تم سب کا مشتاق ہوں۔

خدا میرا گواہ ہے۔ پولس رسول انجیل کا استاد ہو کر ذیل کی باتوں کے لئے خدا کو اپنا گواہ جانتا اور اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔

اوّل جیسا رومیوں کے پہلے باب کی نویں آیت میں لکھا ہے۔ اپنی دُعا کے [illegible]
نومریدوں کے حق میں۔

دوم ۔ جیسا کہ اسی آیت میں بیان ہے اُس کے اُن کے لئے مشتاق ہون[illegible]
کے بارے میں۔

سوم جیسا اول تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی پانچویں آیت میں ہے
اُس کی صدق دلی کے بارے میں جو اُس کو انجیل کے کام میں تھی۔

چہارم ۔ جیسا اُسی خط کے دوسرے باب کی دسویں آیت میں مذکور ہے۔
اُسکے بے عیب چلن کے بارے میں۔

رسول کا خدا کو ان چار طرح کے موقعوں پر اپنا گواہ بنانا اس قابل ہے کہ اُس
پر ولایتی مشنری اور ہندوستانی کارندے جو انجیل کے کام میں مشغول ہیں یکساں [illegible]
اپنے دلوں میں غور کرکے باطن میں ہضم کریں۔

کہ میں یسوع مسیح کی سی اُلفت کرکے ۔ اصل میں جو لفظ ہے اس
کے معنی انتڑیوں یا اوجھلی کے ہیں۔ یونان کی پرانی عمدہ زبان میں اس لفظ کے معنے [illegible]
بدن کے اندرونی اعضائے رئیسہ۔ دل۔ پھیپھڑے۔ جگر وغیرہ داخل ہوا کرتے تھے
اور یونانی ان اعضاؤں کو محبت رحم وغیرہ کا مسکن خیال کیا کرتے تھے ۔ اس لئے اگر
اس لفظ کے معنی دل کے لئے کئے جائیں تو موزوں ہیں لائٹ فٹ صاحب مفسر اس
آیت کا بیان بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں کہ رسول گویا یہ کہتا ہے کہ
کیا میں ۔ نے یہ کہا ہے کہ میں تم کو اپنے دل میں رکھتا ہوں ؟ نہیں اگر ایسا کہا تو غلط [illegible]
کیونکہ مجھے یہ کہنا زیادہ تر مناسب ہے کہ میں مسیح یسوع کے دل میں تمہارا مشتاق
ہوں اور اس کے بعد لائٹ فٹ صاحب یہ کہتے ہیں کہ مسیح کے ایماندار لوگ اپنے
خداوند سے علیحدہ کوئی دل کی آرزو نہیں رکھا کرتے ۔ بلکہ اُن کی نبض مسیح کی نبض کے
ساتھ ساتھ چلا کرتی ہے ۔ اور ان کے دل مسیح کے دل کے ساتھ دھڑکا کرتے ہیں۔
تم سب کا مشتاق ہوں ۔ اس کا بہتر ترجمہ یہ ہے کہ میرا دل جوش سے تمہارا [illegible]

لئے تڑپتا ہے ۔ یہ ایک ایسی آرزو ہے جو اس شخص کے دل میں ہوا کرتی ہے جو اپنے
گھر سے بچھڑا ہوا ہو اور اُس میں جانے کے لئے تڑپ رہا ہو ۔ اور نئے عہد نامے
میں ذیل کے موقعوں پر آئی ہے۔

اوّل جیسا رومیوں کے پہلے باب کی گیارھویں آیت دوم کرنتھیوں کے
نویں باب کی چودھویں اور دوسرے باب کی چھبیسویں آیت اور
اوّل تھسلنیکیوں کے تیسرے باب کی چھٹی آیت اور دوم تمتھیس
کے پہلے باب کی چوتھی آیت سے پایا جاتا ہے ۔ کہ جب بچھڑے
ہوئے دوست ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے تڑپا کرتے ہیں۔

دوم جیسا کہ دوم کرنتھیوں کے پانچویں باب کی دوسری آیت سے معلوم
ہوتا ہے جب ایماندار اس بات کے لئے مشتاق ہوتا ہے ۔ کہ میں
کب اپنے آسمانی گھر میں جاؤں اور وہاں آرام پاؤں۔

سوم ۔ جیسا کہ یعقوب کے چوتھے باب کی پانچویں آیت سے معلوم ہوتا
ہے کہ خدا کی رُوح اس کی آرزو مند ہوتی ہے کہ میں کسی طرح انسانوں
کی رُوحوں پر قبضہ پاؤں۔

چہارم ۔ جیسا اوّل پطرس کے دوسرے باب کی دوسری آیت سے ظاہر
ہے کہ سبھی لوگ خدا کے کلام کے مشتاق ہوتے ہیں۔

۹- اور یہ دُعا کرتا ہوں کہ تمہاری محبّت علم اور ہر طرح کی
تمیز کے ساتھ اور بھی زیادہ ہوتی جائے

نویں آیت سے گیارھویں تک جو ایک لاثانی دُعا درج ہے اُس میں ایک خاص
مقصد کے لئے درخواست ہے کہ وہ ایک خاص طریق پر حاصل ہو جائے۔

اور یہ دُعا کرتا ہوں کہ۔ اس عبارت میں جس اصل یونانی لفظ کی جگہ "کہ" کا لفظ کام میں آیا ہے۔ وہ یونان کی قدیم علمی زبان میں تو مقصد کی طرف اشارہ کیا کرتا تھا یعنی تاکہ یا۔ اس لئے کہ اور شاید اس سے رسول کی دُعا کا مقصد معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دُعا مانگنے سے کیا مطلب تھا۔ مگر پچھلے زمانے کی یونانی میں وہی اصل لفظ اکثر مقصد یا مطلب کے معنی دیا کرتا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس جگہ وہ لفظ رسول کی دُعا کا مطلب یا خلاصہ ظاہر کرتا ہے۔

کہ تمہاری محبت اور بھی زیادہ ہوتی جائے۔ یہ رسول کی دُعا ہے۔ کہ محبت اپنے نہایت وسیع معنی میں یعنی کہ خدا اور انسان دونوں کی محبت اور ضرور یہ لحاظ ان اندرونی تنازعوں اور تکراروں کے جو کلیسیا میں سیحیوں کے درمیان ہو رہے تھے بڑھتی جائے۔ جب رسول یہ کہتا ہے کہ وہ اور بھی زیادہ ہوتی جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ ان میں اب بھی کسی قدر محبت تو ہے مگر اس کے کثرت کے ساتھ بڑھ جانے کی ضرورت ہے جب محبت کثرت سے بڑھ جاتی ہے تو ایمان داروں کا شمار بھی ضرور بڑھ جاتا ہے۔ جب محبت کا غلبہ ہو جائے گا تو ذات پات کے خیالات سب مٹ جائیں گے۔

اور بھی۔ یا روز بروز۔ جس اصل یونانی لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ نئے عہد نامے میں ٹھیک اس معنی میں صرف اسی مقام میں آیا ہے۔ اول تھسلنیکیوں کے چوتھے باب کی دسویں اور دسویں آیتوں میں جو لفظ کام میں آیا ہے وہ یونانی میں اگرچہ ایسا ہی ہے مگر معنی کے زور کے اعتبار سے کم ہے۔ رسول کا مطلب یہ ہے کہ اگر اور کوئی خوبی زیادہ ہو یا نہ ہو مگر محبت تو بہر حال بڑھتی جائے۔ رسول کے دل میں جو آگ بھڑک رہی ہے وہ اس کہنے پر کبھی قناعت نہیں کرتی کہ بس کافی ہے۔ (یہ چگل مفسر کا خیال ہے)

علم۔ جس اصل یونانی لفظ کا یہ ترجمہ ہے اس کے معنی ہیں پُورا علم۔ اور نئے عہد نامے میں اس لفظ سے مراد ہے رُوحانی علم زمانۂ حال کے اُن یورپین دہریوں کے خلاف جو اگناسٹک کہلاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا دعوےٰ یہ ہے کہ ہم کو خدا کے بارے میں کوئی بات تحقیق معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنی ناسٹک بنیں یعنی کہ ہم

کو خدا کی خصلت اور مرضی کا پُورا اور صاف علم رُوحانی ادراک سے حاصل ہو۔ اس سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں کی محبت آنکھیں بند کر کے اندھوں کی طرح نہ ہونی چاہئے۔ مگر علم اور دانائی کے ساتھ ہو جیسا کہ اُن کی محبت جن کی دونوں آنکھیں بالکل کُھلی ہوتی ہیں۔

ہم کو چاہئے کہ ہم اس رُوحانی علم میں اور ہندوؤں کے گیان میں تمیز کریں۔ ہندوستان میں لاکھوں آدمی ہیں جو اس گیان کو غایت درجے کی بھلائی یا سب سے اعلےٰ دینی حاصل خیال کرتے ہیں۔ مگر یہ گیان ایک حکیمانہ علم ہے جو ٹھنڈا ٹھار اور مُردہ شے ہے اور وہ بھی خیال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر جو علم کہ رسول کہتا ہے وہ الہامی مذہب کی حقیقتوں کا وہ رُوحانی اکتساب یا ادراک ہوتا ہے کہ محبت کا بھرا ہوا گرم دل الٰہی پیشکش کو رُوحانی ہاتھ پھیلا کر لے لیتا ہے یہ علم انسان کو ہر طرح سے بہتر بناتا ہے۔ مگر جیسا کہ آئندہ لفظوں سے معلوم ہوتا ہے اُس کا خاص مقصود یہ ہے کہ انسان میں پاکیزہ زندگی پیدا کرے مسیحیوں کے لئے یہ سچا علم ہی اُن کے مقصد اعلیٰ کا ذریعہ ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ ان کی خصلت اور زندگی بالکل بدل کر نئی ہو جائے۔

ہر طرح کی تمیز کے ساتھ۔ علم کا لفظ جو اس سے اوپر آیا ہے وہ اصول اور قواعد عام سے متعلق ہے لیکن تمیز کا کام ہے اُن اصول پر عمل کرنا۔ غرض ہماری محبت ایسے طوروں سے ظاہر ہو جو بڑی نزاکت اور باریکی کے موقعوں پر حکمت عملی اور پاک عقل عامہ کے ساتھ کئے جائیں۔ ہمارا کام ہے کہ مسائل کی تعلیم میں ہو خواہ روزمرہ کے کاموں میں ہو۔ بڑی تیز فہمی کے ساتھ عقل سے دریافت کریں۔ کہ جو بات یا کام ہمارے درپیش ہے اُسکے ہر طرف کے قرائن اور اس کی تاثیروں کی رجوع کیسی اور کیا ہے اور جیسا موقع معلوم ہو اُسی کے موافق عمل کرنا چاہئیں۔ یہ تمیز کا لفظ نئے عہد نامے میں پھر کہیں نہیں آیا ہے۔ مگر اُس سے ملتی ہوئی شکل کا ایک لفظ عبرانیوں کے پانچویں باب کی چودھویں آیت میں نیک و بد کی تمیز کرنے والے حواس کے لئے کام میں آیا ہے۔

تمیز کے ساتھ جو لفظ ہر طرح کا آیا ہے اُس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس تمیز

کی ضرورت کوئی ایک نہیں۔ بلکہ طرح طرح کی مختلف صورتوں۔ حالتوں اور موقعوں کے موافق ہؤا کرتی ہے۔ دیسی کارآمد اور عملی تمیز کی ہندوستان کی تازک ابتدائی کلیسیا کے معاملات کے فیصلہ کرنے اور غیر مسیحی لوگوں کے درمیان انجیل سنانے کا کام کرنے میں بڑی ضرورت

۱۰۔ تاکہ عمدہ عمدہ باتوں کو پسند کر سکو۔ اور مسیح کے دن تک صاف دل رہو اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔

تاکہ تم عمدہ عمدہ باتوں کو پسند کر سکو۔ اس سے پہلی آیت میں تو رسول کی دُعا تھی۔ اب اس آیت میں وہ بیان کرتا ہے کہ جن باتوں کے لئے میں تمہارے واسطے دُعا کرتا ہوں وہ کس طریق سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ یعنی جب تم کو کثرت کے ساتھ دانا محبت حاصل ہو جائے۔ تو اُس کو تمیز کی باتوں میں اور اُن چیزوں میں کام میں لاؤ جن کو تم نے اچھی طرح دیکھ بھال کے پسند کر لیا ہے۔ اس امر میں دو مطلب ہو سکتے ہیں جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

اوّل یہ کہ رسول فلپی مسیحیوں کے لئے یہ دُعا کرتا ہے کہ وہ اُن باتوں کو جن میں باہم فرق ہے اس طرح پرکھ سکیں جیسا کہ متقابلین نوسپہ اور اور دھاتوں میں فرق دریافت کر لیتا ہے۔ یعنی کہ جیسا بشپ مول فرماتے ہیں۔ خوب طرح چھان بین کر کے سچی اور پاک باتوں کو نقلی اور ملمع کی جھوٹی باتوں سے الگ کر کے چھانٹ لیں اگر تمیز یا پرکھ اور جانچ کے لفظ کے معنی یہ لئے جائیں تو اس معنی میں یہ لفظ ذیل کے مقاموں میں بھی کام آیا ہے۔ لوقا کے چودھویں باب کی انیسویں آیت میں۔ اول کرنتھیوں کے تیسرے باب کی تیرھویں اور گیارھویں باب کی اٹھائیسویں آیتوں میں اور گلتیوں کے چھٹے باب کی چوتھی آیت میں اور اول تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی چوتھی اور پانچویں باب کی اکیسویں آیتوں میں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس کا ترجمہ فرق کرنا کیا جائے تو اس کی تائید اوّل

کرنتھیوں کے پندرھویں باب کی اکتالیسویں آیت سے اور گلتیوں کے چوتھے باب کی پہلی آیت سے ہوتی ہے۔

دوم ان لفظوں کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول ان کے لئے یہ دُعا کرتا ہے کہ وہ اُن چیزوں کو پسند کریں جو اعلےٰ قسم کی ہیں یا قیاس سے باہر ہیں۔ یعنی کہ وہ ہمیشہ فضل کی اعلےٰ دولت کی طرف اپنا پسند کرنے والا ہاتھ بڑھایا کریں۔ اور نیچے کی دُنیاوی چیزوں پر قناعت نہ کریں بلکہ پیچھی رُوحانی سمجھ سے ہمیشہ اُن چیزوں کو اپنے لئے چنیں اور پسند کریں اور اُنہیں سے فائدہ اٹھائیں جو زندگی اور خدا پرستی کے لئے اعلےٰ اور پوری بخششیں ہم کو آسمان سے عطا کی جاتی ہیں۔ ان کا ذکر دوم پطرس کے پہلے باب کی تیسری آیت میں اور افسیوں کے پہلے باب کی اٹھارھویں اور انیسویں آیتوں میں اور عبرانیوں کے چھٹے باب کی پہلی آیت میں اور اور مقاموں میں بھی ہؤا ہے۔ پسند کرنے کے لئے جو لفظ ہے اگر اس کے یہ معنی لئے جائیں تو اس کی تائید رومیوں کے پہلے باب کی اٹھائیسویں آیت اور اول کرنتھیوں کے سولھویں باب کی تیسری آیت سے ہوتی ہے۔ اور جو ترجمہ ہم نے اعلیٰ قسم کی چیزوں سے کیا ہے اُس کی تائید متی کے چھٹے باب کی چھبیسویں آیت اور دسویں باب کی اکتیسویں آیت اور بارھویں باب کی بارھویں آیت اور گلتیوں کے دوسرے باب کی چھٹی آیت سے ہوتی ہے۔

جن عالموں نے انجیل کے ترجمے کی نظر ثانی کی ہے اُنہوں نے اِن دونوں معنوں میں سے پچھلے معنی کو یعنی پسند کرنے کو ترجیح دی ہے۔ اور بشپ لائٹ فٹ صاحب مفسر نے بھی اسی معنی کو بہتر سمجھا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ دونوں معنی جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ٹھیک سکتے ہیں۔ اسی کے موافق لفظ رومیوں کے دوسرے باب کی اٹھارھویں آیت میں بھی آیا ہے۔ اس کے بھی یہ دونوں ترجمے ہو سکتے ہیں۔

مسیح کے دن تک ۔ دوسرے باب کی سولھویں آیت میں بھی یہی لفظ آئے ہیں۔ ہم ان باتوں کو اس وقت بھی اپنے دلوں میں معلوم کریں اور مسیح کے دن کو ہمیشہ اپنے خیال کے سامنے رکھیں۔ ہم کو لازم ہے کہ اس کو قت بے داغ اور

بے ٹھوکر رہیں تاکہ جب خداوند آئے تو اس سے خوشی کے ساتھ اور بغیر شرم کے ملاقات کر سکیں۔ مسیح کے دن کے یہ معنی ہیں جو شرح کہ ہم نے پانچویں باب کی چھٹی آیت میں لکھی ہے اس کو پڑھو۔

صاف دل رہو۔ ان لفظوں میں رسول اس مقصد کا بیان شروع کرتا ہے جو اس کے مدنظر تھا کہ اس کی ترکیب مذکورہ بالا سے حاصل ہوتا ہے۔ یونانی میں اس مقصد کے شروع میں وہ صرف ربط ہے جو مطلب سے پہلے آتا ہے یعنی تاکہ۔ اور مطلب دو ہیں ایک تو پاکیزگی اور دوسری وہ زندگی جس میں اچھے کاموں کے پھل کثرت سے لگتے ہیں۔

جس لفظ کا ترجمہ یہاں صاف دل ہوا ہے اس سے مطلب ہے۔ خالص بے میل۔ بے کھوٹ۔ بےعیب یعنی اچھوتا اور بے داغ۔

اس کے اصل لفظ کے تین مادے خیال کئے جا سکتے ہیں۔

اوّل مادہ ایک یونانی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں فوج۔ یا کمپنی۔ اس سے مطلب ہے وہ لوگ جو باقاعدہ طور پر جنگی صفیں باندھے ہوئے الگ کھڑے ہیں۔ یعنی وہ جوان جو ہیں تو کھڑے ہوتے کھوٹے سے کھوا بھڑائے۔ مگر اور جو ٹیڑھے ترچھے لوگ چاروں طرف کھڑے ہیں ان سے وہ علیحدہ ہیں اس میں مسیحی سپاہیوں کے لئے یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ وہ دُنیا سے تو علیحدہ رہیں۔ مگر اپنے خداوند کے لئے جو لڑائیاں درپیش ہیں وہ لڑتے رہیں ہم ہند کے مسیحیوں کے لئے اس میں یہ نصیحت ہے کہ ہم بت پرستوں کے درمیان تو بے بیشک رہتے ہیں مگر چاہئے یہ کہ ہم بت پرستوں کی غلط پرستوں کی باتوں سے علیحدہ رہیں۔ ضرور ہے کہ مسیح کی کلیسیا بت پرستوں کے دستوروں اور رسموں کے خلط ملط سے پاک رہے۔

دوم۔ اس کا مادہ ایک اور یونانی لفظ بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی ہیں سورج کی روشنی۔ اس سے جو خیال گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جس کو آفتاب کی روشنی نے خوب طرح جانچ پرکھ کر معلوم کر لیا ہو کہ وہ اب پاک صاف ہے۔ اور جو آلائش یا گندگی اس میں تھی وہ نکل آئی اور دُور کر دی گئی۔ اس میں مسیحی مقدسوں کے لئے نصیحت

ہے کہ آفتاب صداقت نے اُن کی خوب طرح چھان بین کر کے پاک صاف کر دیا ہے۔

سوم۔ اس کا مادہ ایک اور یونانی لفظ فعل ہو سکتا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں۔ لڑھکتے جانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو باہر کی آلائش کسی چیز میں لگ جاتی ہے اُس کو زمین پر لڑھکا کر چھڑا دینا اور اس چیز کو اس طرح خالص اور پاک کر دینا۔ اس میں ہم مسیحیوں کے لئے یہ خیال ہے کہ ہمارا دُکھ اُٹھانا گویا آزمائش کی چھلنی میں پھٹکا جانا ہے جس سے کوڑا الگ ہو جاتا ہے اور گیہوں الگ۔ مسیحی اس ترکیب سے اچھے صاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ سونا جب پتھر میں ملا ہوا کان ہی سے نکلتا ہے تو کوٹنے اور دھونے سے خالص نکل آتا ہے۔

ان تینوں ترجموں میں سے اول ترجمہ معانی نہ اعتبار سے بالکل بے عیب ہے

اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔ جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے اُس کے دوہرے معنی ہیں۔ ایک تو آپ ٹھوکر نہ کھانا اور دوسرے یہ کہ کسی دوسرے کو ٹھوکر نہ کھلانا۔ یہ دونوں معنی اس موقع پر لگتے ہیں۔ مسیحیوں کو خود بھی اس دُنیا میں اس طرح چلنا چاہئے کہ بے ایمانی یا نافرمانی جیسے پاپوں سے ٹرک نہ جائیں۔ اور اُن کو اس بات کی بھی احتیاط رکھنی ضرور ہے کہ مبادا اپنی بُری چال سے دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوں۔ اس ملک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی آنکھیں ہم پر لگی ہوتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بدچلنی اُن کو خدا کی راہ میں آنے سے روک دے۔

صاف دل رہنے کا لفظ مسیحی خصلت سے متعلق ہے اور ٹھوکر نہ کھانے کا لفظ مسیحی چال سے علاقہ رکھتا ہے۔

۱۱۔ اور راستبازی کے پھل سے جو یسوع مسیح کے سبب سے ہے بھرے رہو تاکہ خدا کا جلال ظاہر ہو اور اُس کی ستائش کی جائے۔

راستبازی کے پھل۔ پھل کا لفظ گلتیوں کے پانچویں باب کی بائیسویں

آیت میں بھی آیا ہے اور پھر یہی بات یعقوب کے خط کے تیسرے باب کی اٹھارھویں
آیت میں بھی آئی ہے اور عبرانیوں کے ۱۲ باب کی گیارھویں آیت کو بھی پڑھو کہ وہاں بھی
یہ لفظ آیا ہے۔ ممکن ہے کہ راستبازی کے پھل کا خیال پرانے عہدنامے کے اُس ترجمے
کی عبارت سے لیا گیا ہے جس کو ستر ربیوں نے کیا تھا اور امثال کے گیارھویں
باب کی تیسویں آیت اور تیرھویں باب کی دوسری آیت اور عاموس نبی کی کتاب کے چھٹے
باب کی بارھویں آیت میں یہ لفظ پائے جاتے ہیں۔ ان لفظوں کی ترکیب کو خیال کر کے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ پھل جو خود راستبازی ہے یا وہ پھل
جو راستبازی سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر گلتیوں کے پانچویں باب کی بائیسویں آیت
میں جو رُوح کے پھل کا ذکر ہے اور افسیوں کے پانچویں باب کی نویں آیت میں جو
روشنی کے پھل کا ذکر ہے ان سب کے ہم شکل ہونے سے قیاس یہی چاہتا ہے
کہ دوسرے معنی صحیح ہیں۔ پس اب اس محاورے کے معنی یہ ہونگے کہ راستبازی کا پھل
یعنی مسیح کی راستبازی جو ایماندار کو منسوب کی جاتی اور اُس سے وہ راستباز ٹھہرتا ہے
اور رُوح القدس کے وسیلے سے وہ راستبازی روز بروز اُس کے دل میں اثر کر کے
اس کی تقدیس کا باعث ہوتی ہے جس کا پھل اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی
خصلت پلٹ کر نئی ہو جاتی۔ اس کا چال چلن خدا کی مرضی کے مطابق بن جاتا وہ دُنیا کے
سامنے اپنے خداوند کا ایک مبارک گواہ ہو جاتا اور اس کی خدمت و بندگی وفاداری سے
بجا لاتا ہے۔ اس بارے میں یسعیاہ نبی کے تیسویں باب کی سولھویں اور سترھویں
آیتوں کو بھی دیکھو۔

جو یسوع مسیح کے سبب سے ہے۔ اس پھل لانے کی شرط یہ ہے
کہ ایماندار مسیح کے ساتھ ایک رہے یوحنا کی انجیل کے پندرھویں باب میں جو تعلیم کہ
پہلی آیت سے سولھویں آیت تک دی گئی ہے وہ سب یہاں چسپاں ہے۔

جب ہم مسیح کے ساتھ ایک ہو گئے ہیں اور اُس میں قائم بھی رہتے ہیں تو
ہم اپنے اندر اُس کی زندگی اور رُوح کے متواتر سرایت کرتے رہنے سے پھل پیدا

کرنے بلکہ بہت سا پھل لانے کی قوت حاصل کرتے ہیں۔

بھرے رہو۔ اصل لفظوں کا مطلب یہ ہے کہ بھرے ہوئے رہ کر۔ یعنی
کہ بھری ہوئی حالت جاری رہے۔ جب دل میں سچی پاکیزگی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ
ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ پھل پیدا ہو۔ نویں اور دسویں آیتوں میں جس ترکیب اور پسند کا
بیان ہے اگر اسے پورے درجے کا پھل پیدا نہ ہو تو اُس کا مقصد پورا نہ ہوا چاہیئے یہ
کہ خدا کے لگائے ہوئے درخت ہمیشہ پھل سے لدے ہوئے ہیں۔

تاکہ خدا کا جلال ظاہر ہو اور اس کی ستایش کی جائے۔ یہی مسیحیوں کی
زندگی کا اصل مقصد اور مطلب ہونا چاہیئے ہماری زندگی کے پاکیزہ اور پھلدار ہونے کا
مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم کو خود آرام و خوشی حاصل ہو۔ بلکہ اس سے صرف خدا کی بزرگی
اور ستایش ہو پس مشنریوں کی زندگی اور خدمت کے لئے یہ بات بڑی مقدم ہے اور
ان کو اسے ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ ہندکی کلیسیا کی زندگی کا بڑا مقصد بھی یہی ہونا چاہیئے
کہ اُس سے خُدا کی بزرگی اور جلال ظاہر ہو اور اس ملک پر کیا حصر ہے بلکہ ساری دُنیا
کے ملکوں کا یہی بڑا مقصد ہونا چاہیئے کہ ان سے خدا کی حمد و بزرگی ہو۔

جلال و بزرگی سے مطلب یہ ہے کہ خدا کے اوصاف ظاہر ہو جائیں۔
حمد و ستایش سے مطلب یہ ہے کہ خدا کی ساری مخلوق اس کے اوصاف
کی تعریف اور مبارک بادی بیان کیا کرے۔ اس بارے میں افسیوں کے پہلے باب کی
چھٹی آیت کو بھی دیکھو۔

۱۲ سے ۲۶ آیات تک پولس کی ذات خاص کا احوال

یعنی اس کی قید اور اُس کے کام وغیرہ کا بیان ہے۔ اس حصے میں یعنی بارھویں آیت
سے چودھویں تک پولس اپنے قید میں پڑنے کا حال بیان کرتا ہے۔ اور پندرھویں آیت
سے اٹھارھویں تک اپنے مخالفوں کا ذکر کرتا ہے۔ پھر انیسویں اور بیسویں آیتوں میں اپنے
حال کے بے تحقیق ہونے کے بارے میں لکھتا ہے۔ اور اکیسویں سے چوبیسویں
تک یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے کس بات کو پسند کر کے چُن لیا ہے اور آخر پچیسویں اور

چھبیسویں آیتوں میں اپنے بھروسے کا بیان کرتا ہے۔

۱۲۔ اور اے بھائیو۔ میں چاہتا ہوں تم جان لو کہ جو مجھ پر گزرا وہ خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہوا۔

جو مجھ پر گزرا۔ یہی الفاظ افسیوں کے چھٹے باب کی اکیسویں آیت اور کلسیوں کے چوتھے باب کی ساتویں آیت میں بھی آتے ہیں۔ انسان کی نظر سے اگر پولس کی ان وارداتوں کو دیکھا جائے تو جو نتیجے وہ بیان کرتا ہے کہ ان سے پیدا ہوئے وہ بالکل قرین قیاس نہیں معلوم ہوتے بلکہ اس کے خلاف ہیں۔ مگر چاہئے یہ کہ جتنی وارداتیں صادر ہوتی ہیں ہم اُن سب پر ایمان کی نظر سے خیال کیا کریں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ خدا اپنے انتظام سے اُن سب کی کچھ ایسی شکل پیدا کر لیتا ہے کہ اسی کی مرضی بر آئے۔ جیسا کہ رومیوں کے آٹھویں باب کی اٹھائیسویں آیت سے بھی پایا جاتا ہے

خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہوا۔ جس لفظ کا ترجمہ یہاں ترقی کیا گیا ہے اس سے خیال سفر بنا کا سا پیدا ہوتا ہے کیونکہ اصل میں اس کے معنی ہیں کہ جب کوئی شخص بے راہ جنگل میں گزر رہا ہو تو جو درخت یا ٹیلے اس کی سد راہ ہوں ان کو کاٹتے جانا اس طرح اپنے آگے کا راستہ صاف کر دینا۔ اس لفظ کا اسم تو اسی باب کی پچیسویں آیت میں اور پہلے تیمتھیس کے چوتھے باب کی پندرھویں آیت میں آیا ہے۔ مگر اس حرف کا فعل لوقا کے دوسرے باب کی باونویں آیت۔ رومیوں کے تیرھویں باب کی بارھویں آیت۔ گلتیوں کے پہلے باب کی چودھویں آیت اور دوسرے تیمتھیس کے دوسرے باب کی سولھویں آیت اور تیسرے باب کی نویں اور تیرھویں آیتوں میں کام میں آیا ہے۔

بندمیں انجیل کے اس کام کی بہت ضرورت ہے جس کو سفر بنا کا کام کہنا

چاہئے یعنی کہ رستہ صاف و تیار کرنا۔ پس ہم سب کو دُعا مانگنی چاہئے کہ انجیل کی ترقی اسی طرح ہو اور اسی مطلب کے لئے کام بھی کرنا چاہئے یعنی کہ پھر اندر اور جو قسم کی رکاوٹ کرنے والا سر دار ہے اُسکے آگے بڑھنے کے لئے جو راہ سامنے ہے وہ صاف کر دی جائے۔

باعث ہوا کے لئے جو لفظ ہے وہ زمانۂ قریب کا فعل ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ انجیل کی ترقی ہی کا باعث ہوا ہے اور اب تک ہوتا جاتا ہے۔

۱۳۔ یہاں تک کہ قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن اور باقی سب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ میں مسیح کے واسطے قید ہوں

قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن۔ اعمال کے اٹھائیسویں باب کی تیسویں آیت میں لکھا ہے کہ پولس اپنے کرایہ کے گھر میں رہتا تھا۔ اور اُس جگہ قید تھا۔ پس قیصری پلٹن کے جو سپاہی باری باری سے پہرا دینے اس کے پاس آتے تھے وہ اُس سے انجیل کی داستان سُنا کرتے تھے اور واپس جا کر اور سپاہیوں کو بھی رسول کا وعظ جہاں تک یاد ہوتا تھا سُنایا کرتے تھے۔ اس طرح پر سچی الہام کی بڑی بڑی باتیں تھوڑے عرصے میں قیصری پلٹن کے سپاہیوں کو معلوم ہو گئیں۔ اور ہم یقین کر سکتے ہیں کہ اُن جوانمرد سپاہیوں میں سے بعض لوگ مسیح کی صلیب کے بڑے مضبوط سپاہی بن گئے تھے۔

اور باقی سب لوگوں میں۔ ان لفظوں کی توضیح کے لئے لوقا کے چوبیسویں باب کی نویں آیت اور دوم کرنتھیوں کے دسویں باب کی پانچویں آیت کو بھی پڑھنا چاہئے۔ کانی بیر اور ہوسن صاحب مفسروں کی رائے ہے کہ ان لفظوں سے مراد قیصری پلٹن کے سارے باقی سپاہی ہے اور مول صاحب کا خیال ہے کہ اس سے

مراد ہے اور سارے لوگ یعنی رومہ کی خلق اللہ اور بشپ لائٹ فٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ان لفظوں کا مطلب ہے عموماً اور سارے لوگ۔ بہر حال ان لفظوں کے معنی میں بہت سے لوگ شامل ہیں اس لئے اس کا ترجمہ بہت کھینچ کر نہیں کرنا چاہئے۔

یہ مشہور ہوگیا کہ میں مسیح کے واسطے قید ہوں۔ یعنی لوگوں کو صاف طرح معلوم ہوگیا کہ میرا قید میں پڑنا مسیح کی وجہ سے ہے اور اس لئے کہ میں ہمہ تن اس کے ساتھ ہوں اور نہ کسی قومی یا ملکی باعثوں سے۔ پولس رسول کی قید سے یہ نتیجے پیدا ہوئے کہ۔

اوّل تو جیسا اعمال کے سولھویں باب کی چھبیسویں وغیرہ آیتوں میں لکھا ہے
اسی شہر فلپی میں جیلخانہ کا داروغہ مسیح پر ایمان لایا۔

دوم جیسا فلیمون کے خط کی دسویں اور گیارھویں آیتوں میں بیان کیا گیا ہے
رومہ شہر میں انیسمس ایمان لاکر نجات کا وارث ہوا۔

سوم یہ کہ فلپیوں کے پہلے باب کی۔ ساتویں۔ تیرھویں۔ چودھویں اور سترھویں آیتوں سے پایا جاتا ہے۔ سارے رومہ شہر میں انجیل کی منادی خوب طرح سے ہوگئی۔ غرضیکہ پولس کی بیڑیوں تک سے مسیح کی منادی اور اُس کا کام پھیل گیا۔

۱۴۔ اور جو خداوند میں بھائی ہیں اُن میں سے اکثر میرے قید ہونے کے سبب سے دلیر ہو کر بیخوف خدا کا کلام سنانے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں۔

خداوند میں۔ اگرچہ ان لفظوں کو دلیر ہونے کے ساتھ بھی لگا سکتے ہیں مگر بہتر یہی ہے کہ ان کا تعلق لفظ بھائی کے ساتھ ہی سمجھا جائے۔ اس بارے

میں اس شرح کو بھی دیکھو جو ہم نے دوسرے باب کی اُنیسویں آیت کے متعلق لکھی ہے۔

اُن میں سے اکثر بھائی۔ یعنی خداوند میں جس قدر بھائی وہاں تھے اُن میں سے زیادہ تر بھائیوں کے دلوں میں تو خداوند کے لئے جوش کی آگ بھڑک گئی مگر تھوڑے جو باقی رہے وہ بے پرواہ رہے یا تو اس لئے کہ اُن کا دل نہ چاہتا تھا۔ یا وہ اس کام کے لئے کچھ دوستی نہ رکھتے تھے۔ یا وہ ڈرپوک تھے۔ اعمال کے اُنیسویں باب کی تیسویں اور ستائیسویں باب کی بارھویں آیت اور اوّل کرنتھیوں کے دسویں باب کی پانچویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل میں جب اکثر یا زیادہ تر رویوں کا ذکر آیا ہے تو وہ بارہا مخالفت پر پائے گئے ہیں۔ مگر یہاں اُس کے برعکس حال ہے۔

میرے قید ہونے کے سبب سے دلیر ہو کر۔ یعنی میری قید کے باعث سے اُن کو دلیری حاصل ہوگئی۔ کالی پیر اور ہوسن صاحب مفسروں کی بھی رائے یہی ہے اور اسی معنی سے رسول کا صحیح مطلب معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ رسول کی قید کا باعث ایک بڑا شاندار تھا اور وہ ایک بڑے جلالی شخص کی منادی کرتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا۔ خاص کر جب اُنہوں نے دیکھا کہ اس سے انجیل کی صاف طرح ترقی ہوتی ہے۔ پولس ایک ایسا شخص تھا کہ مسیح کے لئے بیڑیاں پہننے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا تھا۔ اور ہر چند وہ قید میں پڑا ہوا تھا۔ تاہم وہ جانتا تھا کہ میرا منجی مسیح ہی فتح مند ہے۔ بلکہ فتح کی نسبت بھی زیادہ تر اقبالمند۔ مسیحی جوش اور بہادری میں یہ اثر ہونا چاہئے کہ سب لوگوں میں سحر کی طرح تاثیر کرے۔

بے خوف۔ یہ لفظ ایک صفتِ فعل ہے اور انجیل میں صرف چار دفعہ آیا ہے۔ بعض خادمانِ دین تو ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ جیسا یہوداہ کے خط کی بارھویں آیت میں لکھا ہے بے دھڑک اپنا پیٹ بھرتے ہیں مگر اس کے برعکس سچے مسیحی بھی ہوتے ہیں جو لوقا کی انجیل کے پہلے باب کی چوہترویں آیت کے مطابق بے خوف خدا کی

عبادت کرتے ہیں یا جیسا اوّل کرنتھیوں کے سولھویں باب کی دسویں آیت میں ذکر آیا ہے وہ بے خوف خداوند کا کام کرتے ہیں یا جیسا کہ فلپیوں کے پہلے باب کی چودھویں آیت میں لکھا ہے خدا کا کلام بے دھڑک سُناتے ہیں۔

خدا کا کلام سُنانے۔ کلام کے بارے میں جو جو مختلف نام انجیل میں آئے ہیں اُن پر غور کرنے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ اس موقعہ پر جو لفظ ہے یعنی خدا کا کلام وہ تو معمولی ہے متی کے تیرھویں باب کی اُنیسویں آیت میں بادشاہت کا کلام آیا ہے اور اعمال کے پندرھویں باب کی ساتویں آیت میں انجیل کا کلام یا خوشخبری کا کلام آیا ہے۔ اوّل کرنتھیوں کے پہلے باب کی اٹھارھویں آیت میں صلیب کا کلام لکھا گیا ہے۔ اور افسیوں کے پہلے باب کی تیرھویں آیت میں اور بعض اور مقاموں میں کلام حق مذکور ہوا ہے۔ فلپیوں کے دوسرے باب کی سولھویں آیت اور اوّل یوحنا کے پہلے باب کی پہلی آیت میں زندگی کا کلام آیا ہے۔ کلسیوں کے تیسرے باب کی سولھویں آیت میں مسیح کا کلام لکھا گیا ہے اور اوّل تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی آٹھویں آیت میں اور اور مقاموں میں خداوند کا کلام مذکور ہوا ہے۔ اور بعض اور بھی اصطلاحیں کام میں آتی ہیں۔

زیادہ جرأت کرتے ہیں۔ یعنی کلام سُنانے میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ دلیری یا جرأت کرتے ہیں۔ وہ مسیح کے لئے پہلے کی نسبت زیادہ اکثر اور زیادہ کھلم کھلا اور زیادہ دلیری کے ساتھ گواہی دینے لگے۔ یہی دلیری یا جوانمردی کے بعض کاموں کے لئے جو یہی لفظ اور مقاموں پر آیا ہے اُن پر بھی ذرا غور کریں۔ اوّل تو مرقس کے پندرھویں باب کی بیالیسویں آیت میں یہ لکھا ہے کہ یوسف نے جرأت سے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ دوم رومیوں کے پانچویں باب کی ساتویں آیت میں بعض آدمیوں کے اپنے نیک ہم جنسوں کے لئے اپنی جان تک دے دینے کی جرأت کرنے کا ذکر آیا ہے۔ پھر دوم کرنتھیوں کے دسویں باب کی دوسری آیت میں معلموں کی غلط تعلیم کی مخالفت پر دلیر ہونے کا ذکر ہوا ہے۔ چہارم پھر اسی خط کے

گیارھویں باب کی اکیسویں سے ستائیسویں آیتوں تک یہ بیان آیا ہے کہ انجیل سُنانے والوں کو حق کے لئے کام کرنے اور دُکھ اُٹھانے میں دلیر ہونا چاہئے اور پنجم فلپیوں کے پہلے باب کی چودھویں آیت میں یہ لکھا ہے۔ کہ ایماندار انجیل سُنانے کے لئے دلیر ہو گئے۔

۱۵۔ بعض تو حسد اور جھگڑے کی وجہ سے مسیح کی منادی کرتے ہیں اور بعض نیک نیتی سے۔

اس آیت میں دو طرح کے منادوں کا بیان ہے اور دونوں کے منادی کرنے کا باعث علیحدہ ہے رسول کہتا ہے کہ۔

بعض تو حسد اور جھگڑے کی وجہ سے مسیح کی منادی کرتے ہیں۔ ان لفظوں میں اُن آدمیوں کی طرف اشارہ ہے جو رومہ شہر کی کلیسیا میں اس بات کی کوشش میں تھے کہ مسیحیوں کو یہودی شریعت کے طریق کا بناویں۔ اسی بات کی طرف رسول نے تیسرے باب میں دوسری سے پندرھویں آیتوں تک پھر اشارہ کیا ہے رومیوں کے خط کے دوسرے اور چوتھے باب سے اور اور مقاموں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح کے تھے اور اُن کی تاثیر کہاں تک تھی۔ وہ انجیل کو تو مانتے تھے مگر اس بات پر بھی زور دیتے تھے کہ ختنہ کرنا ضرور ہے اور موسوی شریعت پر چلنا ہمیشہ فرض ہے۔ وہ مسیحی تو تھے۔ مگر موسوی کفن کے اندر لپٹے ہوئے تھے اور اُن کے اندر ان تفرقوں کی باتوں کا جوش بڑا سخت تھا وہ مسیح کی منادی تو کرتے تھے مگر اُن کا مسیح وہ خاص مسیح تھا جو بالکل عبرانی خیال کے موافق تھا۔ ہم جو ہند میں رہتے ہیں اس سے خبردار رہیں کہ مبادا ایسے مسیحیوں کو برپا کریں جو ہندوؤں یا مسلمانوں کے کفنوں کو پہن کر پھریں۔ یعنی جو جھوٹے مذہبوں کے پُرانے مردہ دستور اور خیالات

ہیں اُن کو اختیار کر لیں۔ ذات پات کے خیال میں پڑے رہیں یا قومی دستوروں کو اپنا لباس پہنائیں۔

بعض تو حسد اور جھگڑے کی وجہ سے۔ اگر اصل کے لفظوں کا یوں ترجمہ کیا جاتے تو بہتر ہو کہ بعض واقعی حسد اور تکرار سے ایسا کرتے ہیں اگرچہ یہ کہنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس کا بمشکل یقین کرے۔ تاہم یہ بات تھی واقعی۔ حسد سے کرنے کے الفاظ متی کے ستائیسویں باب کی اٹھارھویں آیت اور مرقس کے پندرھویں باب کی دسویں آیت میں بھی آئے ہیں۔ ان مقاموں پر بھی ان لفظوں کا آنا قابلِ افسوس ہے۔ روم کی کلیسیا میں جو لوگ ایسا کرتے تھے ان کا باعث یہ تھا کہ وہ پولس رسول کے رسوخ کا حسد کرتے تھے اور اس کے لئے جھگڑتے تھے کہ کسی طرح ہمارے فرقے کے حامی فریق کے طرفدار زیادہ ہو جائیں۔ اس ملک میں بھی ضرور ہے کہ ہم اُن لوگوں کے حسد سے بری رہیں جو ہماری پیروی نہیں کرتے۔ اور ہم میں تفرقے کا مزاج پیدا نہ ہو جائے کہ ہم کسی خاص ظاہری انتظام کو نجات کے لئے ضروری سمجھنے لگیں۔ کلیسیاؤں کے باہم جو تفرقے ہیں اُن کے لئے ہم سب کو افسوس کرنا اور اُن سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور اگرچہ ہم کو چاہئے کہ اپنی اپنی کلیسیاؤں سے ملے رہنے میں وفادار رہیں پھر بھی ہم اس کا خیال رکھیں کہ ہمارا سلوک اوروں کے ساتھ کشادہ دلی اور محبت کے ساتھ ہو۔

اور بعض نیک نیتی سے۔ جس لفظ کا ترجمہ نیک نیتی کیا گیا ہے وہ انجیل میں یا تو اس معنی میں آتا ہے کہ کوئی شخص وہ کام کرے جو اُسے اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوتا ہے اس معنی میں یہ لفظ متی کے گیارھویں باب کی چھبیسویں آیت اور لوقا کے دسویں باب کی اکیسویں آیت اور افسیوں کے پہلے باب کی پانچویں اور نویں آیتوں اور فلپیوں کے دوسرے باب کی تیرھویں آیت میں آیا ہے یا یہ لفظ اس معنی میں آتا ہے کہ کوئی شخص اپنے نیک دل کی مرضی سے کوئی کام کرے۔ اس معنی میں یہ لفظ رومیوں کے دسویں باب کی پہلی آیت میں اور شاید لوقا کے دوسرے

باب کی چودھویں آیت اور دوم تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی گیارھویں آیت میں کام آیا ہے۔ مگر جس مقام کی ہم یہاں شرح لکھ رہے ہیں اُس میں یہ لفظ دونوں معنی میں شامل معلوم ہوتا ہے۔

یہ لوگ مسیح کی منادی اپنی پسند اور خوشی کی خاطر کے ساتھ بھی کرتے تھے۔ اور اپنی نیک نیتی سے بھی کیونکہ وہ اپنے ہم جنسوں کو بھی فائدہ پہنچانا چاہتے تھے۔ اور رسول کے دل کو بھی خوش کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے بشپ مول صاحب اس کو وفاداری کی خوشی ظاہر کہتے ہیں

۱۶- ایک تو محبت کی وجہ سے یہ جان کر مسیح کی منادی کرتے ہیں کہ میں خوشخبری کی جوابدہی کے واسطے مقرر ہوں

خوشخبری کی جوابدہی کے لئے۔ ساتویں آیت میں بھی یہی لفظ آئے ہیں اس کو بھی پڑھو۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کی اور انسانوں کی روحوں کی محبت تھی۔ ان سب کے دلوں میں بے شک پولس رسول کی جوانمردی کے کاموں کو دیکھ کر بڑا جوش پیدا ہوا ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ وہ اکیلا شخص تھا اور قید میں پڑا ہوا۔ تو بھی کیسی بہادری سے مسیح کے قلعہ کی حفاظت میں سرگرم تھا جیسا کہ سموئیل نبی کی دوسری کتاب کے تیئیسویں باب کی گیارھویں آیت میں داؤد بادشاہ کے سردار شمہ کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اکیلا ساری فلستیوں کی فوج کے مقابلے میں اپنی جگہ پر کھڑا لڑتا رہا اور سارے دشمنوں کو اس اکیلے جوان نے شکست دی۔ پولس بھی خوشخبری کی جوابدہی اور حمایت میں سارے مخالفین حملہ کرنے والوں سے اکیلا لڑتا تھا۔ ایسے بہادر سپاہی کو دیکھ کر کون لڑنے سے قدم پیچھے ہٹائیگا۔

میں اس کام کے لئے مقرر ہوں۔ بشپ مول صاحب ان الفاظ کی تشریح

یوں کرتے ہیں کہ ان سے ایک ایسے سپاہی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا پہرہ کسی لڑائی کے خطرناک مقام پر مقرر کیا گیا ہو۔ اور دشمن کے ہاتھ سے لشکر کی حفاظت کے لئے ایک سلسلہ تجاویز ٹھہرالیا گیا ہو۔ رسول کے یہ لفظ فلپی کے مسیحیوں کے دلوں پر یہ خیال جمانے کے لئے لکھے گئے ہیں کہ تم سلطنت رومہ کے شہر والے ہو اور اس مقام پر اس لئے مقرر کئے گئے ہو کہ سرحد پر دشمنوں سے سلطنت کی حفاظت کرو۔

جس اصل لفظ کا ترجمہ مقرر کیا گیا ہے وہ فصل اور مقاموں پر بھی آیا ہے اُن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اوّل تو جیسا کہ متی کے پانچویں باب کی چودھویں آیت میں لکھا ہے۔ روشنی دینے کے لئے مقرر ہے۔ دوئم جیسا کہ فلپیوں کے خط کی اسی آیت میں آیا ہے وہ خوشخبری کی جوابدہی کے لئے بھی مقرر کیا گیا ہے۔ سوئم جیسا اوّل تھسلنیکیوں کے تیسرے باب کی تیسری آیت میں مذکور ہے وہ مصیبتیں سہنے کے لئے بھی مقرر ہوا ہے۔ اس بارے میں لوقا کی انجیل کے دوسرے باب کی چونتیسویں آیت کو بھی دیکھو۔

اس لفظ میں کسی قدر پست ہونے کا بھی خیال گزرتا ہے۔ یعنی اگر ہم چاہتے ہیں کہ خوشخبری کی عمدہ جوابدہی کرنے والے ہوں تو ضرور ہے کہ ہم اپنے آپ کو خاک کی طرح پست کریں۔ جیسا کہ سپاہی بھی جب میدان جنگ میں خواہ دشمن پر گولی چلاتا ہے۔ خواہ دشمن کے نشانے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے تو اکثر زمین پر لیٹ کر ایسا کرتا ہے۔

۱۷۔ مگر دوسرے تفرقے کی وجہ سے۔ نہ کہ صاف دلی سے۔ بلکہ اس خیال سے کہ میری قید میں میرے لئے مصیبت پیدا کریں۔

تفرقے کی وجہ سے۔ جس یونانی لفظ کا یہ ترجمہ ہے اس کے معنی اوّل یہ ہوا

کرتے تھے کہ مزدوری کے لئے محنت کرنا۔ پھر اس کے معنی یہ پڑ گئے کہ کوئی عہدہ حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کے پاس جا کر اُن کی سفارش اور طرفداری حاصل کرنی۔ ہوتے ہوتے اسکے معنی یہ ہو گئے کہ کسی خاص فرقے کی طرفداری کا مزاج پڑ جانا کانی بیر اور ہوسن صاحب مفسر اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ چپکے چپکے اور فطرت کے ساتھ لوگوں کے ساتھ سازش یا جوڑ توڑ کرتے۔ غرض یہ ہے کہ جن لوگوں کا رسول ذکر کرتا ہے کہ وہ مسیحیوں کو پرانے یہودی دستوروں اور شریعت کے پابند رکھنا چاہتے تھے۔ اُن لوگوں میں کینہ بغض کا وہ غصہ اور جھگڑا بھی تھا جو روزینہ دار مزدوروں کے باہم اپنی مزدوری کے بارے میں اکثر ہوا کرتا ہے اور ملکی معاملات کی مجلسوں میں جو لوگ شریک ہونے کی خاطر بڑی جانفشانیاں کرتے اور لوگوں کے پاس جا کر اپنے لئے سفارشیں مانگتے ہیں اُن کی سی سرگرمی بھی اُن میں تھی۔ یہ لفظ دوسرے باب کی تیسری آیت میں پھر آیا ہے۔

نہ صاف دلی سے۔ لفظی معنی یہ ہیں کہ خلوص یا صفائی کے ساتھ نہیں۔ یعنی میلے کچیلے اور گندے ارادوں سے کوئی کام کرنا۔ اس لفظ سے رسول مسیحی کام میں سارے کھینچنے اور ہیچ خیالوں کے ساتھ کام کرنے اور کسی فرقے کے لئے طرفدار ہو جانے کی بُرائی ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی بندگی صرف اس نیت سے کرنی کہ ہم کو اس سے روزگار یا روٹی ملتی ہے۔ یا کہ ہمارے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے یہ صدق دلی کے ساتھ خدا کی بندگی نہیں ہے۔

بلکہ اس خیال سے کہ میری قید میں میرے لئے مصیبت پیدا کریں۔ اس کی تفسیر بشپ لائٹ فٹ صاحب اس طرح کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول کی اس تعلیم کی مخالفت میں کہ مسیحی پرانی شریعت کی رسموں سے آزاد ہیں لوگوں کو اُبھارتے اور رسول کے برخلاف اُس فرقے کی تعداد کو بڑھاتے ہیں وہ اس میں داخل ہیں اور بشپ مول صاحب کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ متلاشیوں یا نومریدوں کو رسول کے پاس آنے سے روکتے تھے۔ اُن سے مراد ہے۔ کانی بیر صاحب اور ہوسن صاحب کی

تفسیر یہ ہے کہ ان لفظوں میں اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو رسول پر یہ الزام لگاتے تھے کہ اس کی تعلیم جھوٹی ہے اور قومی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اور اس طرح جو یہودی نسل کے مسیحی رومہ شہر میں رہتے تھے اُن کی نظر میں رسول کو ذلیل کرتے تھے۔ غرض یہ کہ ان لفظوں میں رسول کا مطلب ان سب لوگوں سے ہے جن میں یہ ساری باتیں جو بیشتر بیان کرتے ہیں۔ پائی جاتی تھیں اور جن کی غرض یہ تھی کہ رسول کو بے عزت کریں اور کلیسیا میں نااتفاقی پھیلائیں۔ جس لفظ کا ترجمہ یہاں یہ کیا گیا ہے کہ میری قید میں میرے لئے مصیبت پیدا کریں۔ اس کا ترجمہ لائٹ فٹ صاحب یہ کرتے ہیں کہ وہ میری زنجیروں یا بیڑیوں سے میری ٹانگوں کو گھائل بناتے ہیں۔ حقیقت میں جو مصیبت کے لئے یونانی لفظ ہے اسکے اصلی معنی ہیں بھی یہی کہ کسی چیز کو رگڑنا اور دبانا۔

۱۸- پس کیا ہؤا؟ صرف یہ کہ ہر طرح سے مسیح کی منادی ہوتی ہے۔ بہانے سے ہو۔ خواہ سچائی سے اور اس سے میں خوش ہوں۔ اور رہونگا بھی

پس کیا ہؤا؟ صرف یہ کہ ہر طرح سے مسیح کی منادی ہوتی ہے۔ گویا رسول یہ کہتا ہے کہ اس کیا مضائقہ ہے؟ میں تو مسیح کا ایک شخص غلام ہوں اور کچھ چیز ہوں نہیں پس میرا اس میں کیا نقصان ہے؟ غرض رسول یہ کہنا چاہتا ہے کہ سب بہتر تو یہ بات ہے کہ میں اُن کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کروں مگر اس کا ایک اثر ضرور ہوتا ہے اور صرف ایک ہی اثر ہے کہ اس سے میرے مالک مسیح کا نام مشہور ہوتا ہے۔ اور اسکے کام کی ترقی ہوتی ہے۔

بہانے سے۔ جس لفظ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسکے اصل معنی ہیں مُنہ دکھانے کے ارادے سے یعنی جو ارادہ یا مطلب کہ ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ اور منصوبوں کے چھپانے کے لئے پردے کا کام دیتا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو باتیں

نہایت درست ہیں۔ وہ بھی دھوکے بازی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ اسی کی مثالیں انجیل میں اور مقاموں پر بھی پائی جاتی ہیں مثلاً۔

اوّل تو مرقس کے بارھویں باب کی چالیسویں اور لوقا کے بیسویں باب کی سینتالیسویں آیت میں دکھانے کے لئے دُعا مانگنے کا ذکر ہے۔

دوم۔ اعمال کے ستائیسویں باب کی تیسویں آیت میں بہانے سے کچھ کام کرنے کا بیان ہؤا ہے۔

سوم۔ تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی پانچویں آیت میں اسی جگہ کی طرح بہانے یا دکھاوے کے لئے منادی کرنے کا ذکر ہے۔

چہارم۔ یوحنا کے پندرھویں باب کی بائیسویں آیت میں ناواقفیت کے بہانے یا عذر کا مذکور ہے۔ جو یونانی لفظ ان سارے مقاموں پر کام آیا ہے۔ وہ ایک ہی ہے۔

منادی کے لئے جو لفظ اس آیت میں ہے وہ وہی ہے جو سترھویں آیت میں آیا ہے جس کے معنی ہیں لوگوں میں کسی بات کا اشتہار دینا یا کسی بات کی خبر سنانی۔

اس سے میں خوش ہوں اور خوش رہونگا بھی۔ اس کا بہتر ترجمہ یہ ہے کہ میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔ ہاں۔ اور ضرور خوش ہونگا۔ رسول جو یہ بات بیساختہ طور پر یکایک بول اُٹھا ہے اس سے اسکے دل کے خیالات کی کشمکش پائی جاتی ہے اور یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ میرے دل کے اندر جو وہ باتوں کی ردّ و بدل ہوئی اُن کے بارے میں میں نے کس طرح اپنے نفس پر فتح پائی۔ جو شخص کہ تابعدار ہے وہ اپنے مالک کی عزت بڑھتی ہوئی دیکھ کر خوشی منا سکتا ہے ہر چند اس سے اُس کی اپنی ذات خاص کی بے عزتی ہوتی نظر آتی ہو۔ اس خیال کے متعلق یوحنا کے تیسرے باب کی اُنتیسویں اور تیسویں آیتوں کو بھی ملاحظہ کرو۔

غرض رسول جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے مالک کی بزرگی ظاہر ہونے کا ایک نیا موقع ہے تو اپنے دل کے خیالوں کو بالکل دبا دیتا ہے۔ پس اگرچہ یہ لوگ

جو اُسکے مخالف تھے مسیح کی منادی ایک بڑے نالائق مطلب کے لئے کرتے تھے تو بھی رسول اس میں دل سے خوشی منا سکتا تھا کیونکہ اس بات سے بھی مسیح کی حقیقت غیر قوموں میں ظاہر ہوتی تھی۔ ۱۰ اس بارے میں اب اس کے سامنے یہ سوال پیش نہ تھا کہ وہ ان کے اس مخالف ارادے میں کہ پرانی یہودی شریعت اور دستور مانے جائیں ان باتوں سے انجیل کی تعلیم کے آزاد ہونے کی حمایت کرے۔ جیسا کہ اس نے کلیسیا کو پاک صاف رکھنے کی نیک سرگرمی سے گلتیوں کے بارے میں کیا تھا۔ مگر اس موقع پر غیر قوموں کے درمیان انجیل کی خوشخبری پھیلانے کا صرف ایک امر در پیش ہے۔

۱۹۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری دُعا اور یسوع مسیح کے رُوح کے انعام سے اس کا انجام میری نجات ہوگا۔

تمہاری دُعا سے۔ یہی لفظ چوتھی آیت میں بھی آیا ہے۔ رسول نے ان کے لئے خدا سے درخواست کی تھی۔ اب اُن کی باری تھی کہ وہ بھی اُسکے لئے خدا سے درخواست کریں۔ پولس اپنے خطوں میں مسیحیوں سے اکثر یہ استدعا کرتا ہے کہ وہ اس کے لئے خدا سے دُعا مانگیں۔ مثلاً رومیوں کے پندرھویں باب کی تیسویں آیت میں اور افسیوں کے چھٹے باب کی اٹھارھویں اور انیسویں آیتوں میں اور کلسیوں کے چوتھے باب کی دوسری تیسری آیتوں میں اور بعض اور جگہوں میں بھی۔

یونانی میں جس ترکیب سے یہ لفظ آئے ہیں اُسکے معنی یہ ہیں کہ رُوح کا انعام اُن کی دُعا کے جواب میں دیا گیا ہے معاملہ تو ایک ہی ہے اُسکے پہلو دو ہیں۔ ایک تو اُن کی طرف کا کام ہے یعنی دُعا مانگنا۔ دوسرا خدا کی طرف کا کام ہے یعنی رُوح کا انعام دینا۔

یسوع مسیح کے رُوح کے انعام سے۔ ان لفظوں کی اصل ترکیب پر لحاظ کر کے اس فقرے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ کثیر انعام جو رُوح دیتا ہے۔ کالؔی بیراور ہوسن مفسران ہی معنی کو لے کر اس فقرے کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی رُوح کے وسیلے سے میری ساری احتیاجیں پوری ہو جائینگی۔

لیکن اگر دوسرے معنی لئے جائیں تو یہ مطلب ہے کہ وہ کثیر انعام جو رُوح خود ہے۔ جس کی مراد یہ ہے کہ رُوح القدس جس کا لقب فارقلیط ہے وہ رسول کی رُوح کے اندر اور بھی زیادہ کثرت کے ساتھ حاصل ہوگا۔

اس مقام پر یہ دونوں معنی اچھی طرح کھپ سکتے ہیں۔ اگر خدا کا رُوح ہم کو زیادہ تر پورے طور پر حاصل ہو تو ضرور ہے کہ ہماری ساری احتیاجیں زیادہ تر پورے طور پر رفع ہو جائیں۔ مناسب ہے کہ ہر چند کا ہر مسیحی رُوح کے اس کثیر انعام کی تلاش میں رہے تو ضرور ہے کہ جیسا اعمال کے پہلے باب کی آٹھویں آیت اور چوتھے باب کی اکتیسویں [۳۱] بتیسویں [۳۲] اور تینتیسویں [۳۳] آیتوں میں لکھا ہے ہم کو قوت اور برکت دونوں حاصل ہو جائینگی۔

انعام۔ یونانی میں جو لفظ ہے اس کا مطلب ہے کہ بخشش کا بڑی کشادہ دستی سے دیا جانا۔ یا اور زیادہ تر دیا جانا۔ افسیوں کے چوتھے باب کی سولھویں آیت میں یہی لفظ پھر آیا ہے۔ اور یونانی میں جو لفظ ہے جسکے معنی ہیں ناچنے گانے کی بڑی تکلف کی محفلوں کا خرچ اٹھانا۔ اُسی لفظ سے نکلا ہوا یہ لفظ ہے۔ مگر اس کے معنی میں بہت زور ہے۔ پولس رسول کو رُوح کے فضل و قوت کا انعام کثرت کے ساتھ ایک تو پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا۔ اب وہ فلپی کے مسیحیوں کی دُعا کے جواب میں اور زیادہ بخشش یعنی یسوع مسیح کے رُوح القدس کے ملنے اور کثرت سے اُنڈیلے جانے کا اُمیدوار تھا۔ یہ وہ فارقلیط ہے جو یسوع مسیح میں سے صادر ہوتا اور اُس کا مکاشفہ ایماندار کے دل میں پیدا کرتا ہے۔

اس کا انجام۔ اس کا اشارہ رسول کی آزمایش اور دُکھ کی موجودہ حالتوں کی طرف ہے یعنی رسول کا زنجیر بند قید خانے میں پڑا ہونا اور اسی کے ساتھ اور جس قدر کڑوی

کمزوری باتیں اور مصیبتیں اُس کو اُٹھانی پڑتی تھیں۔

میری نجات ہوگا۔ یعنی میرے لئے اس کا انجام نجات یا مخلصی ہوگا یہ الفاظ جو رسول کی زبان سے یہاں نکلے ہیں اُس نے ایوب کی کتاب کے تیرھویں باب کی سولھویں آیت سے جیسا کہ ستر مترجموں کے ترجمے میں الفاظ ہیں گویا بے معلوم نقل کئے ہیں۔

نجات کا لفظ اس مقام پر جیسا کہ بعض کا خیال ہے رسول کے بدن کی سلامتی کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ بلکہ غالباً اس سے مراد ہے آخری یا ابدی نجات اور آسمانی جلال جو اس سے متعلق ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ اٹھائیسویں آیت میں بھی کام میں آیا ہے جو خیال تیسرے باب کی بیسویں آیت میں مندرج ہے اس کو بھی دیکھو۔ یہی انجام سچے ایماندار کی باطنی نظر کے روبرو رہنا چاہئے۔ اس بارے میں رومیوں کے تیرھویں باب کی گیارھویں آیت اور اوّل تھسلنیکیوں کے پانچویں باب کی آٹھویں آیت اور عبرانیوں کے نویں باب کی اٹھائیسویں آیت اور اوّل پطرس کے پہلے باب کی پانچویں آیت کو بھی ملاحظہ کرو۔ رسول کے اس خیال میں یہ بھی خیال شامل ہے۔ کہ میری مصیبتوں سے جو تعلیم و تربیت مجھے حاصل ہوگی۔ اس سے میری روحانی زندگی کو اور بھی ترقی ہوگی جو فتحیابیاں رسول کو اپنے نفس پر فی الحال حاصل ہو چکی تھیں وہ خدا کی نجات بخشنے والی قوت اور فضل کے نتیجے حاصل تھے۔ نجات جیسا کہ اعمال کے نئے ترجمے کے دوسرے باب کی سینتالیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے ایک عملی ترکیب بھی ہے اور انجام بھی۔



۲۰ چنانچہ میری دلی آرزو اور امید یہی ہے کہ میں کسی بات میں شرمندہ نہ ہوں۔ بلکہ میری کمال دلیری کے باعث جس طرح مسیح کی تعظیم میرے بدن کے سبب سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے۔ اُسی طرح اب بھی ہوگی۔ خواہ میں زندہ رہوں خواہ مروں۔

چنانچہ میری دلی آرزو اور اُمید یہی ہے۔ یعنی روح کا ایسا انعام میری دلی آرزو کے موافق ہے۔ دلی آرزو کے الفاظ رومیوں کے آٹھویں باب کی انیسویں آیت میں صرف ایک بار پھر آئے ہیں اور اُن کا مطلب ہے سر کو آگے کی طرف جھکائے ہوئے شوق کے ساتھ کسی شے کی تاک میں رہنا جس طرح کہ کوئی گھوڑ دوڑ کو سر آگے نکالے ہوئے تاکتا ہے۔ اس خیال میں یہ بھی شامل ہے کہ جو مطلب دل میں سمایا ہوا ہے اُس کے شوق میں بالکل غرق رہنا۔ کسی بات کی کو۔ یا۔ دھن لگ جانے کے لئے جیسا کہ یہ محاورہ ہے اور ملنا مشکل ہے۔ جن دو مقاموں پر یہ محاورہ آیا ہے اُن سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مسیحی کا سارا دل و جان دو مطلبوں پر لگ جانا چاہئے۔

اوّل تو جیسا اسی آیت میں درج ہے ہماری اسی زندگی کے درمیان مسیح کا جلال و بزرگی ظاہر ہونے پر۔

دوم۔ جیسا رومیوں کے آٹھویں باب کی انیسویں آیت میں آیا ہے آئندہ زمانے میں مسیح کے آنے اور اُسکے متعلق ساری برکتوں پر۔

کہ میں کسی بات میں شرمندہ نہ ہوں۔ کسی بات میں نہیں کے جو لفظ کئی بار اس خط میں آیا ہے اُس پر ذرا غور کریں۔

اوّل تو اسی مقام پر کہ میں کسی بات میں شرمندہ نہ ہوں

دوم اسی باب کی اٹھائیسویں آیت میں کہ تم کسی بات میں دہشت نہیں کرو۔
سوم دوسرے باب کی تیسری آیت میں کہ تفرقے اور بیجا فخر کے باعث کوئی بات نہ کرو۔
چہارم چوتھے باب کی چھٹی آیت میں کہ تم کسی بات کا فکر نہ کرو۔
بشپ مول صاحب مفسر شرمندہ ہونے کے الفاظ کا مطلب اس آیت میں یہ سمجھتے ہیں کہ غلط فہمی کی شرم کے مارے ہراساں ہو جانا۔

بلکہ کمال دلیری کے باعث۔ دلیری کے لئے جو لفظ ہے اس کے مادے سے یہ خیال پیدا ہوا کرتا ہے کہ بولنے میں دلیر ہونا اور یہ رسول کے دل کا ایک پیارا خیال ہے۔ یہی خیال اس لفظ کا یونان کے پرانے فصیح مصنفوں نے بھی کہا ہے اور یہی خیال انجیل میں اعمال کے چوتھے باب کی تیرھویں۔ انتیسویں اور اکتیسویں آیتوں اور افسیوں کے چھٹے باب کی انیسویں آیت میں اور اور مقاموں پر بھی ظاہر نظر آتا ہے پس جب رسول کو روح کا زیادہ تر انعام ملے تو وہ اس کو مسیح کی گواہی دینے میں زیادہ تر دلیری کے ساتھ کام میں لانا چاہتا تھا۔ دلیری کا لفظ اس مقام میں شرم کے لفظ کے مقابلے میں آیا ہے۔

مسیح کی تعظیم ہوگی۔ یہاں خیال تو یہ گزرتا کہ رسول یہ کہتا کہ کمال دلیری سے کام کرونگا۔ مگر نہیں۔ پولس اپنے آپ کو چھپاتا ہے تاکہ اپنے خداوند کو دکھائے یہ اس کے قول کی ایک عملی مثال ہے جو اس نے گلتیوں کے دوسرے باب کی بیسویں آیت میں بیان کیا ہے کہ نہ میں۔ بلکہ مسیح اسی خیال کے بارے میں یوحنا رسول کی انجیل کے تیسرے باب کی تیسویں آیت پر بھی ذرا غور کرو۔ جس ترتیب کے ساتھ یہ لفظ اصل یونانی میں آئے ہیں۔ اس سے یہ خیال زور شور سے پیدا ہوتا ہے۔

میرے بدن کے سبب۔ جیسا رومیوں کے چھٹے باب کی تیرھویں اور بارھویں باب کی پہلی اور اول کرنتھیوں کے چھٹے باب کی بیسویں اور دوم کرنتھیوں کے چوتھے باب کی دسویں آیتوں سے پایا جاتا ہے۔ ایماندار کو لازم ہے کہ اپنا بدن خدا

کی روح کے نذر کر دے تاکہ وہ اس کے ہاتھ میں کام کرنے کا ایک آلہ بن جائے یہ کیا ہی عمدہ خیال ہے کہ خدائے برتر و قدوس ہمارے ناچیز بدنوں کے وسیلے سے بزرگی و جلال پائے۔ اس تعلیم میں اور ہند و حکما کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو یہ سکھاتے ہیں کہ جسم برائی کا پتلا ہے۔

خواہ میں زندہ رہوں خواہ مروں۔ ان لفظوں میں رسول کی زندگی کے اس بھاری موقع کی طرف اشارہ ہے۔ جسکے بارے میں اسکو تحقیق معلوم نہ تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا مگر وہ اس وقت کے لئے خوشی سے بے خوف تیار ہے۔

۲۱- کیونکہ زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے اور مرنا نفع

کیونکہ میرے لئے۔ میرے کے لفظ پر یونانی میں بڑا زور دیا گیا ہے۔ پس اس سے رسول کا یہ مطلب ہے کہ اوروں کے لئے یہ بات کچھ ہی ہو۔ مگر میرے لئے تو جینا مسیح ہی ہے وغیرہ یہ یاد رہے کہ رسول یہاں میرے کا لفظ تعلق کے راہ سے نہیں لکھتا مگر اپنے دل کے ذاتی یقین اور تجربے پر زور دینا چاہتا ہے۔

میرے لئے زندہ رہنا مسیح ہے۔ اگر اسی بات کو مختصر اور پُر زور لفظوں میں بیان کرنا چاہیں جو یہ ہے کہ زندگی مسیح ہے۔ ساری زندگی جس میں اس کا سارا تجربہ اور غرضیں اور شوق اور خواہشیں شامل ہیں۔ ان سب کا خلاصہ ایماندار کے لئے اس ایک لفظ میں آجاتا ہے جو اس خط میں بار بار آیا ہے۔ یعنی مسیح۔ گلتیوں کے دوسرے باب کی بیسویں آیت میں اور کلسیوں کے تیسرے باب کی چوتھی آیت میں بھی رسول نے یہی خیال درج کیا ہے۔ اسے بھی پڑھ لینا مناسب ہے۔ غرض یہ ہے کہ مسیح سے علیحدہ ہو کر زندہ رہنا زندگی نہیں ہے۔ مسیح کے ساتھ رفاقت رکھنا۔ اس کی خدمت میں لگے رہنا ہر بات میں اسی کو اپنی سب سے بڑی غرض سمجھنا۔ اس کا نام تحقیق زندگی ہے۔ ان الفاظ میں جو فعل کا لفظ ہے اسکی مراد ہے زندگی کے اسی طریق پر برابر جاری رہنا۔

اس بات میں مسیحی مذہب اور سارے مذہبوں سے فرق رکھتا ہے۔ کیونکہ درحقیقت اور کسی مذہب کا ماننے والا اپنی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی میرے زندہ خداوند کی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اور مرنا نفع - یعنی موت نفع ہے۔ پہلے جو جینے کا لفظ آیا ہے اسکے مقابلے میں اب مرنے کا فعل جس زمانے کے صیغے میں آیا ہے وہ غور کے لائق ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا وہ بڑا بدلنے والا وقت جو مرنے کی حالت میں آتا ہے یا شاید اس سے یہ مطلب ہو جو اس سے بہتر ہے کہ موت کا نتیجہ یعنی وہ حالت جو موت کے بعد ہوگی جیسا رسول نے تیئسویں آیت میں آگے بیان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سچے مسیحی کے لئے موت کا ڈنک یعنی اس کا ڈر و خوف اب جاتا رہا ہے اور وہ اب صرف وہ دروازہ ہے جس میں سے سچے مسیحی داخل ہو کر آسمانی بادشاہ کی عین حضوری میں داخل ہوتے ہیں۔ نفع کا لفظ جو ایک اسم ہے نئے عہد نامے میں صرف تین بار آیا ہے اگرچہ اسی کے مادے کا جو فعل کہ فعل ہے وہ پندرہ دفعہ کلام میں آیا ہے جیسا مثلاً تیسرے باب کی آٹھویں آیت میں۔

اوّل تو نفع کا لفظ طیطس کے خط کے پہلے باب کی گیارھویں آیت میں لالچ کے باعث سے شرمناک نفع کے لئے آیا ہے۔

دوم - فلپیوں کے تیسرے باب کی ساتویں آیت میں اُن محض مذہبی نفع کی باتوں کے لئے جو بے فائدہ ہیں۔

سوم - فلپیوں کے پہلے باب کی اکیسویں آیت میں یعنی اس مقام پر جہاں ابدی خوشی کے جلالی نفع کا ذکر ہے۔

۲۲ لیکن اگر میرا جسم میں زندہ رہنا ہی میرے کام کیلئے مفید ہے تو میں نہیں جانتا کسے پسند کروں!

لیکن اگر میرا جسم میں زندہ رہنا ہی - وغیرہ - اس آیت کی ترکیب بڑی ٹوٹی

پھوٹی ہوئی سی ہے۔ جس سے رسول کے دل کی حالت میں کچھ پریشانی سی پائی جاتی ہے اس آیت کا اصل سے ترجمہ کرنا مشکل ہے اور اسکے کئی ترجمے کئے گئے ہیں۔ جو ترجمہ کہ متن میں ہے۔ اسکے علاوہ ذیل کے ترجموں کی طرفداری میں بھی عالموں کی رائے بہت زور کے ساتھ ہے۔

اوّل یہ کہ لیکن اگر میرا جسم میں زندہ رہنا ہی میری محنتوں کے باعث سے پھل لائے تو کیا؟ درحقیقت میں نہیں جانتا کہ میں کسکو پسند کروں؟ یہ بشپ لائٹ فٹ صاحب کا ترجمہ ہے۔ اور اس سے ایک بڑا عمدہ مطلب پیدا ہوتا ہے۔

دوم یہ ہے کہ اگر جسم میں زندہ رہنا میرا حصّہ یا میری قسمت ہو۔ تو یہ میرے کاموں کا پھل ہے۔ اور جو بات کہ میں پسند کرتا وہ میں نے نہیں جانی۔ یہ نئے ترجمے کی وہ عبارت ہے جو حاشیہ میں لکھی گئی ہے۔ اور یہ معنی بھی صاف ہیں اگرچہ کچھ بات جو ان میں نہیں ہے عقل سے لگانی پڑتی ہے۔ اس ترجمے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے لئے خدا کی مرضی یہ ہو کہ میں جسم ہی میں زندہ رہوں تو میری آئندہ زندگی میں مسیح کی خدمت کرنے اور اسکے لئے پھل لانے کے لئے نئے نئے موقعے پیدا ہونگے۔ یہ بے شک اچھی بات ہے۔ تاہم اس جہان سے رخصت ہو کر مسیح کے ساتھ رہنا بھی اچھا ہے۔ واسطے مجھے صاف صاف دکھائی نہیں دیتا کہ میں ان میں سے کس بات کو پسند کروں اصل یونانی میں جو لفظ دکھائی دینے کے معنے ہے اس کے معنی ہیں پہچاننا جیسا کہ جب کوئی اپنے بڑے واقفکار شخص کے چہرے کو دیکھ کر کہتا ہے۔

ان دونوں ترجموں میں سے چاہے جو قبول کر لو۔ دونوں کا مطلب درحقیقت ایک ہی ہے اور جو عبارت کہ نئے ترجمے کے متن میں ہے اس سے یہ دونوں صاف معلوم ہوتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جو زندگی درحقیقت مسیح میں گزرتی ہے اس کا قدرتی ظہور یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے کام کرے جن سے اچھے پھل پیدا ہوں۔

۲۳- مَیں دونوں طرف پھنسا ہؤا ہوں میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ کوچ کر کے مسیح کے پاس جا رہوں۔ کیونکہ یہ بہت ہی بہتر ہے

مَیں دونوں طرف پھنسا ہؤا ہوں۔ اس کا بہتر ترجمہ یہ ہے کہ یہی نہیں بلکہ مَیں دونوں طرف یا دونوں پہلوؤں سے گھیرا ہؤا یا رُکا ہؤا ہوں۔ گویا رسول دونوں پہلو سے بھچا ہؤا تھا جیسا کہ کوئی شخص دو دیواروں کے درمیان بند ہو جاتا ہے گنتی کی کتاب کے بائیسویں باب کی چھبیسویں آیت کو دیکھو کہ وہاں بھی یہی خیال ہے غرض یہ ہے کہ پولس رسول دو مشکلوں کے اندر پھنسا ہؤا تھا۔ دو باتیں اس کے سامنے تھیں اور دونوں بے حد برکتوں کا باعث تھیں۔ اس کا کام تھا کہ ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرلے۔ ایک طرف تو دُنیا میں رہ کر مسیح کے لئے پھلوں سے بھری ہوئی زندگی تھی اور دوسری طرف آسمان میں جا کر مسیح کے ساتھ خوشی کی بھری ہوئی زندگی کا لطف حاصل کرتا تھا۔ یہ لفظ جس کے معنی ہیں پھنسا ہؤا۔ یا گھیرا ہؤا نئے عہدنامے میں کئی بار آیا ہے۔

اوّل تو متی کے چوتھے باب کی چوبیسویں آیت اور لوقا کے چوتھے باب کی اڑتیسویں آیت اور اعمال کے اٹھائیسویں باب کی آٹھویں آیت میں جہاں یہ ذکر ہے کہ لوگ بیماریوں اور تکلیفوں میں گرفتار تھے۔

دوم۔ لوقا کے آٹھویں باب کی سینتیسویں آیت میں جہاں یہ ذکر ہے کہ گراسین کے ملک کے لوگوں پر بڑی ہیبت چھا گئی تھی۔

سوم۔ لوقا کے بارھویں باب کی پچاسویں آیت میں جہاں مسیح نے کہا کہ مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے۔ اور جب تک وہ نہ ہولے میں کیا ہی تنگ ہوں۔

چہارم۔ اعمال کے اٹھارھویں باب کی پانچویں آیت میں یہ لکھا ہے کہ پولس کلام سنانے کے جوش سے مجبور تھا۔

پنجم۔ یہی فلپیوں کی آیت ہے جہاں پولس دو برعکس خواہشوں کے درمیان سخت طرح پھنسا ہؤا ہے۔

میرا جی تو یہ چاہتا ہے۔ رسول کے دل کی خواہش تو یہی تھی کہ وہ اس جہان سے رخصت ہو۔ مگر جب وہ دیکھتا تھا کہ میرا فرض کیا ہے۔ تو دوسری طرف کی خواہش حائل ہوتا تھا۔ جس لفظ کا ترجمہ خواہش کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے بڑے زور شور کی آرزو۔

کہ کوچ کر کے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اپنا بندھن توڑ کر۔ یہ لفظ اس موقع پر آیا کرتا ہے۔ جب فوج سفر میں ہوتی ہے اور جہاں پڑاؤ کرتی ہے اسکو دوسری صبح توڑ ڈالتی اور آگے کو روانہ ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ڈیرہ تنبو ایک جگہ سے اٹھایا جاتا یا جہاز یا کشتی ایک کنارے پر ٹھہرنے کے لئے رسّے سے کسی درخت یا بلّے سے باندھ دی جاتی ہے۔ اور پھر روانہ ہونے کے وقت وہ بندش توڑ دی جاتی ہے۔ غرض پولس کے دل کی بڑی آرزو یہ تھی کہ وہ اپنی کشتی کا لنگر اس دنیا کے سمندر سے اٹھائے یا اپنا خیمہ جو اس دُنیا کے میدان میں کھڑا کر رکھا ہے۔ اسے اکھاڑ کر دوسری دُنیا کی طرف جو اصلی وطن ہے کوچ کرے اور مسیح کے پاس پہنچ جائے۔ اسی بارے میں دوسرے کرنتھیوں کے پانچویں باب کو پہلی آیت سے آٹھویں تک پڑھو۔ کوچ کرنے کے لئے جو لفظ ہے وہ لوقا کی انجیل کے بارھویں باب کی چھتیسویں آیت میں صرف ایک جگہ اور آیا ہے یعنی جب خداوند شادی کے لئے ایک دُور دراز پردیس کے ملک کو گیا تھا تو وہاں سے روانہ ہو کر یا کوچ کر کے پھر اپنے مقام کو واپس آیا تھا۔ اسی فعل کے مادے کا اسم بھی صرف ایک بار آیا ہے اور وہ دوسرے تمتھیس کے چوتھے باب کی چھٹی آیت میں ہے۔ اور وہاں بھی جسم سے رخصت ہونے یا کوچ کرنے کا مطلب ہے۔

مسیح کے پاس جا رہوں۔ جب ایماندار مر جاتا ہے تو سیدھا اپنے خداوند کے سامنے جا حاضر ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے کرنتھیوں کے پانچویں باب میں بھی چھٹی آیت سے آٹھویں تک بیان کیا گیا ہے۔ درمیانی حالت کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر ایماندار کے

لئے یہ بات جو یہاں لکھی گئی ہے ضرور پوری ہوتی ہے۔ جب تک وہ اس جہان میں رہتا ہے۔ تب بھی تو وہ رُوحانی اعتبار سے ایمان کے وسیلے مسیح کے ساتھ ہی رہتا ہے مگر موت کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ صاف اور پاک طرح پر آمنے سامنے مسیح کے ساتھ رہیگا۔ ہندوؤں کی اُمید کے مقابلے میں جو ایک بھیانک اور بلا تحقیق ہے کہ انسان اپنے اعمال کی سزا اُٹھانے کے لئے بے انتہا دفعہ پے در پے جُون بدلتا ہے۔ مسیحی ایمان دار کی یہ اُمید کیسی عمدہ ہے کہ جب میری موت آئے گی تو میرے لئے با تحقیق ایک ایسی حالت تیار ہے جو خوشی سے بھری ہوئی ہے۔ مسیحی اُمید ویدانتیوں کے مسئلے کی بھی دھجیاں اُڑا دیتی ہے۔ اُن کا ایمان یہ ہوتا ہے کہ موت کے بعد ہم اُس سب سے بزرگ رُوح میں گویا جذب ہو جائینگے جس کو اپنی ہستی کا خود ہوش و حواس نہیں ہے اس کو لوگ میں گھل جانا کہتے ہیں۔

کیونکہ یہ بہت ہی بہتر ہے۔ یعنی بہت زیادہ بہتر ہے۔ ان الفاظ میں ایک دوسرے پر فوقیت کی تین تفصیلی صفتیں لگی ہوئی ہیں یعنی بہت اور زیادہ اور بہتر۔ پس اگر ہم اس بات کو یاد رکھیں کہ اس دُنیا سے گذر کر مسیح کی بارگاہ میں جا حاضر ہونا۔ اس جہان میں رہ کر پاکیزہ کاموں یا پھلوں کی خوشی آمیز زندگی کی نسبت بھی بہت زیادہ بہتر بیان کیا گیا ہے تو اس سے ان دونوں باتوں کے درمیان کے مقابلے کو بہت ہی زور پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۴۔ مگر جسم میں رہنا تمہاری خاطر زیادہ ضروری ہے

اس کا دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ جسم کے ساتھ یا جسم کے وسیلے سے قائم رہنا یعنی اس موجودہ زندگی کو اُس کی ساری آزمائش اور ترتیب و سیاست کی حالتوں کے ساتھ چمٹے رہنا۔

تمہاری خاطر۔ یہاں یہ بات بڑی غور کے لائق ہے کہ پولُس جو اوّل درجے

کا ایک مشنری گزرا ہے وہ اپنی ذات کے فائدے کا خیال کچھ نہیں کرتا۔ اوروں کا فائدہ اور مطلب اُس کی نظر میں سب سے مقدّم ہے۔ اوّل کرنتھیوں کے نویں باب کی تئیسویں آیت میں تو ذکر آیا ہے۔ کہ خوشخبری یا انجیل کی خاطر۔ اور اس مقام پر پولُس کہتا ہے کہ تمہاری خاطر۔

زیادہ ضروری ہے۔ ایک مقابلہ تو تئیسویں آیت میں ہے اور ایک یہاں ہے ان دونوں میں جو فرق ہے اُس کو غور کرو۔ رسول کے لئے تو جانا بہت زیادہ بہتر ہوتا مگر اُن کے لئے یا اُن کی خاطر اُس کا ٹھہرے رہنا زیادہ ضروری ہے۔ یعنی اپنے ذاتی فائدے کا پلڑا تو ایک طرف جھکتا ہے اور دوسروں کے لئے جو اُس کا فرض ہے اُس کا پلڑا دوسری طرف جھکتا ہے اور ان دونوں میں سے ضرور ہے کہ پچھلا پلڑا بوجھ کے مارے نیچے کو جھک جائے۔ اور غالب آئے۔

۲۵۔ اور چونکہ مجھے اس کا یقین ہے اسلئے مَیں جانتا ہوں کہ زندہ رہونگا بلکہ تم سب کے ساتھ رہونگا تاکہ تم ایمان میں ترقی کرو اور اُس میں خوش رہو۔

اور چونکہ مجھے اُس کا یقین ہے۔ یقین کے لئے یہاں بھی وہی لفظ آیا ہے جو چھٹی آیت میں ہے۔ رسول کا یقین اس خط میں غور کے قابل ہے۔ پہلے باب کی چھٹی اور پچیسویں آیتوں میں اور دوسرے باب کی چوبیسویں آیت میں اور تیسرے باب کی تیسری اور چوتھی آیتوں میں یہی خیال درج ہے۔

اِس لئے میں جانتا ہوں۔ یہ دل کے بڑے یقین کے لفظ ہیں اعمال کے بیسویں باب کی پچیسویں آیت میں بھی یہی لفظ آئے ہیں مگر یہ بات قابل غور ہے کہ وہاں جس یقین کا بیان ہے وہ اسکے برعکس ہے۔ جو اُمید پولُس رسول نے اس مقام پر ظاہر کی ہے وہ تھسلنیکیوں کے خط کے پہلے باب کی تیسری آیت

کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری بھی ہوئی۔ اب رہی وہ دوسری اُمید کہ جو اسی رسول نے اعمال کے بیسویں باب کی پچیسویں آیت میں ظاہر کی تھی۔ اس کے بارے میں لائٹ فٹ صاحب اور اور بھی مفسروں کی رائے ہے کہ اُس موقع پر ایسی صورتیں پیش آئیں تھیں کہ خدا نے رسول کی اُمید کو پورا نہ کیا۔ تاہم ممکن ہے کہ اس صورت میں بھی رسول کی اُمید کسی ایسے طور پر جس کا حال معلوم نہیں ہوتا پوری ہو گئی ہو۔ اگرچہ اس امر کے لئے جو شہادت ہے کہ رسول اُس وقت کے بعد پھر افسس میں گیا تھا قطعی معلوم ہوتی ہے۔ خیر یہ بات کسی طرح پر ہو مگر اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اس موجودہ آیت میں جس اُمید کا ذکر ہے وہ پوری ہوئی تھی۔

کہ میں زندہ رہونگا بلکہ تم سب کے ساتھ رہونگا۔ چوبیسویں آیت میں جو ایسا ہی لفظ ہے اُس کا ترجمہ تو ہے رہے جانا آئندہ زمانے تک۔ چنانچہ وہاں یہ عبارت ہے کہ جسم میں رہنا۔ یا قائم رہنا مگر اس آیت میں جو یہ لفظ دو دفعہ آیا ہے اسکے معنی ہیں کہ میں رہونگا۔ بلکہ تم سب کے ساتھ ساتھ رہونگا یعنی میں تمہارے ساتھ ساتھ زندہ رہونگا یا میری زندگی تمہارے ساتھ ساتھ باقی رہیگی۔ ان دونوں فعلوں میں سے جو پچھلا فعل ہے اس کے معنی ہوا کرتے ہیں بعض شخصوں کے ساتھ رہنا یا ایک خاص تعلق میں رہنا۔ پس یہاں معنی یہ ہیں کہ میں پولس تمہارے ساتھ معلم مددگار اور رفیق کی حیثیت سے قائم رہونگا۔

تاکہ تم ایمان میں ترقی کرو اور اُس میں خوش رہو۔ ترقی کے لئے یہاں بھی وہی لفظ ہے جو بارھویں آیت میں آیا ہے۔ ایمان کا جو لفظ ہے وہ ترقی اور خوشی دونوں سے متعلق ہے اور اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جو مسیحی عقیدے کے ہوتے ہیں یا ایماندار کے دلی بھروسے یا یقین سے بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں ان لفظوں کے معنی ہونگے تاکہ تم بھروسہ کرنے والی زندگی میں اور جو خوشی کہ اس طرح بھروسہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے اُس میں ترقی کرو۔ دوم تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی تیسری آیت اور رومیوں کے پندرھویں باب کی تیرھویں آیت اور اول پطرس کے

پہلے باب کی آٹھویں آیت میں بھی یہی خیال درج ہے اُن کو بھی پڑھو۔
اس آیت میں مسیحیوں کی خوشی پر رسول نے پھر زور دیا ہے۔ جس کا ذکر ہم نے دیباچے کے چھٹے باب میں کیا ہے۔

۲۶۔ اور جو تمہیں مجھ پر فخر ہے۔ وہ میرے پھر تمہارے پاس آنے سے مسیح یسوع میں زیادہ ہو جائے

اور جو تمہیں فخر ہے۔ فخر کے لئے جو لفظ یہاں ہے وہ رومیوں کے چوتھے باب کی دوسری آیت اور اول کرنتھیوں کے پانچویں باب کی چھٹی آیت اور نویں باب کی پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں اور دوسرے کرنتھیوں کے پہلے باب کی چودھویں آیت اور پانچویں باب کی بارھویں آیت اور نویں باب کی تیسری آیت اور گلتیوں کے چھٹے باب کی چوتھی آیت اور فلپیوں کے دوسرے باب کی سولھویں آیت اور عبرانیوں کے تیسرے باب کی چھٹی آیت میں بھی آیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ میرے اندر اور میرے وسیلہ سے خدا کا فضل ظاہر ہوتا ہے تو تم میرے باعث سے خوش ہوتے یا فخر کرنے کی وجہ معلوم کرو مجھ میں پاتے ہیں۔ رسول یہ کہتا ہے کہ مجھے دیکھ کر یا میرا خیال کر کے تمہارے دلوں سے شکرگزاری اور تعریف پیدا ہوتی ہے۔ پس جب مسیح اپنے فضل سے مجھے تمہارے پاس جو میرے مشتاق دوست ہو آنے کا موقع دیگا تو تم اُس وقت مجھے باعث سے بہت خوش ہوگے۔

وہ میرے پھر تمہارے پاس آنے سے۔ یعنی میرے پھر تمہارے پاس حاضر ہونے سے۔ یاد رہے کہ جو لفظ اس مقام پر حاضر ہونے یا موجود ہونے کے لئے آیا ہے وہ نئے عہدنامے میں عموماً ہمارے خداوند کے دوبارہ آنے کیلئے

کام میں آیا کرتا ہے۔ پولس رسول اس لفظ کو ایک بار اور اسی خط کے دوسرے باب کی بارھویں آیت میں کام میں لایا ہے۔ اور وہاں بھی اسکے معنی ایسکے خود حاضر ہونیکے ہیں۔

مسیح یسوع میں۔ یعنی مسیح یسوع تمہارے خوش ہونے اور فخر کرنے کا واسطہ ہو۔ اور تمہاری خوشی اور فخر اُسی سے متعلق رہے۔ رسول پولس ہمیشہ اس بات پر زور دیتا رہتا ہے کہ سارے مسیحی جو کچھ دلوں میں معلوم کریں وہ ایمان کے وسیلے خداوند مسیح میں پیوند ہونے کی وجہ سے معلوم کریں۔ اس بارے میں جو کچھ ہم نے دوسرے باب کی اُنیسویں آیت کے متعلق لکھا ہے وہ بھی دیکھو۔

زیادہ ہو جائے۔ جس لفظ کا ترجمہ زیادہ ہو جانا کیا گیا ہے۔ وہ وہی لفظ ہے جو نویں آیت میں بھی آیا ہے۔ اور یہ رسول کا ایک دلپسند لفظ ہے وہ اس کو اپنے خطوں میں ۲۶ دفعہ کام میں لایا ہے۔ اور فلپیوں کے خط میں یہ لفظ پانچ دفعہ آیا ہے پہلے باب کی نویں اور چھبیسویں آیتوں میں۔ چوتھے باب کی بارھویں آیت میں دو دفعہ اور پھر اُسی باب کی اٹھارھویں آیت میں۔

۲۷۔ صرف یہ کرو کہ تمہارا چال چلن مسیح کی خوشخبری کے موافق ہو تاکہ میں خواہ آؤں اور تمہیں دیکھوں خواہ نہ آؤں تمہارا حال سنوں کہ تم ایک رُوح میں قائم ہو اور انجیل کے ایمان کیلئے ایک جان ہو کر جانفشانی کرتے ہو

ستائیسویں آیت سے لے کر تیسویں آیت تک رسول مسیحی چال چلن اور دلیری کے لئے نصیحت کرتا ہے۔

صرف۔ یعنی خواہ تم مجھے پھر دیکھو خواہ نہ دیکھو۔ صرف کے لفظ کیساتھ کچھ عبارت مفہوم ہے جو رسول نے چھوڑ دی ہے۔ اسی طریق کی عبارت اسی لفظ صرف کے ساتھ گلتیوں کے دوسرے باب کی دسویں آیت۔ اور چھٹے باب کی

بارھویں آیت اور دوسرے تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی ساتویں آیت اور شاید اوّل کرنتھیوں کے ساتویں باب کی اُنتالیسویں آیت میں بھی آئی ہے۔ اُنکو بھی دیکھو۔

کہ تمہارا چال چلن وغیرہ۔ اس عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ کہ تم اپنی زندگی اس حیثیت سے کہ رومی شہر کے باشندے ہو۔ اس طرح گزارو کہ مسیح کی انجیل کے لائق ہو چونکہ پولس رسول سلطنت رومہ کے پایۂ تخت سے اپنا خط اُن مسیحیوں کو لکھ رہا تھا۔ جو ایک رومی بستی کے باشندے تھے۔ اس لئے اُس کا اُن کو بہ حیثیت رومی شہریوں کے استعارے کے پیرایہ میں یہ لکھنا ایک مناسب بات تھی۔ تیسرے باب کی بیسویں آیت میں بھی ایسی ہی عبارت آئی ہے۔ اس کو بھی دیکھ لینا۔ یاد ہو گا کہ جب رسول فلپی میں خود تھا تو اُس نے اُس وقت اپنے لئے بھی اسی بڑے حق کا دعوٰی کیا تھا کہ میں ایک رومی باشندہ ہوں چنانچہ اعمال کے سولھویں باب کو سینتیسویں آیت سے اُنتالیسویں تک دیکھو مسیحیوں کا بھی ایک بڑا دارالسلطنت شہر آسمان پر ہے اور اُن کے بھی اسی طرح اس بڑے شہر کے باشندے ہونے کے سبب سے بڑے بڑے حقوق اور فرض اور استحقاق ہیں۔ گلتیوں کے چوتھے باب کی چھبیسویں آیت کو اس بارے میں پڑھ کر دیکھو۔ جو فعل یہاں استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ کسی بڑی سلطنت کے باشندے ہونے کے باعث جو فرض ہیں اُن کا انجام دینا۔ یہی فعل ایک بار اور اعمال کے تیئیسویں باب کی پہلی آیت میں آیا ہے جہاں اس لفظ کو ایک زیادہ کشادہ معنی میں کام میں لایا ہے یعنی کہ یہودی سلطنت ہی کے رُکن ہونے کی حیثیت سے جو فرض ہیں اُن کو وفاداری کے ساتھ پُورا کرتا۔ اسی فعل کے مطابق ایک اسم بھی ہے جو اعمال کے بائیسویں باب کی اٹھائیسویں آیت اور افسیوں کے دوسرے باب کی بارھویں آیت میں واقع ہوا ہے اور باشندے یا شہری کے لئے جو لفظ ہے وہ لوقا کے پندرھویں باب کی پندرھویں آیت اور اُنیسویں باب کی چودھویں آیت اور اعمال کے اکیسویں باب کی اُنتالیسویں آیت میں آیا ہے اور ہم شہری یا ہم وطن کے لئے جو لفظ ہے وہ افسیوں کے دوسرے باب کی اُنیسویں آیت میں آیا ہے۔ مسیح کی سلطنت کے باشندے ہونے کے باعث مسیحیوں کا بڑا فرض ہے کہ

اپنی زندگی وفاداری کے ساتھ گزاریں۔ مسیح کا جھنڈا جو افسردگی کے ساتھ دکھائیں اور اس کے لئے کام کریں اور دکھ سہیں۔ کالوی ہیر اور ہوسن مفسروں نے اس عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ کہ تم صرف اس طرح زندگی بسر کرو۔ جیسا کہ مسیح کی خوشخبری کے لائق ہے اس کے متعلق یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ بزرگ پالی کارپ جس نے کچھ عرصہ بعد اسی کلیسیا کے نام ایک خط لکھا تھا وہ بھی یہی استعارہ کام میں لایا ہے یعنی اگر ہم اپنے فرض جو مسیح کے بندے ہونے کے متعلق ہم پر واجب ہیں اس طرح انجام دیں جیسا کہ سیدھے سادے باشندوں کو مناسب ہے تو وہ بھی اپنی سلطنت میں شریک کرنے کی سرفرازی ہم کو دیگا۔

خوشخبری کے موافق ۔ یعنی خوشخبری کے لائق جس سے تمہارے آسمانی باشندے ہونے کا حق پختہ ہو جائے۔ جس صفت فعل کے لفظ کا ترجمہ لائق طور پر ہوا ہے۔ وہ نئے عہدنامے میں چھ جگہ پایا جاتا ہے۔

اوّل رومیوں کے سولھویں باب کی دوسری آیت میں جہاں یہ ذکر ہے کہ مسیحیوں کو جو تمہارے بھیجے ہیں اس طرح قبول کرو جیسا کہ مقدسوں کو چاہیئے یا اُن کے لائق ہے۔

دوم۔ افسیوں کے چوتھے باب کی پہلی آیت میں جہاں یہ ذکر ہے کہ جس بُلاوے سے تم بُلائے گئے اپنی روزانہ زندگی میں اُسی کے مناسب یا لائق چلو۔

سوم۔ جیسا کہ فلپیوں کے اسی مقام پر ہے کہ تمہارا چال چلن آسمانی سلطنت کے باشندوں کی حیثیت سے خوشخبری کے موافق رہے۔

چہارم۔ کلسیوں کے پہلے باب کی دسویں آیت میں جہاں یہ بیان ہے کہ تمہارا چال چلن ساری باتوں میں خداوند کے لائق ہو۔

پنجم۔ اول تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی بارھویں آیت میں۔

ششم۔ یوحنا کے تیسرے خط کی چھٹی آیت میں جہاں یہ لکھا ہے کہ تم ایسی چال چلو اور ایسی مہمان نوازی برتو جیسی کہ خدا کے لائق ہے۔

تمہارا حال سنوں ۔ لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ باتیں جو تمہارے متعلق ہیں سنوں۔ یہی عبارت دوسرے باب کی اُنیسویں اور بیسویں آیتوں میں اور افسیوں کے چھٹے باب کی بائیسویں آیت میں بھی آئی ہے۔

ایک روح میں ۔ بہت سے مفسر اس رُوح سے انسانی رُوح مراد لیتے ہیں چنانچہ بشپ لائٹ فٹ صاحب اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم سب ایک ہی نیت یا ارادے سے کام کرو۔ مگر جو عبارت یہاں اصل میں ہے وہی اوّل کرنتھیوں کے بارھویں باب کی تیرھویں آیت اور افسیوں کے دوسرے باب کی اٹھارھویں آیت میں بھی آئی ہے۔ اور ان مقاموں میں بیشک اُس کا اشارہ خدا کے رُوح القدس کی طرف ہی ہے لیکن چونکہ خدا کی رُوح جو ایمان کے وسیلے سے ایماندار کو ملتی ہے اُسکے دل کے اندر سکونت کرتی اور اُسکی انسانی رُوح پر اپنا قبضہ کر لیتی اور اس طرح سے اسکی ساری زندگی پر اپنا اثر کرتی ہے اس وجہ سے دونوں معنی جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں آپس میں ملتے ہیں۔ اس مقام پر تو ظاہرا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ فلپی کے مسیحی اُس ایک رُوح کے وسیلے سے جو اصلی اتحاد اور مضبوطی بخشنے والی ہے یگانگت اور قوت میں باہم خوب مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

قائم ہو ۔ جس فعل کا ترجمہ یہاں قائم ہو کیا گیا ہے وہ نئے عہدنامے میں آٹھ جگہ آیا ہے۔ مرقس کے گیارھویں باب کی پچیسویں آیت میں تو ظاہرا اس لفظ کے معنی صرف کھڑے ہونے کے ہیں مگر باقی سارے ساتوں مقاموں میں اُسکے معنی یہ ہیں کہ مضبوط ہو کر یا جم کر اس طرح کھڑا رہنا کہ جس جگہ پر تو کھڑے ہیں وہاں خوب طرح زمین پر جمے ہوئے ہیں یا یہ کہ کھڑے ہونے والے کے پاؤں نے زمین پر خوب طرح گرفت کر لی ہے مضبوط اور جم کر کھڑے رہنے کے معنی ہیں یہ فعل

اوّل۔ تو ایک مطلق طور سے رومیوں کے چودھویں باب کی چوتھی آیت اور دوسرے تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی پندرھویں آیت میں آیا ہے۔

دوم۔ پہلے کرنتھیوں کے سولھویں باب کی تیرھویں آیت میں ایمان میں قائم رہنے کے معنی ہیں۔

سوم۔ آزادی کی حالت میں قائم رہنے کے لئے گلتیوں کے پانچویں باب کی پہلی آیت میں۔

چہارم۔ فلپیوں کی اسی آیت میں رُوح میں قائم رہنے کے لئے۔

پنجم۔ فلپیوں کے چوتھے باب کی پہلی آیت اور اوّل تھسلنیکیوں کے تیسرے باب کی آٹھویں آیت میں خداوند میں قائم رہنے کے لئے۔

غالب ہے کہ مضبوطی سے کھڑے رہنے یا قائم رہنے کا جو استعارہ رسول کام میں لایا ہے یہ محاورہ اُس نے رومیوں کی تماشہ گاہ سے لیا ہے جہاں آدمیوں کو اپنی عزیز جان کے لئے لڑنا ہوا کرتا تھا۔ اس ملک ہند میں انجیل کے پھیلنے کیلئے مسیحیوں کا اُن ساری باتوں کے مقابلے میں جو مسیحی دین کے خلاف ہیں مضبوطی کے ساتھ قائم ہونا نہایت ہی ضرور ہے پس ہم سب مسیحیوں کو اس بات کا جھنڈا کھڑا کرنا چاہئے کہ ہم کسی بے دینی کی بات میں ذرا بھی شریک یا خاموش نہ ہونگے۔

انجیل کا ایمان۔ یعنی وہ ایمان جو انجیل سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ ہم کو اختیار ہے کہ اگر مرضی چاہے تو اس کا مطلب یہ سمجھیں کہ انجیلی عقیدہ یا اعتقاد لیکن اس کا اس سے بہتر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان جو انجیل یا خوشخبری کو قبول کر لیتا ہے پس اس آیت سے یہ حکم ہم کو ملتا ہے کہ ہم لوگوں کو انجیل پر ایمان لانے کے لئے جانفشانی کرتے رہیں۔

ایمان کے لئے لائٹ فٹ صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ ساتھ۔ چنانچہ نئے ترجمے کے حاشئے میں یہ ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر یہ معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ایمان گویا ایک مجسم شے ہے۔ جس کے ہمراہ ہو کر ہم لڑائی میں مصروف ہوں لیکن جب آس پاس کی عبارت پر بھی لحاظ کریں تو تاکید اس بات پر ہے کہ سارے ایماندار ایمان کی لڑائی میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رفیق و

شریک رہیں جس طرح کہ سپاہی لڑائی میں رہتے ہیں۔

ایک جان ہو کر۔ یہی عبارت اعمال کے چوتھے باب کی بتیسویں آیت میں بھی آئی ہے۔ مگر وہاں ایمانداروں کی جماعت کے ایک جان ہونے کا ذکر ہے اور یہاں ایک جان ہو کر لڑائی کرنے کا بیان ہے۔

جان کا لفظ رُوح کے لفظ کے بعد آیا ہے اور یہ واجبی بات ہے کیونکہ جان رُوح کے تابع ہے۔ اور اسی سے اپنا زور و قوت حاصل کرتی ہے رُوح وہ شے ہے جس کے اندر انسان کی مرضی۔ دل کے ولولے اور جذبے وغیرہ رہتے ہیں۔ اس لئے رُوح القدس فلپیوں کی انسانی رُوحوں میں قوت اور اتحاد پیدا کر کے اُن کی مرضی اور محبت اور خواہشوں پر اس طرح اپنی تاثیر ڈالیگا کہ وہ سب ایک ہی طرف کو رجوع کرینگی ہول جنا اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک رُوح جو تم سب کے درمیان اپنا اثر کرتی ہے اس کے باعث سے تم ایک جان اور محبت کے ساتھ کام کرو۔

جانفشانی کرتے ہو۔ جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ نئے عہد نامے میں صرف ایک جگہ اور آیا ہے یعنی اسی خط کے چوتھے باب کی تیسری آیت میں۔ یہ استعارہ رومیوں کے اکھاڑے کی تماشہ گاہ سے لیا گیا ہے۔ جہاں وہ غلاموں اور اور لڑنے والے جوانوں کو جھوٹی لڑائی پٹے بازی وغیرہ میں نہیں بلکہ سچی جانبازی کی لڑائیوں میں تلواروں سے لڑا کر سیر دیکھا کرتے تھے۔ یہاں ان لڑنے والوں کی جان پر بازی لگی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے وہ کمال درجے کی جانفشانی کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں بھی یہی مطلب ہے کہ مسیحی بھی ان کی طرح دشمنوں کے ہر طرح کے حملے کا اگرچہ مخالف شمار میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں خوب طرح جم کر اور بازو بہ بازو ہو پرا باندھ کر مقابلہ کریں۔

۲۸-اور کسی بات میں مخالفوں سے دہشت نہیں کھاتے یہ اُنکے لئے ہلاکت کا صاف نشان ہے لیکن تمہاری نجات کا اور یہ خدا کی طرف سے ہے

کسی بات میں۔ بیسویں آیت میں بھی یہی لفظ آئے ہیں اُن کو بھی دیکھو

مخالفوں سے دہشت نہیں کھاتے۔ دہشت کھانے کے واسطے جو لفظ ہے اس کا ترجمہ لائٹ فٹ صاحب جھجکنا یا چونکنا کرتے ہیں۔ یہ استعارہ جانوروں کے چونکنے یا ڈرنے سے لیا گیا ہے خاص کر جیسا کہ بعض گھوڑے چونکتے اور جھجکتے ہیں۔ خدا کے کلام میں یہ لفظ اور کہیں نہیں آیا ہے۔ اعمال کے سولھویں باب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فلپی خدا کے لوگوں کے لئے ایک بڑے شیطانی طوفان کی جگہ تھی۔ مسیحیوں کے مخالفوں کی وہاں کچھ کمی نہ تھی۔ اس لئے رسول اُن کو کہتا ہے کہ تم اپنے مخالفوں کے کسی یکایک حملے یا خطرے سے ڈر کر و بھی خاموشی کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کرنے میں گھبرا نہ جانا۔ لوقا کی انجیل کے اکیسویں باب کو نویں آیت سے اُنیسویں تک پڑھو کو وہاں بھی پندرھویں آیت میں مخالفوں کے لئے یہی لفظ آیا ہے۔ یہی لفظ مخالف کے لئے جس کے لفظی معنے ہیں وہ شخص جو تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہے انجیل میں اور کئی جگہ بھی آیا ہے

اوّل تھسلنیکیوں کے پہلے خط کے پانچویں باب کی چودھویں آیت میں جہاں ہمارے بڑے مخالف شیطان کا ذکر ہے

دوم تھسلنیکیوں کے دوسرے خط کے دوسرے باب کی چوتھی آیت میں جہاں مسیح کے مخالف دجّال کا ذکر ہے۔

سوم لوقا کے تیرھویں باب کی سترھویں اور اکیسویں باب کی پندرھویں آیتوں میں ہے اور پہلے کرنتھیوں کے سولھویں باب کی نویں آیت میں جہاں مسیح اور اُسکی خوشخبری کے مخالفوں کا بیان ہے۔

یہ اُن کے لئے۔ یونانی میں اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس حال وہ ایک ایسی قسم کی بات ہے کہ جس سے فلاں نتیجہ نکلتا ہے۔ یہ کا اشارہ ظاہراً فلپی مسیحیوں کی دلیری کی طرف ہے جو سچائی کے لئے گواہی ہونے کی برملا دلیل ہے۔ مگر بعض کی رائے میں یہ کا اشارہ مخالفوں کی کوشش کی طرف ہے جو اُن کی آئندہ ہلاکت کا ایک نشان ہے۔

ہلاکت۔ یعنی اس نقصان اور بربادی کا جو ہمیشہ تک رہے گی۔ جس طرح کہ ایمانداروں کا بیخوف مقابلہ کرنا اُن کے راست امر کا ایک تحقیق ثبوت ہے۔ اسی طرح وہ اس بات کا بھی ایک نشان ہے کہ اُن کے دشمنوں کی شکست اور بربادی ہونے والی ہے۔

صاف نشان۔ اصل یونانی میں اس لفظ کے معنی یا تو انگلی سے اشارہ کر کے بتانا ہے۔ یا ایک یونانی قانون کی اصطلاح ہے کہ کسی شخص کے برخلاف خبر دینی یا کسی بات کا ثبوت ہوتا ہے۔ یہاں جو اس لفظ کے معنی ہیں وہ پچھلے معنے ہیں مسیحیوں کی بہادری ایک ایسی علامت تھی جو صاف طرح سے ثابت کرتی تھی کہ انجام کار اُس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ چونکہ وہ بڑی دلیری سے مقابلہ کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ جانتے ہیں کہ فتح ہماری طرف کی ہوگی۔ پس ہم کو لازم ہے کہ اس ملک میں ہم مسیح کی گواہی اپنے آشتی کے منتیوں اور بہادرانہ چلن سے اس طرح دیتے رہیں کہ جو مسیحی نہیں ہیں اُن کو ثابت ہو جائے کہ ہم کو کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ آخر کار فتح انجیل ہی کی ہوگی اور مسیح بالضرور دُنیا کی سلطنت کریگا۔ یہ لفظ نئے عہد نامے میں تین جگہ آیا ہے۔

اوّل۔ رومیوں کے تیسرے باب کی پچیسویں اور چھبیسویں آیتوں میں۔ جہاں راستبازی ظاہر کرنے کا ذکر ہے۔

دوم۔ کرنتھیوں کے دوسرے خط کے آٹھویں باب کی چوبیسویں آیت میں جہاں محبت ثابت کرنے کا بیان ہے۔

سوم۔ فلپیوں کے اسی مقام میں جہاں ہلاکت اور نجات کے نشان کا ذکر ہے۔

نجات۔ اس لفظ سے مراد ہے وہ نجات جو ایمانداروں کو آخر میں پورے طور سے حاصل ہوگی۔ اُنیسویں آیت میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ چونکہ مسیحی اپنے خداوند

یسوع مسیح کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑائی اور فتح کے لئے ساری جان اور روح سے متفق ہوتے ہیں اُن کو اپنے دلوں میں ایک نئی گواہی اور یقین معلوم ہوا کرتا ہے جسے وہ اپنے چال چلن سے دُنیا پر اس امر کے ثبوت میں ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے جلال ظاہر ہونے کا وقت قریب ہے اور یہ آواز بلند یہ کہتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے فتح حاصل ہونے کا زمانہ آ رہا ہے۔

اور یہ خدا کی طرف سے ہے۔ لائٹ فٹ صاحب کی رائے میں یہ کا اشارہ صاف نشان کی طرف ہے یعنی کہ یہ خدا کی طرف سے ایک صاف و صریح نشان ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو مسیحی جوان دُنیا کے اکھاڑے میں لڑ رہے ہیں وہ رومی جوانوں کی طرح اس بات کی سخت انتظار میں نہیں رہتے کہ تماشائیوں کا جو مجمع چاروں طرف ہماری سیر دیکھ رہا ہے اور جن کی طبیعت کا کچھ ٹھکانا نہیں کہ وہ کس بات کو پسند کریں۔ ہم کو کیا اشارہ کرتا ہے۔ کہ آیا ہم اپنے مخالف کو جیتا چھوڑیں یا جان سے مار ڈالیں۔ مسیحی مردوں کے لئے اُن کے الہی سرپنچ نے اُن کی مخلصی یعنی نجات کا بالتحقیق نشان خود مقرر کر دیا ہے۔

مگر یہ بھی درست ہے کہ ہم یہ کا اشارہ اُس سارے خیال کی طرف سمجھیں۔ جو اس سے پہلے آیا ہے یعنی کہ جو مخالفت مسیحیوں کی کیجاتی ہے وہ اُن کے ایمان کی تقویت کا باعث ہوتی ہے۔ اس صورت میں یہ کا مطلب ہوگا کہ لڑائی اور بہادری کی یہ حالت خدا کی طرف سے ہے اور اسلئے بعض باتیں اتفاقیہ ایسی واقع ہوتی ہیں کہ اُن سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔ خدا نے جو بندوبست کہ اپنی عقل کامل سے اپنے لوگوں کیلئے ٹھہرایا ہے اُسی کا یہ بھی ایک حصہ ہے۔

۲۹۔ کیونکہ مسیح کی خاطر تم پر یہ فضل ہوا کہ نہ فقط اُس پر ایمان لاؤ بلکہ اُس کی خاطر دُکھ بھی سہو۔

مسیح کی خاطر۔ یہاں جو عبارت یونانی میں ہے اُسکی ترکیب ایک عجیب ہے۔

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولس کا ارادہ اول تو یہ تھا کہ وہ صرف یہ بات بیان کرے کہ تم کو فضل کی راہ سے یہ بات بخشی گئی ہے کہ تم مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھاؤ۔ مگر اس کے بعد ذرا تامل کر کے اُس نے آخر کے الفاظ لکھنے سے پہلے ایک اور خیال بھی اُس میں داخل کر دیا جو یہ ہے کہ نہ صرف اُس پر (یعنی مسیح پر) ایمان لاؤ بلکہ وغیرہ وغیرہ اس وجہ سے اس آیت میں دُکھ سہنے کا جو مقصد ہے وہ دوبارہ آیا ہے یعنی ایک تو مسیح کی خاطر۔ اور پھر دوبارہ اُس کی خاطر۔ یہ مسیح کی خاطر کا محاورہ اور اور جگہ بھی آیا ہے۔

اوّل۔ کرنتھیوں کے دوسرے خط کے پانچویں باب کی بیسویں آیت میں جہاں یہ بیان ہے کہ ہم اُسکی طرف سے یا اُسکی خاطر ایلچی اور وکیل ہیں۔

دوم۔ اُسی خط کے بارھویں باب کی دسویں آیت میں جیسا کہ فلپیوں کے اسی مقام میں جہاں یہ ذکر ہے کہ تم اُس کی خاطر ایمان بھی لاتے ہو اور دُکھ بھی اُٹھاتے ہو۔

تم پر یہ فضل ہوا۔ اس عبارت میں بڑا زور فضل ہوا پر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ تم کو یہ بات ایک بڑی برکت کی طرح بخشی گئی ہے جب خدا ہم کو یہ بات عنایت کرتا ہے کہ ہم مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھائیں۔ تو یہ اُس کے فضل سے ایک بڑا تبرک ہے یعنی جس طرح کہ گناہوں کے قرضے کا بخشا جانا جس کا لوقا کی انجیل کے ساتویں باب کی بیالیسویں اور تینتالیسویں آیتوں اور افسیوں کے چوتھے باب کی بتیسویں آیت اور کلسیوں کے دوسرے باب کی تیرھویں آیت میں ذکر ہے خدا کے فضل سے ایک بڑی برکت ہے اسی طرح مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا بھی ایک فضل کی بات ہے۔ اِس لفظ کے بارے میں فلپیوں کے پہلے باب کی ساتویں آیت کو بھی دیکھو۔ کامل نجات کی بخشش یا برکت جسکا رومیوں کے آٹھویں باب کی بتیسویں آیت میں ذکر ہے اور خدا کے رُوح القدس کا بڑا انعام جس کا اول کرنتھیوں کے دوسرے باب کی بارھویں آیت میں بیان ہے۔ یہ بھی سب اُسکے فضل سے بڑی برکتیں ہیں جو مسیحیوں کو عنایت ہوتی ہیں۔ ان ساری آیتوں میں مجملہ اور مقاموں کے اصل میں یہی فعل آیا ہے۔

اُس پر ایمان لاؤ - ایمان لانے کے لئے جو فعل اصل میں ہے وہ زمانہ حال کا صیغہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے کا کام برابر مستقل طرح پر جاری رہے کیونکہ ایماندار کو واجب ہے کہ ہر لمحہ ایمان رکھنے کے کام میں قائم رہے۔ اور اس طرح کامل مسیح سے اس ایمان کے وسیلے اپنی ساری ضرورتیں حاصل کرتا رہے۔ اس خیال کے ثبوت میں اول کرنتھیوں کے پہلے باب کی تیسویں آیت اور یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کی سولھویں آیت کو دیکھو۔ اصل میں جو لفظ ہیں اُن کے معنی یہ ہیں کہ تم اُسکے اندر ایمان رکھنے میں قائم رہو۔ ان لفظوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ گویا مسیحی شخص کا ایمان اسکے اندر سے نکل کر مسیح کی طرف لگ جاتا ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُس کا بھروسہ جو مسیح پر لگا ہوا ہے رُوح کے پھل لاتا رہتا ہے اور وہ مسیح کے خزانے میں سے اپنے لئے ساری ضروری برکتیں اپنے دل میں حاصل کرتا رہتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ راستباز شروع سے آخر تک ایمان کے وسیلے سے جیتا ہے۔

کہ نہ **فقط اُس پر ایمان لاؤ۔ بلکہ اُس کی خاطر دُکھ بھی سہو** - یہ جو الفاظ اس عبارت میں آئے ہیں کہ نہ فقط یہ بلکہ یہ بھی۔ یہ نئے عہد نامے میں بار بار آئے ہیں۔ ہم اس کے پڑھنے والوں کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ ان سب مقاموں کو ملاحظہ کریں اور ان پر غور کریں۔

اوّل تو یہ الفاظ اعمال کے چھبیسویں باب کی انتیسویں آیت اور اول تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی پانچویں آیت میں سچے دل سے مسیح کی طرف پھرنے کے متعلق کام میں آئے ہیں

دوم - یوحنا کے تیرھویں باب کی نویں آیت اور رومیوں کے پانچویں باب کی تیسری آیت اور دوم کرنتھیوں کے آٹھویں باب کی اکیسویں آیت اور دوم تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی چھبیسویں آیت اور پہلے پطرس کے دوسرے باب کی اٹھارھویں آیت میں دل کی تقدیس کے بارے میں آئے ہیں۔

سوم - متی کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت اور اعمال کے اکیسویں باب کی تیرھویں آیت اور دوم کرنتھیوں کے آٹھویں باب کی دسویں آیت اور نویں باب کی بارھویں آیت اور فلپیوں کے اسی مقام میں اور اول تھسلنیکیوں کے دوسرے باب کی آٹھویں آیت میں مسیحی زندگی اور خدمت کی بابت استعمال میں آئے ہیں۔

چہارم - یوحنا کے گیارھویں باب کی باونویں آیت اور سترھویں باب کی بیسویں آیت اور رومیوں کے چوتھے باب کی بارھویں۔ سولھویں۔ تیئیسویں اور چوبیسویں اور نویں باب کی چوبیسویں آیات میں اور اول تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی آٹھویں آیت اور پہلے یوحنا کے دوسرے باب کی دوسری آیت میں آدمیوں کو انجیل کی بشارت سنانے کے بارے میں کام میں آئے ہیں۔

پنجم - رومیوں کے آٹھویں باب کی تیئیسویں آیت اور دوسرے تیمتھیس کے چوتھے باب کی آٹھویں آیت اور عبرانیوں کے بارھویں باب کی چھبیسویں آیت میں مسیح کے دوبارہ آنے کی بابت عمل میں آئے ہیں۔

ہم جو اس ملک ہندوستان میں رہتے ہیں اسکو یاد رکھیں کہ ہم بھی نہ صرف اس لئے مسیح کے گلے میں بلائے گئے ہیں کہ مسیح پر ایمان رکھیں اور اسکے روحانی فائدے حاصل کریں بلکہ اس لئے بھی کہ اس کی بندگی کریں اسکے لئے دُکھ اٹھائیں اُس کی خوشخبری لوگوں کو سنائیں اور اُس کے آنے کے منتظر رہیں۔ ہم کو یہ بھی لازم ہے کہ اُن کو جو مسیح پر اب تک ایمان نہیں لائے ہیں یہ تعلیم دیں کہ انجیل اور بہت سے مذہبوں کی طرح صرف ایک عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ خاصکر ایک رُوحانی قوت ہے اور انسان کے لئے زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کے لئے سوا اس قوت کے اور کوئی نہیں ہے۔

اُس کی خاطر دُکھ بھی سہو - ان جن باتوں کے لئے انجیل میں مسیحیوں کے

سے دُکھ اُٹھانا درست سمجھا گیا ہے اُن پر غور کرنے سے دل کو تقویت اور خوشی معلوم ہوگی۔ اسی خط کے تیسرے باب کی دسویں آیت پر جو شرح ہم نے لکھی ہے اُس کو بھی ملاحظہ کرو۔ نئے عہدنامے میں مندرجہ ذیل باتوں کے لئے مسیحیوں کو دُکھ سہنا واجب ہے

اوّل۔ اعمال کے نویں باب کی سولھویں آیت میں مسیح کے نام کی خاطر۔

دوم۔ فلپیوں کے اسی مقام میں مسیح کی خاطر۔

سوم۔ دوسرے تھسلنیکیوں کے پہلے باب کی پانچویں آیت میں خدا کی بادشاہت کے لئے۔

چہارم۔ دوسرے تیمتھیس کے پہلے باب کی گیارھویں اور بارھویں آیتوں میں انجیل اور اسکی خدمت کے لئے۔

پنجم۔ پہلے پطرس کے دوسرے باب کی اُنیسویں۔ بیسویں اور تیسرے باب کی سترھویں آیتوں میں نیکی کرنے کے لئے۔

ششم۔ پہلے پطرس کے تیسرے باب کی چودھویں آیت میں راستبازی کی خاطر۔

ہفتم۔ پہلے پطرس کے چوتھے باب کی پندرھویں اور سولھویں آیتوں میں مسیحی ہونے کے لئے۔

ہشتم۔ پہلے پطرس کے چوتھے باب کی اُنیسویں آیت میں خدا کی مرضی کے مطابق۔

۳۰۔ اور تم اسی طرح جانفشانی کرتے ہو جس طرح مجھے کرتے دیکھا تھا اور اب بھی سُنتے ہو کہ میں ویسی ہی کرتا ہوں۔

ان الفاظ کا رشتہ (جیسا کہ یونانی زبان کی ترکیب سے غالباً معلوم ہوتا ہے) آیات ۲۷ و ۲۸

کے الفاظ قائم ہو۔ "جانفشانی کرتے ہو" کسی بات میں مخالفوں سے دہشت نہیں کھاتے سے لیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں درمیانی الفاظ گویا بطور جملہ معترضہ کے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ کا تعلق الفاظ قریب یا قبل کیونکہ مسیح کی خاطر تم پر یہ فضل ہوا [illegible] سے ہو۔ اگرچہ اس سے کسی قدر قواعد یونانی صرف و نحو میں بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ پر لیکن پولس رسول کی عام انشا کے طرز سے اس میں کچھ مناسبت نہیں۔ اس صورت میں ان الفاظ سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ تم پر فضل ہوا کہ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اُسکی خاطر دُکھ بھی سہو۔ اور اس طرح میری [illegible]

جانفشانی۔ [illegible] یونانی لفظ [illegible] ہے وہ کُشتی و کشمکش [illegible] کو ظاہر کرتا ہے

خاص کر وہ کُشتی و کشمکش جو رومی گلادی ایٹر (یعنی خونی کُشتی کی تماشہ گاہ) [illegible] مقابل [illegible] دشمن کو زیر کرنے و غلبہ حاصل کرنے کیلئے لڑتے تھے یہ لفظ میدان جنگ [illegible] دونوں موقعوں کیلئے موزوں ہے مقامات ذیل [illegible] مستعمل ہوا ہے کلسیوں ۲: ۱، [illegible] ۲: ۲، ۱ تھسلنیکیوں ۲: ۲، ۱ تیمتھیس ۶: ۱۲

۱ تیمتھیس ۶: ۱۲، عبرانیوں ۱۲: ۱۔ ان مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ یہ لفظ

دُعائیں جانفشانی وغیرہ

انجیل کی اشاعت میں جہاد اور

مسیحی زندگی و خدمت کی دوڑ

کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۴۴ میں صرف مسیح کا دُکھ (اگونیا) کہلایا ہے۔ وہی حقیقت میں [illegible] جانفشانی ٹھہری۔

جسطرح مجھے کرتے دیکھا۔ یعنی رسول اس پہلی [illegible] کے موقع پر [illegible] اعمال باب ۱۶ مقابلہ کرو ا تھسلنیکیوں باب ۲ و ۲ آیت (جہاں اسی موقع کی طرف ایک اشارہ ہے) وہاں بھی یہی لفظ جانفشانی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے فلپی کا وارد [illegible] بالخصوص قید کی ان سختیوں کو یاد کرتا ہوگا۔ جو رسول نے وہاں برداشت کی تھیں۔

اور اب بھی سُنتے ہو کہ میں ویسی ہی کرتا ہوں۔ [illegible] قیدخانہ کی قید اور سخت تکلیفوں میں۔

باب دوم

آیات ۱-۴ بے غرضی و اتحاد کی نصیحتیں

ان آیات میں ایک زوردار درخواست اہل فلپی سے کی جاتی ہے۔ کہ وہ بلحاظ اپنے گہرے مذہبی اعتقادات کے درمیان صلح و اتحاد کو قائم رکھیں اگر روحانی تجربہ کا اثر برادرانہ محبت کا نتیجہ نہیں پیدا کرتا۔ تو اس میں ضرور کوئی نقص ہوگا کیونکہ مسیح کے ساتھ وفاداری اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے نئے حکم (یوحنا ۱۳-۳۴ و ۱۵: ۱۲) پر عمل کیا جائے۔

۱ پس اگر کچھ تسلی مسیح میں اور محبت کی دلجمعی اور روح کی شراکت اور رحم دلی و دردمندی ہے۔

مسیح میں تسلی۔ لفظ "تسلی" جو یہاں ترجمہ ہوا ہے اس کے مفہوم کے لحاظ سے اس سے ۲ مراد لی جا سکتی ہیں۔

(الف) اگر لفظ "تسلی" معنے حوصلہ افزائی کو اس معنے سے لیں کہ اس سے مراد حوصلہ افزائی ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اگر مسیح میں کوئی حوصلہ افزائی ہے جو ہم ہیں اس کی ذات کے ساتھ عام اتحاد کے ذریعہ تسلی پیدا کرنے کا باعث ہے تو اس تسلی کے شریک ہونے کے لحاظ سے تم اپنے تفرقوں کو بھول جاؤ اور میری خوشی کو پورا کرو۔

(ب) لیکن اگر اس لفظ کا "نصیحت" [illegible] اعمال باب ۴ و ۲۶: ۳ باب ۱۳: ۱۵ رومیوں ۱۲: ۸ - ۲ کرنتھیوں ۸: ۷ - ۱ تھسلنیکیوں ۲: ۳ - ۱ تھسلنیکیوں ۴: ۳ عبرانی ۱۲: ۵؛ و ۱۳: ۲۲ میں یہ لفظ ترجمہ ہوا ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر مسیح کا کوئی حق نصیحت تم پر (بباعث اسکے کہ تم اس کی زندگی و برکتوں کے ہم شریک ہو

پہنچتا ہے۔ اگر وہ فضل جو تم کو اس میں حاصل ہوا ہے کچھ بھی رونق تمہارے دلوں میں اثر رکھتا ہے۔ تو جدائیوں سے باز رہو اور میری خوشی کو پورا کرو۔

پہلی صورت میں استدلال کی بنیاد اس "قوی تسلی" پر ہے جو مسیح میں ہم کو حاصل ہوتی ہے اور دوسری صورت میں اس دلیل پر جو اس یقین سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم مسیح کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ دونوں خیال صحیح ہیں۔ کوئی بیرو ہوسن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم کو مسیح میں منت کی جا سکے

محبت کی دلجمعی۔ اسکے بھی دو معنے لئے جا سکتے ہیں۔

(۱) اگر ہم لفظ "دلجمعی" ہی کے ترجمے پر زور دیں تو مطلب یوں ہوگا۔ اگر کوئی ایسی شے ہے جیسی کہ محبت کی دردمندی وہ ہمدردانہ تسلی جو محبت کسی دوست سے پیدا کرتی ہے تو چاہئے کہ اسکو باہم ایک دوسرے کو برتو اور میرے ساتھ بھی۔

(۲) لیکن اگر ہم دوسرا ترجمہ۔ محرک۔ ترغیب وہ قبول کریں تو اس کا مطلب یوں ہوگا کہ اگر کوئی ایسی شے ہے۔ جیسے کہ محبت کی ترغیب۔ اگر محبت کوئی تحریکی قوت کا اثر ہم میں پیدا کرتی ہے تو اس اثر پر عمل کرو۔ اور میری خوشی کو پورا کرو پہلی صورت میں دلسوز ہمدردی اور دوسری صورت میں اس کا اثر مراد ہے۔

کوئی بیرو ہوسن اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اگر تم محبت سے منائے جا سکتے ہو۔

روح کی شراکت۔ قیاس غالب ہے کہ اس سے مراد "روح کی شرکت" ہے اس صورت میں ان کی باہمی شراکت اس کے فضل اور نعمتوں میں ایک قوی ذریعہ اتحاد کا ہونا چاہئے۔ لیکن اس جملہ سے روح کے ساتھ رفاقت یا مشارکت ۲ ہی مراد لیجا سکتی ہے اس حال میں اسکی محبت ان کو صلح و اتفاق پر مجبوری کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے مشابہ ۲ کرنتھیوں کا باب ۱۳: ۱۴ آیت ہے۔

شراکت کا لفظ اسی خط کے باب ۱ آیت ۵ و ۳-۱۰ میں مکرر آیا ہے۔ اور یہی ۲ خیال یعنے حقیقہ داری، و "شراکت" وہاں بھی پیش نظر ہیں۔

دردمندی اور رحمدلی۔ لفظ دردمندی باب ۱: ۸ پر جو شرح ہے اسکو دیکھو

یہ لفظ دل کے جوشِ محبت اور چاہ کا بھی اظہار کرتا ہے۔ دوسرا لفظ رحمدلی رومیوں ۱۲: ۹ قرنتھیوں ۱۵: ۷ کلسیوں ۳: ۱۲ عبرانی ۱۰: ۲۸ میں مکرر آتا ہے۔ یہ یونانی کے ایک لفظ "افسوس" سے مستخرج ہے اور اُس آہ و دلسوز کو ظاہر کرتا ہے جو دوسروں کے غموں کو محسوس کرنے سے انسان کے دل سے نکلتی ہے عہدِ جدید میں عموماً یہ حالت جمع مستعمل ہے اور اس لئے اس کا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے۔ رحمدلی کے رقت انگیز احساس اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنے اتحاد کی محبت کو ہم خاص دلیلوں پر قائم کرتا ہے۔

(۱)۔ تمام شراکت کی بنیاد پر جو بسبب اس کے ساتھ متحد ہونے کے ہم پر واجب ہے۔

(۲)۔ مسیحی محبت کی مجبور کرنے والی تاثیر جو رقت آمیز اور اطاعت کی بنا پر ہے۔

(۳)۔ باہمی ہمدردی کی بنا پر جو روح کے فضل و نعمتوں میں وغیرہ اور اس کی محبت آمیز تاثیرات میں انکو حاصل ہوتی ہے۔

(۴)۔ مسیحی ہمدردی اور رحمدلی کی پاک تحریکوں کی رضامندانہ اطاعت کی بنا پر جو دل میں شفقت پیدا کرتی ہیں۔

رسول حقیقتاً صرف یہ چاہتا ہے کہ انجیل کی بہترین تعلیم ان کے عمل میں ظاہر ہو اور یہاں ہمارے لئے بھی یہی نصیحت ہے کہ جن سچائیوں کا ہم زبانی اقرار کرتے ہیں ان کو ہم اپنی روزانہ زندگی میں برتنے کی کوشش کریں۔ اے کاش کہ انجیل کی سچائیاں ہندوستان کے مسیحی فرزندوں [illegible] کی باوضع زندگی و اعمال میں اس طرح ظاہر ہوں کہ ہندوستان ان کو دیکھ سکے۔

۲۔ تو میری یہ خوشی پوری کرو کہ ایک دل رہو۔ یکساں محبت رکھو۔ ایک جان ہو۔ ایک ہی خیال رکھو۔

میری خوشی پوری کرو۔ خوشی تو اس کو ان میں ایک درجہ تک پہلے ہی سے حاصل

(دیکھو باب ۱: ۴) لیکن وہ ان کو متحد دیکھ کر اس خوشی کو بھرپور اور کامل کرنے کا خواستگار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فلپی کے مسیحی اپنے تفرقوں کو فراموش کر کے گویا اس کی خوشی کے پیالہ کو لبریز کریں۔ رسول اپنے کو ان کے سامنے گویا اس خاص مقصد سے پیش کرتا ہے کہ وہ اسی بات کو سمجھیں کہ وہ مسیح میں تسلی محبت کی دلجمعی۔ روح کی شراکت اور رحمدلی اور دردمندی جن کی بنا پر وہ آیت میں مخاطب کئے گئے ہیں ان کو اس حد تک وسعت دیں۔ کیا پولس سے بھی بڑھ کر زیادہ بزرگ اپنے لوگوں سے اس بات کا ملتجی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت رکھنے میں میری خوشی پوری کرو۔ یوحنا ۱۵: ۱۱؛ ۱۲-۱۰۔

کہ۔ یہ کاف غائیہ؟ اس مطلب یا مفہوم کا اظہار کرتا ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے (دیکھو ۱: ۹)۔

ایک دل - لفظی ترجمہ کی رو سے ایک ہی چیز کا خیال کرو۔ جیسے مسیحیوں کے دل اور ارادے اور خیال (دیکھو رومیوں ۱۲ باب ۱۶) ایک ہی طریق پر متوجہ اور ایک ہی مرکز پر پیوستہ رہتے تھے اس سے اتحاد واقع ہوتا ہے باب ۴: ۲ میں بھی یہی محاورہ آتا ہے۔

یونانی ترکیب سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جملے جو اسکے بعد آتے ہیں۔ اس بڑے خیال کی گویا ایک تفصیل ہیں۔ اگر ان کے دل کا عام میلان اتحادِ مقصد و خواہش کی طرف ہے۔ تو اس کا نتیجہ خود بخود "یکساں محبت وغیرہ وغیرہ" ہو گا۔

یکساں محبت وغیرہ مثل ان لوگوں کے جو ایک ہی سرچشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس عظیم خدا کی اس عظیم محبت (رومیوں ۵: ۵) میں بھرپور ہوں تو باہمی محبت ایک دوسرے سے خود بخود آشکارا ہو جاویگی یہاں آیت مذکورہ بالا اس محبت کی دلجمعی کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر آیت میں ہے ہم دیکھتے ہیں عام اور باہمی محبت ایک متحد کرنے والی قوت ہے۔

ایک جان رہو - اس میں احساس اور خواہشات قلبی کا کامل اتفاق لازمی ہے اس کی مثال قومی سپاہیوں سے دی جا سکتی ہے۔ جو سب ایک ہی رشتہ جماعت میں وابستہ ہونے کے باعث ایک ہی قسم کے جوش سے بھرپور ہوتے ہیں۔

یہاں ہم کو عام خواہش اور ارادہ کے متحد کرنے والی قوت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک دل - "لفظی ترجمہ ایک ہی چیز کا خیال کرنا" مثلاً بحر کرو باب ۳: ۱۳ یہاں

خیال اور منصوبے کے اتحاد کو ظاہر کیا جاتا ہے جس کا ایک ہی مرجع و مقصد ہو۔ یہاں ہم کو عام خیال اور مقصد کے متحد کرنے والی قوت بتائی جاتی ہے۔

اصلی و حقیقی اتحاد یہی ہے کہ دلوں کا عام میلان ایک ہو اور سب ایک ہی رشتہ میں باہم پیوستہ ہوں۔ اسی اور ایک ہی تحریک دینے والی محبت سے سب چلائے جائیں۔ اسی اور ایک ہی دلسوز خواہش اور سرگرمی سے سب اثر پذیر ہوں۔ اسی اور ایک ہی بڑے مقصد اور نشانہ کی طرف سب کوشاں ہوں۔

۳۔ تفرقے اور بیجا فخر کے باعث کچھ نہ کرو۔ بلکہ فروتنی سے ایک دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے۔

تفرقے اور بے جا فخر کے باعث کچھ نہ کرو۔ "الفاظ "کچھ نہیں" سے مراد بالکلیہ اور قطعی ممانعت ہے یعنی کسی حالت و صورت میں تفرقے اور بے جا فخر جائز نہیں ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کا کوئی استثنا نہیں۔ "کچھ نہیں" کے متعلق دیکھو باب ۱: ۲۰۔

تفرقے۔ باب ۱: ۱۷ کو دیکھو جہاں یہی لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ میں دو معنے شامل ہو سکتے ہیں۔ یعنے خود مطلبی اور دھڑے بندی اگرچہ دوسرا خیال خاص طور پر مد نظر ہے۔ شخصی خود نمائی اور خود پسندی کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ مسیحیوں میں ہمارے تفرقوں کا آخری سبب انہیں دو برائیوں میں سے ایک ہے یعنے دھڑے بندی اور شخصی خود نمائی۔ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنی ہندوستانی جماعتوں میں تفرقے اور فرقہ بندی کے رجحان سے بچیں جس کا باعث خواہ ذات پات کے تعصبات ہوں یا خاندانی رقابت۔ اس ملک کی تاریخ سے ہم کو ان دو برائیوں کے متعلق جو قومی اور خاندانی جھگڑوں کے باعث اٹھا کرتی ہیں ایک خاص سبق ملتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہندوستان کے لوگ بہ نسبت ایک متحد و متجانس قوم ہونے کے زیادہ تر مثل ایک انسانی گلہ کے نظر آتے ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ کم از کم مسیحی

کلیسیا میں ایک عمدہ طریق و مثال کی پیروی کریں۔

خود مطلبی کی روح سے بھی ہوشیار رہیں جو کلیسیاؤں میں صدر مقام اور کونسلوں میں خاص اثر اور جماعتوں میں اعلے اختیار کی خواہاں و جویاں ہے۔ پادریوں اور اہل جماعت دونوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے کو غرور سے بچائے رکھیں۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ اکثر مقامات میں اگر کسی بھائی کی زبان سے دوسرے کی بابت کوئی سخت یا نالائق لفظ نکل گیا تو اس سے نہ صرف تفرقے بلکہ نا ختم ہی عناد مسیحی جماعتوں میں قائم ہو جاتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ شخصی غرور کے خلاف خاص طور پر زور دیا جائے۔

یہ لفظ **فروتنی** عہد جدید کے زمانہ سے پیشتر استعمال ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ غیر مسیحی یونانیوں میں اسی قسم کی فروتنی کا خیال بالکل ناپسندیدہ تھا۔ ان کی مستند کتابوں میں اس قسم کے الفاظ جو فروتنی کا خیال ظاہر کرتے ہیں کمقدری یا اوچھے پن پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ذلت کمینگی اور نیچ پن کا خیال ان سے متصور ہوتا ہے۔ یہ مسیح کا ہی حق تھا کہ اس نے خاکساری و انکساری کو ایک خاص اعلی اخلاقی صفت قرار دیا۔ اور انجیل میں وہ تعلیم ہے جس میں بنی آدم کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ سچی اور اعلے شرافت نفس تک پہنچنے کا طریق کامل خود انکاری میں ہے۔ اگر ہم سچی خاکساری حاصل کرنا چاہیں تو ہم کو چاہئے کہ مسیح سے سیکھیں جو خود حلیم اور دل کا فروتن تھا۔ وہ شاہراہ جو ہم کو ہر قسم کے افضل اور برکتوں تک پہنچاتی ہے یہی فروتنی ہے (یعقوب ۴: ۶۔ ۱ پطرس ۵: ۵) اور اس صفت کی کمی مسیحی زندگی کی ساری ناکامیابیوں کا سبب ہے۔

ایک دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ لفظ "بہتر" یونانی میں بمعنے بزرگ و بالا کے ہے۔ اور رومیوں ۱۳: ۱۔ ۱ پطرس ۲: ۱۳ میں حکام کے لئے مستعمل ہوا ہے جو ہم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

یہ (ایک دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھنا) نہ تو محض مصنوعی و رواجی چاپلوسی آداب کے موافق ہو جو اکثر بعض لوگ ایسے جملے بکنے سے ظاہر کرتے ہیں جیسے "آپ کا غلام" یا "بندہ آپ کا ادنےٰ ترین" اور نہ اپنے ذاتی خداداد اوصاف کو کم قدر و فراموش کرنے سے بلکہ حق

لحاظ کے موقع پر ہر ایک اپنے بھائی کا خیال و لحاظ اپنے سے مقدم سمجھے۔

یہاں ہم نے ایک بڑے سچے اصول کو دکھانے کی کوشش کی ہے۔ جس پر افسوس ہے کہ عموماً بہت کم لحاظ کیا جاتا ہے۔ مقابلہ کرو رومیوں ۱۲: ۱۰۔ اگر یورپی اور ہندوستانی پادری اور کیتھولک وغیرہ اس اصول کے موافق ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ عمل کریں جو ان کے زیر کنٹرول ہیں اور اسی طرح اہل جماعت، ایک دیگر اور نیز اپنے روحانی معاونوں کے ساتھ اس اصول کا برتاؤ رکھیں تو مسیحی کلیسیا اس ملک میں ایک زبردست قوت بن جائے۔ اس آیت میں اس حسین اصول کی تعلیم ہے جو قومی ذات پات کے تعصبات کی جڑ کا قاطع ہے۔

۴۔ ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ ہر ایک دوسروں کے احوال پر بھی نظر رکھے

ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں۔ لفظ ہر ایک یونانی میں بصیغہ جمع اس موقع پر آتا ہے اور ان فرقوں و دھڑے بندیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اس وقت فلپی کی کلیسیا میں موجود تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک جماعت اپنے ہی احوال پر نہیں۔

نظر رکھے۔ یونانی میں یہ فعل جس لفظ سے مشتق ہے اسکے معنے کسی شے کو مد نظر رکھنے کے ہیں۔ جیسے کہ کوئی نشانہ یا مقصد۔ فلپی کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی ترقی اور فائدے کو دوسرے کے نقصان پر مد نظر رکھتا تھا۔

کیا ہندوستان میں ایسی جماعتیں نہیں جہاں روحانی زندگی بہت ہی ادنیٰ نقطہ پر ہے (بلکہ مطلق نہیں) اس لئے کہ بعض جماعت کے لوگ (جن میں سے بعض کی جڑ ذات پات کی بنیاد میں پائی جاتی ہے) محض اپنے ہی فوائد اور اپنی ہی ٹولی کے شان کو بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور دوسری ذات یا طبقے کے نو مریدوں کو اپنے

میں داخل کرنا باعث ذلت سمجھتے ہیں۔ یہی نصیحت مشن اور مشنری سوسائٹیوں کے لئے بھی قابل توجہ ہے کہ اپنے اپنے فوائد دوسروں کے نقصان پر مد نظر رکھنے کے باعث ایک نقصان عظیم بشارتی کام میں ہو گیا ہے۔

بلکہ ہر ایک دوسروں کے احوال پر بھی۔ یہاں بھی لفظ ہر ایک یونانی میں بصیغہ جمع ہے۔ تم میں سے ہر ایک کلیسیا، مشن، سوسائٹی، قوم، طبقہ و نیز ہر فرد دوسروں کے فوائد کو مد نظر رکھے۔ مسیح کے قانون کا اصول بے غرضی ہے۔

آیت ۵ سے ۱۱ مسیح کی حلیمی کا نمونہ۔

یہ وہ آیتیں ہیں جن کو ہم اگر ادب سے اور گھٹنے ٹیک کر پڑھیں تو زیبا ہے خاص کر جبکہ خودی اور فخر کی آزمائش ہم کو آزماتی ہے۔ وہ تمام دلائل جو ذات پات کے امتیاز اور تمدنی خود غرضی کو مفید ثابت کرنے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ خواہ کیسے ہی ظاہرا طور پر خوشنما معلوم ہوتے ہوں۔ لیکن مسیح کے اعلیٰ نمونے کی صاف روشنی میں وہ مثل کمزور مکڑی کے جالے کے نظر آتے ہیں۔ ان کی اہمیت بیان سے باہر ہے خاص کر مسیح کی کامل الہی ذات کی تعلیم کے متعلق بھی۔

۵۔ ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔

یونانی کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"وہی خیال رکھو اپنے اندر جو مسیح یسوع میں بھی (تھا)"۔ آیت ۲ میں رسول نے ان کو یہ نصیحت کی تھی کہ ایک ہی خیال رکھو۔ اور یہاں اس ایک ہی کی وہ شرح کرتا ہے کہ وہ کامل خود انکاری کی روح ہے جو مسیح یسوع میں تھی۔

فعل تھا یونانی میں نہیں ہے لہذا ہم کو حق نہیں کہ اس خیال کو زمان ماضی سے محدود کریں۔ جیسا کہ تھا ویسا ہی اب بھی مسیح یسوع میں ہے۔

تم میں یعنی تمہارے وجود باطنی میں صرف اس کے نمونے کی تقلید کرنے کی

نصیحت نہیں ہے بلکہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمیں مسیح کی مزاج و زندگی ایماندار ہیں روح القدس کی تاثیر کے ذریعہ اور خود خداوند کے ہمارے دلوں میں سکونت پذیر ہونے سے پیدا ہو جائے (افسیوں ۳: ۱۷-۱۹) جہاں مسیح ہے وہاں اس کا مزاج بھی ضرور ہوگا۔ مسیحی مذہب محض ایک قانون اخلاق نہیں ہے۔ جو ایک بڑے اور پاک معلم کے لاثانی نمونے پر مبنی ہے بلکہ وہ ایک نجات کا مذہب ہے جو گنہگار انسانوں کو کلوری کی قربانی کے وسیلے سے خدا سے ملاتا ہے اور ان کو ایک قوت یعنے روح القدس کی قوت عطا کرتا ہے۔ جو مسیح کے ساتھ حقیقی اتحاد سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کے وسیلے سے وہ گناہ پر غالب آ سکتے اور اپنے پاک خداوند کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں۔

۶۔ اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضے میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔

تھا اس آیت میں دو حالتوں کی طرف اشارہ ہے خدا کی صورت پر "تھا" حالت اول کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس سے اسکی ازلیت اور نیز ایک حد تک الوہیت کا بھی اشارہ ہے۔

خدا کی صورت۔ جس یونانی لفظ (مورفی μορφή) کا ترجمہ "صورت" کیا گیا ہے اس کو لفظ (سخیما σχῆμα) آیت ۸ سے جس کا ترجمہ شکل کیا گیا ہے خاص طور پر تمیز کرنا چاہئے۔ مسٹر رابرٹ فٹ کا خیال ہے کہ لفظ اول (مورفی) ذاتی حقیقی اوصاف پر دلالت کرتا ہے نہ کہ ظاہری عوارض پر اور مسٹر مول نہایت عمدگی سے اس کی تعریف یوں کرتا ہے کہ گویا وہ صورت مظہر حقیقت تھی۔ دوسرے لفظوں میں لفظ صورت سے وہ صورت مراد ہے جو کہ باطنی زندگی اور جوہر کا حقیقی اظہار ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں یہ لفظ بذاتہ اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ مسیح میں الٰہی ذات وجوہر ہے تو بھی

یہ بات ضمناً اس میں متضمن ہے۔ کیونکہ صورت جو جوہر کا بیرونی مظہر ہے اس سے جوہر کے اندرونی و ذاتی اوصاف کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ ان دونوں کی شراکت اسمیں لازم و ملزوم ہے۔

پس اس آیت سے ہم سیکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وجود ما قبل تجسم میں خدا کی تمام اصلی صفات سے متصف تھا۔ الغرض یہ کہ وہ خدا تھا۔

قبضے میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ عہد جدید میں سوائے اس جگہ کے اور کہیں یہ لفظ نہیں آتا۔ یونانی کی علمی کتابوں میں بھی صرف ایک جگہ ملتا ہے۔ اسکے دو معنے بتائے جاتے ہیں۔

(الف) انعام۔ خزانہ (لفظی معنے مال غنیمت) اور یہاں یہی معنے قبول کئے گئے ہیں جس خیال کے اظہار کا منشا یہاں ہے وہ یہ ہے کہ مسیح نے باوجود اپنی مساوات با خدا کے یہ نہیں کیا کہ وہ حالت مساوات کو مثل ایک انعام مقبوضہ کے زور سے پکڑے اور تھامے رہتا بلکہ ایک اعلیٰ ایثار نفس پر عمل کر کے اپنی آسمانی عظمت کو اس نے چھوڑ دیا۔ تاکہ گنہگار انسان کو بچائے۔ یہاں جس خاص بات پر زور ہے وہ خاص حق مقبوضہ برضا و رغبت چھوڑ دینا ہے۔

(ب) نوٹ غضب اگر یہ ترجمہ لیا جائے تو گویا یہ معنے ہونگے کہ ہمارا خداوند اپنے حق مساوات با خدا پر بطور ایک حق غیر ممکن الانتقال و لاینفک کا دعوے رکھ سکتا تھا اس طرح گویا اس کی عظمت یا جبروت پر بہ نسبت اس کی حلیمی کے زور دیا جا سکتا ہے۔

لاکلام پہلا ترجمہ سیاق و سباق عبارت کے لحاظ سے زیادہ پسند کے لائق ہے اس سے "انعام" پر اس کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ جس طرح چاہتا اس کو برتتا بشپ لائٹ فٹ فرماتے ہیں کہ وہ اس نے اپنی الٰہی عظمت کے حق غیر ممکن الانفصال پر مضبوطی سے قابض رہنا نہ چاہا۔

خدا کے برابر ہونے۔ اصل یونانی میں صاف طور پر تشریح ہوتا ہے کہ یہ "مساوات بالصفات" کی طرف اشارہ ہے نہ کہ اقانیم تقابل کی طرف۔ الوہیت کی تقسیم کا یہاں کوئی خیال نہیں۔

بشپ مول فرماتے ہیں کہ وہ جلالی شخص جو مدِنظر ہے کوئی ایک دوسرا علیحدہ خدا نہیں جو گویا قدرت اور جلال میں مدِمقابل ہے بلکہ خدا کا مسیح ہے۔ جس کی الوہیت اور کاملیت بعینہ وہی ہے جو باپ کی بھی ہے۔

ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ مقدس پولس ان آیات کا محرر یہودیوں کے مذہب توحید کی نہایت سخت پابندی کا تعلیم یافتہ تھا۔ اس لئے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ ان الفاظ کو جو بے شک و شبہ مسیح کی الوہیت پر دلالت کرتے ہیں یونہی اور خود اس بات پر ایمان نہ رکھتا ہو کہ وہ حقیقی خدا سے حقیقی خدا تھا۔

۷- بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔

بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ یعنی اپنی الٰہی شان سے نہ کہ الٰہی ذات سے کیونکہ یہ ناممکنات سے ہے۔ بشپ مول فرماتے ہیں کہ "اپنے حقِ الوہیت کے استعمال اور اظہار سے جو اس کو عرش پر حاصل تھا" ابن اللہ کے اس فعل کی تفسیر کے متعلق ہم کو اس بات کی خاص احتیاط کرنی چاہئے کہ کوئی ایسی تفسیر قبول نہ کریں جو اس کے اس فعل خود انکاری سے کسی طرح یہ نتیجہ پیدا کراتی ہو کہ وہ گویا محض انسان اور خطا پذیر ہو گیا۔ کیونکہ کفارہ اس وقت تک صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ وہ جو صلیب پر مصلوب ہوا نہ صرف اس وقت صلیب کے خاص دکھ کی گھڑیوں میں بلکہ اس کے بعد ابد تک فی الحقیقت کامل خدا تھا۔

مفسر بنگل ان الفاظ کے ظاہری تضاد کو محسوس کر کے فرماتے ہیں کہ "وہ بھرپور رہا" (یوحنا ۱: ۱۴)؛ اور تو بھی اس کا رویہ ایسا تھا کہ گویا وہ خالی تھا۔ لاریب رسول کے ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اس نے "خدا سے خدا،" اور "نور سے نور" ہوتے ہوئے اپنے کو مجسم

میں خالی کر دیا۔ یعنی اپنی الٰہی شان کے حق کو اس خاص کام کے لئے جو اس کے مدِنظر تھا برطرف کر دیا۔ تاکہ وہ اس کام کو انجام دے۔ اس نے انسانیت کے تمام لوازمات کو اپنے وسیلے قبول کیا۔ اور روح القدس پر کامل سہارا کئے ہوئے اس زمین پر رہا۔ دینداری کا راز عظیم ہے (۱-تیمتھیس ۳: ۱۶)۔

یونانی میں لفظ "اپنے آپ" پر زور ہے جو اس بات پر اشارہ کرتا ہے کہ اس کا یہ فعل بالکلیہ ایک اختیاری فعل تھا۔

کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم کو اس خاص بات میں اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی ایک ہدایت ملتی ہے کہ ہم بھی ان خاص حقوق و مرتبوں سے جو ہم کو حاصل ہوں دوسروں کی خاطر سے اپنے آپ کو خالی کریں خواہ وہ افتخارِ خاندان ہو یا دولت یا تعلیم۔ خدا کی خوشنودی اطاعت و رضا میں سب اس کے تابع کر دیں اور سب سے زیادہ یہ کہ ہم "خودی" کو جو مختلف پیچیدہ صورتوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اپنے آپ کو خالی کریں۔

اور خادم کی صورت اختیار کی۔ اصل یونانی میں جو مراد ہے وہ بہتر طور پر ان الفاظ میں یوں ظاہر کی جا سکتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا خادم کی صورت اختیار کرنے سے۔ یہ دونوں فعل ہم زمان ہیں جیسا کہ فعل زمانہ سے بھی ظاہر ہے۔ حقیقت میں یہ عظیم کام یعنی اپنے کو خالی کرنا اسکے غلام کی صورت اختیار کرنے پر مشتمل تھا اس حیثیت میں روح القدس کی تاثیر کا تابعدار رہ کر اس نے زندگی بسر کی اور عمل کیا؟

لفظ "صورت" یہاں بھی وہی ہے جو آیت ۶ میں آیا ہے اور یہاں بھی اس سے وہی مراد ہے یعنی صفات ذاتی پر زور ہے نہ کہ علامات خارجی پر۔ اس نے غلام ہونے کا صرف ظاہری جامہ ہی نہیں پہنا بلکہ فی الحقیقت وہ غلام ہو گیا دیکھو باب ۱:۱ - یہ غلامی سب سے زیادہ خدا کی غلامی تھی (مقابلہ کرو مزمور ۴۰: ۶-۸ عبرانی ۱۰: ۵-۷) اس نے انسان ہو کر یہ دکھلایا کہ خدا کی حقیقی غلامی کے کیا معنی ہیں۔ بلاشک یہ صحیح ہے کہ اس نے اپنے آپ کو غلام کی خدمت کے لئے بھی پست کیا (متی ۲۰: ۲۷-۲۸ مرقس ۱۰: ۴۴-۴۵ یوحنا ۱۳: ۱-۲۰) لیکن وہ خاص سچائی جس سے یہاں مراد ہے۔ بلا کسی شک و شبہ کے یہ ہے کہ اس نے باپ

کی کامل خدمت کی۔

"حقیقی خدا" خدا کی صورت میں اور حقیقی بندہ۔ بندہ کی صورت میں! ایک سے دوسری حالت میں کیا ہی تفاوت عظیم ہے۔

اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ یونانی میں یہ فعل جس زمانہ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ دوسرے فعلوں کے ساتھ (یعنے اپنے کو خالی کرنا اور غلام کی صورت اختیار کرنا) ہم زمان ہے۔ انسانوں کے مشابہ یہ محاورہ اس بات پر اشارہ کرتا ہے کہ گو وہ تمام لوازمات حقیقت انسانی کے اعتبار سے انسانوں کے مشابہ تھا تاہم وہ انسان سے کسی قدر اعلےٰ تھا ورنہ اس جملہ تشبیہی کا استعمال ضرورت سے زاید ہو جاتا ہے۔ دیکھو عبرانی ۲: ۱۴-۱۸ "انسانوں" صیغہ جمع اس بات پر اشارہ کرتا ہے۔ کہ وہ تمام انسانی نسل کا وکیل اور سوربر ہو گیا۔

۸- اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی

شکل۔ یونانی لفظ (سکیما σχῆμα) صرف ظاہری حالت ظاہر کرتا ہے اور عہد جدید میں اس مقام کے سوا صرف ۱ کرنتھیوں ۷: ۳۱ میں ملتا ہے برعکس لفظ "مورفی" صورت آیت ۶ کے یہ لفظ صرف کسی شے کی ظاہری شکل و وضع قطع پر دلالت کرتا ہے جس میں اکثر جلد زائل ہو جانے کا خیال متصور ہے اس آیت میں ہمارے خداوند کی انسانیت و آدمیت کا انکار نہیں جس کا کافی ثبوت آیات ماسبق میں موجود ہے بلکہ صرف اس کے ظاہری شکل و بھیس پر زور پایا جاتا ہے۔ شکل (لفظاً "مشابہت") آیت ۷ کے بیان سے بھی یہ مترشح ہوتا ہے کہ گو وہ شکل انسانی کے جامہ میں تھا تو بھی وہ انسان سے اعلےٰ تھا۔ یہ شکل جیسا کہ بشپ مول کہتے ہیں الوہیت کا برقع تھا۔

اپنے آپ کو پست کر دیا۔ یعنے الوہیت سے انسانیت (کے درجہ) تک اور اسکے بعد انسانیت سے رسوائی و زبونی (کے درجہ تک) کیا ہی عظیم تفاوت معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ غالباً اسکی زندگی کی کسر نفسی کے سارے کاموں کا خلاصہ ہے۔ جو باپ کی مرضی کی کامل اطاعت پر مبنی تھے۔ ان سے گتسمنی اور گلگتا سب سے اعلیٰ ہیں۔

اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ یونانی جملہ کی ترکیب سے یہ فرمانبرداری اور پست کرنا دونوں میں ایک سلسلہ و تعلق نحوی و زمانی ظاہر ہوتا ہے یعنی پست ہوتا بصورت فرمانبرداری ظاہر ہوا۔ بعض مفسرین اس فرمانبرداری سے وہ تمام فرمانبرداری مراد لیتے ہیں جو اس نے انسانی جماعتی قانون و ماں باپ و غیرہ حکام ملکی کی اطاعت میں ظاہر کی یہاں تک کہ موت کا حکم بھی گوارا کیا۔

لیکن یہ اشارہ اس کے باپ کی مرضی کی اطاعت کی طرف ہے۔ دیکھو یوحنا ۴: ۳۴؛ ۱۰: ۱۸ عبرانی ۵: ۷-۸ بحیثیت ایک غلام ہونے کے اس کی زندگی کا یہ خاص کام تھا۔ کہ وہ اپنے باپ کی مرضی بجا لائے جس کو اس نے بخوشی و رضامندی گویا ایک قانون زندگی قبول کر لیا تھا یہاں تک یعنے فعل و حالت موت کے پورے ہو چکنے تک یہ جملہ باب ۲: ۳۰ میں مکرر آتا ہے۔

بلکہ صلیبی موت تک۔ سب قسم کی موتوں سے زیادہ سخت شرمناک اور دردناک ہے۔ یہ طریقہ موت یہودیوں کی نظر میں لعنتی سمجھا جاتا تھا۔ استثناء ۲۱: ۲۳ اور رومیوں میں بھی سخت ذلت ایسی موت سے خیال کی جاتی تھی سسرو ایک بڑا رومی شاعر کہتا ہے کہ "صلیب کا نام بھی آزاد رومیوں کے نہ صرف جسموں سے بلکہ ان کے خیال اور حواس سے پرے رہے" پولوس جو ایک آزاد رومی باشندہ تھا۔ اور رومی قانون کی رو سے ایسی ذلت یعنے صلیبی موت اس پر عائد نہیں ہو سکتی تھی۔ ان الفاظ کے لکھتے وقت خداوند کی اس حیرتناک فروتنی کی انتہا کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ خداوند ذوالجلال اور یہ شرمناک موت جو غلاموں اور سخت مجرموں کو دی جاتی تھی! اس منظر کے سامنے کون مسیحی ہوگا کہ جو اپنے فخر و غرور کو نہ چھوڑ دے!

اس لاثانی ایثارِ نفس کا مقابلہ ہندوؤں کے مجسم دیوتاؤں کے تجسم سے کرو یعنے اس قصہ کو جو راماین میں بیان ہوا ہے۔ کیا اس مقام کا مکاشفہ ایسے قصوں سے آسمان و زمین کا فرق نہیں رکھتا۔

۹- اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سربلند کیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلےٰ ہے

اسی واسطے - یعنے بسبب اس کی خود انکساری اور کامل فرمانبرداری و پوری خدمت کے جو اُس نے بطور ایک غلام کے ادا کی۔ یہ حق صلہ اسکو ملا۔

یہ ایک صداقت عامہ ہے کہ خاکساری سرفرازی کا زینہ ہے (لوقا ۱۴: ۱۱ و ۱۸: ۱۴)

یہ ایک روحانی قانون ہے کہ جھکو گے تو اٹھو گے۔

خدا نے اُسے بہت سربلند کیا۔ یعنی مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور صعود میں۔ عہد جدید میں لفظ بہت سربلند کیا گیا صرف یہیں آیا ہے جو اعلیٰ علوئیت مسیح اور صرف اسی کے لئے ہے۔ اُس نے اپنے تئیں سب سے کمزور و ناچیز کیا۔ اس لئے اس کا درجہ سب سے اعلےٰ ہؤا۔ چڑھائی اس قدر اونچی ہوتی ہے جس قدر اُتار۔

مفسرین کوئی بیرو ہوسن یوں معنے لیتے ہیں۔ اسکو بیحد سربلند کیا۔ بنگل فرماتے ہیں کہ "مسیح نے مسیح کو خالی کیا۔ خدا نے مسیح کو سربلند کیا۔ اور اُسے وہ نام بخشا" بخشا۔ یہ وہی لفظ ہے جو باب ۱: ۲۹ میں آیا ہے۔ اور اس سے محبت آمیز مفت بخشش مراد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد جدید میں صرف یہی ایک مقام ہے جہاں یہ لفظ مسیح کے متعلق بخشش کے لئے استعمال ہؤا ہے۔ مفسر بنگل اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ "مسیح کو اپنے آپ خالی کرنے کا پورا معاوضہ ملا"۔ اور وہ اس فراوانی کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو اس بخشش میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کا بالتفصیل حوالہ افسیوں ۱: ۲۰ و ۲۳ میں ملتا ہے

وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلےٰ ہے - نام سے مراد ہے۔ مرتبہ و عزت و شان۔ عہد عتیق میں خدا کا نام اُس کی منکشف صفات اور شان پر دلالت ہے۔ اور وہی یعنے وہ مفہوم ذہنی جو وہ نام ہمارے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ موجب پرستش و تعظیم ہے۔ اگر یہاں کوئی خاص نام مدنظر ہے تو اس سے مجرد شخصی نام یسوع مراد نہیں لیا جا سکتا۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے خیال کیا ہے بلکہ وہ اعلےٰ نام مراد ہے جس نام سے خدا تعالےٰ نے اپنی عظمت کی شان میں اپنے کو ہم پر ظاہر کیا ہے یعنے خداوند یہوواہ۔ وہی نام اب ایک نئے طور سے مسیح کو بخشا گیا یعنے بحیثیت ایک فتح مند منجّی کے دیکھو مکاشفہ ۱۹: ۱۱-۱۶ وہ جو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ وہی اب جلال سے ملبس ہو کر عظیم الشان میں ہوں نظر آتا ہے۔

لیکن خاص خیال اس آیت کا اس کی عزت و مرتبہ کا اظہار ہے۔ اس ہی کا سب سے بلند نام ہے اس ہی کی اعلےٰ عظمت ہے۔ اس ہی کی بڑی حکومت ہے (دیکھو اعمال ۴: ۱۲)

۱۰- تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں

یسوع کے نام پر - یونانی کے موافق "یسوع کے نام میں" یہاں مفرد نام مراد نہیں یعنے ی-س-و-ع بلکہ وہ شخص جس پر مرکب حروف مستعمل ہوتے ہیں۔

لفظ نام یہاں بھی وہی مراد ہونا چاہئے جو کہ آیت قبل میں ہے یعنے یہ کہ وہ قائم مقام ہے۔ مرتبہ و اَ تحکم رشان جلالی کا گویا جو خیال یہاں پیش کیا جاتا ہے وہ یسوع کی اعلےٰ عزت کا خیال ہے یعنے اس مفہوم ذہنی کا جو اس نام میں مضمر ہے نہ کہ محض مجرد نام جو ی س و ع حروف کا مجموعہ ہے۔ جیسے کہ مزمور ۴۴: ۲۰ و ۶۳: ۴- ۱۰۵: ۳- ۱ سلاطین ۸: ۴۴- ۱ سلاطین ۸: ۴۸- وغیرہ میں جو سپٹواجنٹ کے ترجمے میں مستعمل ہوا ہے یعنے خداوند کے

کام ہے یا اُس کے نام پر اور اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ ایک شائستہ پرستش کا طالب
ہے خداوند یسوع سے اور کہ پرستش بالواسطہ اس میں عیاں ہے یعنے ایسی پرستش جو
اسکے وسیلے سے کی جائے۔ یسوع کے نام اور حشمت پر تمام مخلوق گھٹنے ٹیک کر اُس کو اُس کا
حق تعظیم ادا کرے گی (مفسر لائٹ فٹ)۔

ہر ایک گھٹنا ٹیکے۔ یہ جملہ یسعیاہ ۴۵: ۲۳ و ترجمہ سپٹواجنٹ سے اقتباس کیا
گیا ہے۔ اور رومیوں ۱۴: ۱۱ میں مکرر نقل کیا گیا ہے یسعیاہ نبی کی کتاب میں بلحاظ قرینۂ عبارت
کے اس جملہ کا منسوب بہ خدا یہوواہ ہے جو بلحاظ اپنی شان راستبازی و نجات بخشندگی کے
اس تعظیم و رتبہ کا مستحق ہے۔ اور چونکہ مسیح نے اس راستبازی و نجات کے کام کو پورا کیا لہذا
وہ اس قسم کی پرستش کا مستحق ٹھہرا۔ پولس رسول کا اس اقتباس کو خداوند یسوع کے متعلق
کرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ اُسکی الوہیت کامل پر ایمان رکھتا تھا۔

خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا خواہ اُن کا جو اسکے نیچے ہیں۔ چونکہ
یونانی میں یہ اسماء صفت یعنے آسمانیوں۔ زمینیوں و تحت زمین بطور جنس غیر ذی روح مستعمل
ہوئے ہیں۔ اسلئے بشپ لائٹ فٹ اسبات پر بہت زور دیتے ہیں کہ اس سے مراد تمام
مخلوق اور تمام اشیاء ہیں جو کچھ اور جہاں کہیں کہ وہ ہوں دوسرے لفظوں میں ساری
خلقت من حیث المجموع مراد لیتے ہیں۔ اور اپنے خیال کے ثبوت میں مکاشفہ ۵: ۱۳ کو اور
رومیوں ۸: ۲۲ کو پیش کرتے ہیں لیکن دیگر مفسرین ان اسماء کو جنس مشترک میں لیا جانا
پسند کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ تمام اشخاص ہیں جو آسمان و زمین اور تحت
زمین آباد ہیں۔ یہ خیال مختلف تفسیروں کا باعث ہوا ہے۔ بعضوں نے فرشتے۔ زندہ مردوں کا
اور مردوں یا فرشتے۔ انسان اور گشتہ ارواح وغیرہ ان سے مراد لی ہیں۔

ان سب پر غور کرنے سے اول خیال زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ دونوں
خیالات میں یہ مستنبط ہوتے ہیں۔

آسمان جیسے عہد جدید میں یہ اکثر مقامات پر آیا ہے۔

زمین یہ جملہ حسب ذیل مقامات پر مکرر آیا ہے۔ یوحنا ۳: ۱۲ و ۱ قرنتھیوں ۱۵: ۴

۲ قرنتھیوں ۵: ۱ و یعقوب ۳: ۱۵ اور ۳: ۱۹ زمین کے نیچے یہ جملہ صرف یہیں ملتا ہے۔ جو
لوگ ہندوستان کی قدیم علمی کتابوں سے واقف ہیں وہ دلچسپی سے معلوم کرینگے کہ یہ خیال
ہندوؤں کی تقسیم کائنات و موجودات (تری لوکا) یعنے آسمان و زمین و تحت زمین سے بہت
ملتا جلتا ہے۔ جنہوں نے اس موجودات کو ۳ اقالیم پر منقسم کیا ہے (اندر لوکا) آسمان
(بھولوکا) زمین اور (پاتال لوکا) تحت زمین۔

۱۱۔ اور خدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔

ہر ایک زبان اقرار کرے۔ یہ بھی اس اقتباس یسعیاہ ۴۵: ۲۳ کا
ایک حصہ ہے۔

عام معنوں کے لحاظ سے اس فعل کے معنی ظاہر کرنا یا اقرار باللسان کے ہیں اور
جہاں یہ معنے اس سے خارج نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ایک دوسرے معنے بھی ہیں
یعنی حمد اور شکرگزاری ادا کرنا اور سپٹواجنٹ میں اس کا ترجمہ انہیں معنوں میں ہوا ہے
کیونکہ صحیفہ یسعیاہ میں وہ موقع جہاں سے یہ اقتباس کیا گیا ہے۔ انہیں معنوں کی ضرورت
ظاہر کرتا ہے۔ مسیح نے بھی اسکو اس معنی یعنے حمد یا شکرگزاری میں استعمال کیا دیکھو متی
۱۱: ۲۵ و لوقا ۱۰: ۲۱ پس ہم اس آیت کا ماحصل اس طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک زبان
حمد و شکرگزاری بیان کرے۔ یہ حمد و ثنا پرستش کا اقرار ہے۔ ہندوستان میں جہاں سچے
مسیحیوں کی تعداد ظاہراً بہت کم ہے۔ ہم اپنے ایمان ایسے وعدوں پر قائم رکھا کریں کہ ہر
ایک گھٹنا ہر ایک زبان۔

کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔ وہ جو غلام ہو گیا تھا اب سب کا خداوند ہے
دیکھو اعمال ۲: ۳۶ و رومیوں ۱۰: ۹ - ۱ قرنتھیوں ۱۲: ۳ - عہد جدید میں مسیح کی خداوندی صاف

ظاہر ہوتا اور اگر ہم حقیقی دل سے اسکو مانتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم اپنے کو بالکلیہ اسکی مرضی کے تابع کر دیں۔ (رومیوں ۱۲: ۱ و ۲ و فلپیوں ۲: ۱۰، ۱۱ - ۱ پطرس ۳: ۱۵) ہم اپنے دلوں میں اس کو وہی اعلیٰ مقام دیں جو باپ نے اسکو دیا اور عرش پر بخشا ہے کتاب مقدس کی ان الٰہی آیات کی صداقت ہمارے تجربہ میں ایمان سے قائم ہونی چاہیئے۔ اس میں بہت کم شک کی گنجائش ہے کہ ان مقامات اور مثل ان کے جہاں لفظ خداوند آتا ہے۔ وہ عہد جدید میں عبرانی یہوواہ کے مرادف ہے۔ اور الوہیت کی ساری صفات کا حامل ہے جس کا اسم یہوواہ میں اشارہ ہے۔

خدا باپ کے جلال کے لئے - عہد جدید میں یہ محاورہ ہماری نجات اور تقدیس وغیرہ ہماری عبادت اور خدمت سب کی غایت مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس خط میں یہ خاص طور پر مدنظر ہے دیکھو باب ۱: ۱۱ و ۲: ۱۳ [illegible] بیٹے کے کرنا اطاعت کا درجہ اعلیٰ و اشارہ مقصود خدا باپ کا جلال ہے دیکھو ۱ قرنتیہ ۱۵: ۲۴ - ۲۸ آیات [illegible] سے بڑھ کر کسی اور آیت کا خیال کرنا مشکل ہے جو ہم کو اس مقصد [illegible] مسیح کو [illegible] غرض کے اعلیٰ [illegible] ہے لیکن [illegible] خدا باپ [illegible] کامل الوہیت اور حقیقی انسانیت بھی پوری [illegible] اور اس [illegible] اس پاک رشتہ کی [illegible] ہے [illegible] باپ کے ساتھ [illegible] ہے۔ اگرچہ مقصود تحریر اس آیت کا [illegible] ہے تاہم یہ آیت [illegible] رسولوں کا عقیدہ ہے۔ جس میں مسیح کی الٰہی ذات اس کا مجسم ہونا [illegible] ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ [illegible] جلال ہم کو [illegible] سکھلائی گئی ہے کہ ہمیشہ فروتنی اور محبت اور فرمانبردار رہنا سے

۱۲ - ۱۶ آیات فرمانبرداری اور پاکیزگی کی نصیحتیں

۱۲- پس اے میرے عزیزو- جسطرح تم ہمیشہ سے فرمانبرداری کرتے آئے ہو اسی طرح اب بھی نہ صرف میری حاضری میں بلکہ اس سے بہت زیادہ میری غیر حاضری میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے اپنی نجات کا کام کئے جاؤ۔

پس - یعنے مسیح کی فروتنی مایعد اور سرفرازی کو پیش نظر رکھ کر یہ حرف دلائل کے نتیجہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور مفصلہ ذیل مقامات ہیں جن سے اس حرف کا زور معلوم ہوتا ہے اسکو مطالعہ کرو۔ رومیوں ۵: ۹ و ۱ قرنتیہ ۳: ۷ و ۲۱ و ۴: ۵ و ۵: ۸ و ۱۰: ۱۲ و ۱۵: ۵۸ و ۲ قرنتیہ ۵: ۱۶ و ۱۷ - گلتیوں ۳: ۹ و ۲۴ و باب ۴: ۷ فلپیوں ۴: ۱ - ۱ تسلنیکیوں ۴: ۸ - ۱ پطرس ۴: ۱۹۔

اس خط میں بذریعہ اس عطف کے پولس رسول یہ چاہتا ہے کہ مسیح کی قربانی (۲: ۵-۱۱) اور اس کی آمد ثانی (۳: ۲۰-۲۱ و باب ۴: ۱) کی ہدایتوں [illegible] کے اثر کو آپ کے سچے پیرووں کی زندگی اور چال چلن میں ظاہر ہو۔ بائبل [illegible] اور کسی خاص تعلیم یا برکت کے ذکر کے موقع پر یہ مناسب ہے کہ ہم اپنے سے یہ سوال کریں کہ اسکا اثر میرے چال چلن اور زندگی پر کس طرح کا ہونا چاہیئے؟ ہم کو عملی پاکیزگی کے لئے اس قسم کی نتیجہ نصیحت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

میرے عزیزو - اظہار محبت کی یہ ایک اصطلاح ہے جس کو پولس رسول اکثر عملی نصیحتوں کے پیش کرنے میں استعمال کرتا ہے۔ دیکھو ۴: ۱ مقابلہ کرو ۱ قرنتیہ ۱۰: ۱۴ و ۱۵: ۵۸ و ۲ قرنتیہ ۷: ۱ و ۱۲: ۱۹ فلپیوں باب ۱ - یہی محبت آمیز طریقہ دوسرے شاگردوں کی تحریر میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس استاد کو جس کا کام ملامت و نصیحت کرنا ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کا دل محبت سے بھرا ہو۔ تاکہ اس کی تادیب کے ہر لفظ میں نرمی و ملائمت مل سکتی ہو۔

جس طرح ہمیشہ فرمانبرداری کرتے آئے ہو۔ یعنی فرمانبرداری مسیح کی مانند

فرمانبرداری کی یاد دلاتا ہے (دیکھو آیت ۸) جسطرح اُس نے موت تک فرمانبرداری کی اُسی طرح یہ تمہارا ضروری فرض ہے کہ اس کے نقش قدم پر چلنے سے فرمانبرداری ظاہر کرو۔

جسطرح تم ہمیشہ فرمانبرداری کرتے آئے ہو۔ بعض اس سے خدا کی اور بعض رسول کی فرمانبرداری اور بعض دونوں مراد لیتے ہیں اگر رسول کی فرمانبرداری اس سے مقصود تھی تو فعل ماضی سے اسوقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب رسول اُنکے ساتھ فلپی میں تھا یا اس فرمانبرداری کے تمام مسلسل افعال بحیثیت مجموعی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

ہم اس آیت سے اپنے اُستادوں۔ رُوحانی گلہ بانوں وغیرہ کو بھی بالکلیہ خارج نہیں سمجھتے جنکی فرمانبرداری کا فرض جائز حد تک ہم پر ہے دیکھو عبرانی ۱۳: ۱۷۔

تمہاری مسیحی زندگی کے پرجوش طرزِ عمل کا انحصار محض تم میں میری اتفاقیہ موجودگی کے تحریکی اثر پر نہ ہونا چاہئے۔

ہمکو نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ پاکیزگی کی پیروی محض اسلئے کریں کہ خدا ہم سے اس کا خواستگار ہے (۱ تسلونیکیوں ۴: ۳)۔ نہ یہ کہ خادم الدینوں۔ دوستوں پر خواہ وہ کیسے ہی عزیز کیوں نہ ہوں بھروسہ کریں کہ وہ ہمکو پاکیزگی کیلئے اُکساویں۔

اس سے بہت زیادہ میری غیر حاضری میں۔ کیونکہ یہ غیر حاضری ان کیلئے اس بات کا باعث ہونا چاہئے کہ وہ براہ راست خدا کی مدد اور قوت پر بھروسہ کریں حنوک کم و بیش ۳۰۰ برس تک بلا انسانی مدد خدا کے ساتھ چلا (پیدائش ۵: ۲۲-۲۴) اور وہ بھی ایسے زمانہ میں جو مکاشفہ کا ایک دھندلا زمانہ تھا۔ دانیال نے ۷۰ برس تک ایک گنہگار ہمسایہ اور بت پرست دربار میں پاکیزہ زندگی بسر کی۔ (دانی ایل ۱: ۱۱-۲۱) اور وہ بھی عہد روح القدس سے بہت قبل۔

اس آیت میں اس بات کی ضرورت ظاہر کی جاتی ہے کہ اگر ہمارا ایمان مضبوط اور ہماری زندگی پاک ہو تو ہم ہمیشہ مخفی رفاقت خدا سے رکھیں مقررہ عبادت خلوت خواہ کیسی ہی معاون کیوں نہ ہو اور رفاقت با مسیحیاں خواہ کیسی ہی بالذت کیوں نہ ہو ہم ریاضت خلوت کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ کیا بہت سے مسیحیوں کی زندگی کی ناکامیابی کا سب سے بڑا یہی باعث نہیں

ہے کہ وہ دُعا خلوت اور خدا کے کلام کا مطالعہ بہ توجہ قلبی۔ دلی توجہ کے ساتھ نہیں کرتے؟

اس نصیحت پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے مکان عموماً عام ہوتے ہیں۔ اور اس میں کوئی گوشہ تنہائی مشکل سے ملتا ہے مخفی رفاقت باپ اور اُسکے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ کا بلا ناغہ عملدرآمد صرف اسی طرح ممکن ہے کہ ایماندار اس بات کا مصمم ارادہ کرے کہ میں ضرور تنہائی میں خدا کے ساتھ کچھ وقت بسر کرونگا۔ ان لوگوں کے لئے بہت سی برکتیں ہیں جو اس کو تنہائی میں ڈھونڈتے ہیں۔ (پیدائش ۱۸: ۲۲-۲۳ و ۳۲: ۲۴-۲۹ خروج ۳۴: ۲۸-۳۵ یشوع ۵: ۱۳-۱۵ دانیل ۲: ۱۷-۲۱ مکاشفہ ۱: ۹-۲۰۔ متی ۶: ۶ وغیرہ)۔

کام کئے جاؤ۔ جن بعض دلچسپ موقعوں پر یہ اصل یونانی لفظ استعمال کیا گیا ہے اسکے لئے دیکھو رومیوں ۵: ۳ مصیبت صبر پیدا کرتی ہے۔ ۲ کرنتھیوں ۴: ۱۷ کیونکہ ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت ہمارے لئے از حد بھاری اور ابدی جلال پیدا کرتی ہے یعقوب ۱: ۳ تمہارے ایمان کی آزمائش صبر پیدا کرتی ہے۔

ان مقاموں سے واضح ہوگا کہ اس فعل میں جو زور ہے وہ کسی چیز کا اندر سے اوپر لانا پورا کرنا یا پیدا کرنا ہے۔

اس مقام سے یہ سمجھنا چاہئے کہ تعلیم ایمان سے راستبازی کے متضاد ہے نجات اوّل سے آخر تک فضل سے ہے (افسیوں ۲: ۸) اور یہاں بھی از روئے قرینہ عبارت سارا زور اس بات پر ہے کہ ہماری تقدیس اور جلالی سرفرازی کا حقیقی اور موثر فاعل خدا ہے (آیت ۱۳) لیکن انسان کا کام بھی اس میں مشروط ہے کہ وہ اپنی با محبت فرمانبرداری اور خبرداری کی زندگی کے ساتھ رُوح القدس کی "الٰہی تحریکوں" پر عامل ہو۔ اُسکو چاہئے کہ وہ مسیح میں قائم رہے (یوحنا ۱۵: ۴) اور یہ یونہی ممکن ہے کہ ریاضت ایمان میں وہ مشغول اور پرجوش دُعا میں لگا رہے۔ اور وسائل فضل کو بلاناغہ استعمال کرتا رہے۔ اور اپنی بلاہٹ کے موافق اس کا چال چلن ہو (افسی ۴: ۱-۳) کتاب مقدس جس صفائی سے انسان کی ذمہ واری کی تعلیم دیتی ہے اسی طرح فضل الٰہی کے شاہانہ استحقاق کو بھی پورے طور سے ظاہر

کرتی ہے جسکے وسیلے سے ہمکو نجات ملتی ہے۔

اپنی نجات کا کام ۔ اصل یونانی میں لفظ "اپنی" پر ایک زور پایا جاتا ہے اور یہ آیت کے حصہ اول سے مطابقت رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ مجھ پر بھروسہ مت کرو بلکہ اپنی جانوں کی خبرداری ایمان اور محبت سے کرو۔ جس کا تعلق براہ راست خدا سے ہے اور اسی پر بھروسہ کرو۔

نجات اس سے صاف اشارہ جلال اُخروی ہے۔ جیسا کہ باب ۱: ۱۹، ۲۸ میں ہے لیکن اس میں تقدیس مجاریہ حال بھی شامل ہے۔ اسلئے کہ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ یعنے نجات اُخروی اور تقدیس مجاریہ حال۔

ڈرتے اور کانپتے یہ محاورہ مکرر آتا ہے۔ ۲ قرنتھ ۷: ۱۵، افسیون ۶: ۵ مقابلہ کرو ۱ قرنتھ ۲: ۳)۔

ڈر یعنے کہ مبادا تم اسکے کام بگاڑنے والے اور اسکی پر محبت مرضی کے مزاحم ہو۔ اس لفظ سے کسی طرح ہماری مطلوبیت پر نظر فرما نہیں شک کا استثنا نہیں ہوتا۔ اور یوحنا ۴: ۱۸ میں جو خوف با عذاب کیا گیا ہے۔ اسکو اس خوف سے کچھ تعلق نہیں آپ یہ پیش فرماتے ہیں کہ راستبازانہ سوالی یا بوجہ دخل کرنے کے ہر کام کی جرأت کرنے سے کانپتے۔ یعنی یہ اندیشہ کہ وہ کام کرو جو نیک ہے۔

۱۳۔ کیونکہ جو تم میں نیت اور عمل دونوں کو اپنے نیک ارادے کو انجام دینے کیلئے پیدا کرتا ہے وہ خدا ہے

یہ لفظ ڈرنے اور کانپنے کی وجہ بیان کرتا ہے کہ وہ جو تم میں کام کرتا ہے خدا ہے جو قدوس ہے اسلئے ہمکو اسکے حضور میں بہت ہی محتاط رہنا چاہئے مبادا کہ ہم اسکی بد اعتقادی یا نافرمانبرداری سے اسکے کام میں خلل ڈالیں۔ اور اسکی محبت کو بے اثر کریں

یہاں بھی ہم کو ایک قوی تسلی اپنی نجات کے کام کئے جانے کی بابت حاصل ہوتی ہے اور کامیابی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے اس کام میں ہمارا ہمساز خدا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ **دراصل قادر مطلق سارا کام کرتا ہے** ۔ پیدا کرتا ہے ۔ زمانہ حال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر لحظہ ان کے دلوں میں کام کرتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں مقابلہ کرو کلسیوں ۱: ۲۹ و ۱ تسالونیکیوں ۲: ۱۳ تم میں یعنے تمہارے دلوں میں۔ خدا کا ایماندار کے دلوں میں بسنا۔ انجیل کی ایک بنیادی تعلیم ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۴: ۲۳، ۱ افسیوں ۳: ۲۰، ۱ کلسیوں ۱: ۲۷ وغیرہ وغیرہ یہ محض ایک حکم کی تاثیر نہیں ہے جو ہم میں کام کرتی ہے اور نہ صرف روحانی قوت ہے بلکہ خود خدا تعالےٰ کام کرتا ہے۔

خدا یعنے ایک شخص خدا کا ہمارے دلوں میں بسنا۔ ایک ایسی تعلیم ہے جس کو ہندوؤں کی ہمہ اوستی تعلیم سے باحتیاط تمیز کرنا چاہیئے۔ یہ تعلیم لفظی مشابہت کی رو سے جو بظاہر انجیل کے مماثل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت اسکو انجیل کی تعلیم سے مطلق نسبت نہیں ہے کیونکہ ہندوؤں کی ہمہ اوستی تعلیم مادیت کے خیال پر مبنی ہے۔ یعنے وہ ایک غیر شخصی خدا کو تمام مادی عالم میں حلول کیا ہوا تصور کرتے ہیں یا انسانی روح کو خدا کی روح کی ایک فرضی قطعہ جس کا ماننے کا اصل کوئی وجود نہیں تخیل کرتے ہیں صرف مسیح کی انجیل حقیقتاً ہم کو سکھاتی ہے کہ ایک شخص پر محبت مقدس اور قدرت بخشندہ خدا بذریعہ ایمان کے ہمارے دلوں میں سکونت پذیر ہو سکتا ہے۔

نیت اور عمل دونوں ۔ مقدس لائٹ فٹ فرماتے ہیں کہ اول سے آخر تک جو تم میں کام کرتا ہے سو خدا ہے وہی ہے جو اول نیک تحریک تمہارے دلوں میں محرک کرتا ہے اور وہی ہے جو آخری کامیابی تک تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔

مقدس اگسٹین فرماتے ہیں ہم ارادہ کرتے ہیں لیکن ہم میں اس ارادہ کا فاعل بھی وہی خدا ہے۔ ہم کام کرتے ہیں مگر اس فعلیت کا فاعل بھی خدا ہے۔ اور اسلئے جو ہم کرتے ہیں اس کا وہ فاعل بھی درحقیقت وہی ہے۔ ہر ایک نیک خواہش اور نیک عمل اُس کے فضل کا نتیجہ ہے جو وہ ہمارے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ بلا اس کے نہ نیک خواہش

ممکن ہے اور نہ نیک عمل (یوحنا ۱۵: ۵)

ہر ایک خصلت نیک جو ہم میں ہے۔
اور ہر ایک فتح جو ہم کو حاصل ہوتی ہے۔
اور ہر ایک پاکیزہ خیال جو ہم میں پیدا ہوتا ہے۔
صرف اسی کا (عمل) ہے۔

یوں ہم نے دیکھا کہ گو آیت ۱۲ میں انسانی ذمہ داری میں خاص طور پر زور دیا گیا ہے تو بھی اسی کے ساتھ آیت ۱۳ میں خدا کے فضل کی قدرت مطلق کو واضح کر دیا گیا ہے ہمارا کام کرنا بالکلیہ خدا کے فعلیت کے بھروسہ پر اور اسی خزینہ پر ہونا چاہئے۔ جس قدر ہم اسکی مرضی کے تابعدار ہونگے اسی قدر اُس کی قدرت دہندگی کا اثر ہم کو محسوس ہوگا (مرقس ۳: ۵، یوحنا ۵: ۸-۹ وغیرہ)

یہاں کسی ایسی تعلیم کی گنجائش نہیں جو تقدیر پر بھروسہ کرنا سکھاوے جس کا نتیجہ سستی و کاہلی ہوتا ہے بلکہ ہم میں یہ ذہن نشین کراتا ہے کہ جتنا جتنا ہم خوشی سے اسکی تابعداری میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر زیادہ اور کامل طور سے کام کرنے کی قوت خدا کی طرف سے ملتی ہے (مقابلہ کرو خروج ۱۴: ۱۵ و ۲۴: ۳)۔

نیک ارادے کے انجام دینے کیلئے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے ہم میں کام کرنے کی علت خود اس کا نیک ارادہ ہے جس کو وہ مسیح کے ذریعہ سے گنہگار دنیا کی نجات اور اپنے لوگوں کی تقدیس کے واسطے پورا کرنا چاہتا ہے۔ (۱ تسلونیکیوں ۴: ۳)

"نیک ارادہ" دیکھو باب ۱ آیت ۱۰ کی شرح

یہاں سے ہم یہ اخلاقی نتیجہ استنباط کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کی کروڑوں مخلوق کے متعلق خدا کا مہربان مقصد صرف اسی نسبت سے پورا ہو سکتا ہے جس قدر کہ ہندوستان کے مسیحی اس کی پر تحریک محبت اور پاکیزگی بخش قدرت کے مطیع ہونگے۔ یہ ایک سنجیدہ واقعہ ہے کہ ہر ایک غیر پاکیزہ مسیحی اس ملک میں اپنی حالت کے لحاظ سے خدا کی محبت کے ظہور کے روکنے کا باعث ہے۔

آیت ۱۴- اس آیت سے رسول عملی تفصیل کے ساتھ اس زندگی کی بحث کرتا ہے جو خدا کی سکونت اور مؤثر کام سے مسیحی میں پیدا ہوتی ہے اور اُن لوگوں کے حالات کو خاص طور پر پیش نظر رکھتا ہے جو اسکے مخاطب ہیں۔

۱۴- سب کام شکایت اور تکرار بغیر کیا کرو۔

لفظ "سب" پر زور ہے (مقابلہ کرو ۳: ۸ و ۴: ۱۳) یعنے اس میں کوئی استثنا نہیں کسی حال و صورت میں خواہ وہ ہماری خانگی زندگی سے متعلق ہوں یا کاروبار سے یا معاشرتی یا کلیسیائی معاملات سے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کا عذر جائز نہیں۔ کیا اس آیت سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ اس قسم کی شکایت اور تکرار خدا کے مؤثر کام میں نہایت خطرناک طور پر رخنہ انداز ہوتی ہیں۔

شکایت- سپٹواجنٹ کے ترجمے میں اکثر بنی (لفظاً بنی) اسرائیل کے بیابان میں کڑکڑانے کے لئے آتا ہے تاریخ اپنے وقعات کو ہمیشہ دہراتی رہتی ہے۔ وہ گناہ عہد جدید کی کلیسیا میں از سر نو ظاہر ہوتا ہے۔ یہ لفظ مکرر مقامات ذیل میں آتا ہے۔ (یوحنا ۷: ۱۲- اعمال ۶: ۱- ۱ پطرس ۴: ۹ اور اس کا ہم رشتہ فعل مقامات ذیل میں متی ۲۰: ۱۱ لوقا ۵: ۳۰ یوحنا ۶: ۴۱- ۴۳- ۶۱ و باب ۷: ۳۲- ۱ کرنتھ ۱۰: ۱۰)

یہ لفظ بے صبری کے خیال اور کلام کو ظاہر کرتا ہے (مول) ناشکر- غیر قانع- بے محبت رُوح خدا کے کام کو ہمیشہ روکتی اور ضرر پہنچاتی ہے اور سچی فروتنی کی کمی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دل جو خدا اور انسان سے صلح رکھتا ہے۔ وہ نہ کڑکڑاتا ہے اور نہ شکایت کرتا ہے وہ گویا ایک ایسا خاموش سمندر ہے جس میں آسمانی پرتو منعکس ہوتا ہے۔

تکرار- اس لفظ کا ترجمہ متی ۱۵: ۱۹- مرقس ۷: ۲۱ لوقا ۲: ۳۵ و ۹: ۴۶- ۸- یعقوب ۲: ۴ میں خیال، اور لوقا ۵: ۲۲ و ۹: ۴۶- ۴۷ و ۲۴: ۳۸ تک رومیوں ۱: ۲۱ و ۱ کرنتھ ۳: ۲۰ میں بحث اور رومیوں ۱۴: ۱ و ۱ تیمتھیس ۲: ۸ میں تکرار کیا گیا ہے۔

اس لفظ سے یا "اندرونی وسواس یا سوال" کا خیال ہے جسکی علت شک یا کم اعتقادی ہوتی ہے یا ایسا مخاصمہ جو اپنے درجے منصبی حقوق کیلئے کیا جائے۔ منسر بنگل خیال کرتے ہیں کہ شکایت و تکرار دونوں مذموم فعل ہیں پہلا ہمیشہ دوسرے کے خلاف ہوا کرتی ہے جس کا سبب حسد ہوتا ہے۔ اور تکرار کا تعلق آپس سے ہے جس کا باعث اکثر خودی و انانیت ہوتا ہے۔

۱۵- تاکہ تم بے عیب اور بھولے ہو کر ٹیڑھے اور کجرو لوگوں میں خدا کے بے نقص فرزند بنے رہو جنکے درمیان تم دنیا میں چراغوں کی طرح دکھائی دیتے ہو

بے عیب - یہ لفظ مقامات ذیل میں بھی ملتا ہے۔ لوقا ۱: ۶ فلپیوں ۳: ۶۔ ۱ تسلونیکیوں ۳: ۱۳۔ عبرانی ۸: ۷۔ اور دلچسپ مقامات ہیں یہ لفظ ایسے چال چلن کی طرف اشارہ کرتا ہے جسپر ملامت نہ ہو سکے۔

بھولے - اسکے معنے بغیر آمیزش کے خالص ہونے کے ہیں اور مستند یونانی کتابوں میں یہ بے کھوٹ دھات اور خالص بلا آمیزش شراب کے لئے اکثر استعمال ہوا ہے متی ۱۰: ۱۶۔ رومیوں ۱۶: ۱۹ میں یہ لفظ (بدی کے اعتبار سے خالص اور بھولے رہنے کی بابت) مستعمل ہوا ہے۔

وِنسنٹ کی شرح اس طرح پر ہے کہ اپنی ضمیروں کو بے ریا خالص رکھو۔

جسطرح لفظ بے عیب باعتبار ملامت سے بری ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی طرح لفظ خالص "بے میل" ہماری باطنی حالت میں گناہ کی آمیزش سے چوکنا رہنے پر اشارہ کرتا ہے۔ "خدا کے فرزند" یونانی میں لفظ فرزند کے استعمال سے پیدائش اور قرابت اور اوصاف کی مشابہت کا خیال ہے۔ جو مسیح یسوع میں از سرِ نو ہمکو حاصل ہوتی ہے ذکر ان کے ورثے اور حقوق کا خیال ہے یہی محاورہ مقامات ذیل میں آتا ہے یوحنا ۱: ۱۲ و ۱۱: ۵۲

رومیوں ۸: ۱۶، ۲۱ و ۹: ۲۶ و ۱ یوحنا ۳: ۱، ۲ - ۱۰ و ۵: ۲ - اور ہمیشہ پیدائشی فرزند کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ الٰہی طبیعت (۲ پطرس ۱: ۴) اس بات کے متقاضی ہے کہ ہمکو اپنی مزاج اور اوصاف میں خدا کے مانند ہونا چاہئے۔ یہ لفظ "فرزند" اور جملے جو اس کے بعد آتے ہیں استثنا ۳۲: ۵ کے سپٹواجنٹ کے ترجمہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔

بے نقص - جدید یونانی میں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو قربانی کے جانور کے متعلق استعمال ہوتا ہے جنمیں کوئی عیب یا نقص نہ ہو کیونکہ عیب و نقص کا جانور قربانی کے لائق نہیں سمجھا جاتا تھا اس موقعہ پر اس لفظ کے استعمال سے یہ مراد ہے کہ مسیحی بے عیب و بے نقص ہو۔ تاکہ وہ دنیا کے سامنے مسیح کا سچا شاہد بننے کے لائق ہو مقامات ذیل میں یہ لفظ مکرر آتا ہے افسیوں ۱: ۴ و باب ۵: ۲۷ کلسیوں ۱: ۲۲ عبرانی ۹: ۱۴۔ ۱ پطرس ۱: ۱۹ یہوداہ آیت ۲۴ - مکاشفہ ۱۴: ۵ -

لوگوں میں مقابلہ کرو متی ۱۰: ۱۶ لوقا ۱۰: ۳ یوحنا ۱۷: ۱۵ -

ٹیڑھے - ہم مسیحیوں کو جو کروڑوں غیر مسیحیوں کے درمیان رہتے بستے ہیں۔ اس لفظ پر خاص طور سے غور کرنا چاہئے۔ چونکہ ٹیڑھا پن سیدھائی کے متضاد ہے اسلئے اس سے مراد "نا راستباز" ہیں لوقا ۳: ۵ اعمال ۲: ۴۰ و ۱ پطرس ۲: ۱۸ میں یہ لفظ مکرر ملتا ہے ہمارے لئے یہاں ایک تنبیہ ہے کہ ہم کج حالتوں کے درمیان راست رہیں ہمارے اردگرد بات چیت میں جھوٹ اور چال چلن کی ناراستی اسقدر ہے۔ کہ ہندوستان میں مسیحیوں کو نہایت ہی راست "رہنا چاہئے۔ ہم کو چاہئے کہ اپنے چال چلن کی راستی سے رشوت۔ فساد۔ جھوٹی گواہی بجا اعتراض مقدمہ بازی اور ہر طرح کے ایسے گناہوں سے کامل سچائی اور عدل کے انحراف سے پیدا ہوتے ہیں اپنی مخالفت کا اظہار کریں اور سب سے زیادہ ہم اپنے کو بھی جانچیں کہ کیا ہم ان باتوں سے خود بھی پاک و صاف ہیں۔ بعض اوقات کتنی بھی ایسے کاروبار میں پوشیدہ ہوتی ہے جیسے کہ قرض لینا اور قرض دینا۔ خرید و فروخت جائداد وغیرہ۔

کج رو - یعنی "خمدار" یا "مروڑا ہوا" مستند یونانی کتب میں اکثر یہ لفظ ٹیڑھی ترچھی آنکھ یا پاؤں یا کسی خمدار جوڑ کی بابت استعمال ہوتا ہے اور یہاں اس بات پر اشارہ ہے کہ

جیسے بعض لوگ نہ تو سیدھی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور نہ سیدھے طور سے چلتے ہیں۔ یہ لفظ کرد
شل یہاں کے مجہول صورت میں مقامات ذیل پر آتا ہے۔ متی ۱۷:۱۷، لوقا ۹:۴۱، اعمال ۲۰:۳۰
ہم خبردار رہیں کہ ہماری نظر میں بڑا بھاری چاہت نہ ہو جس کا باعث اکثر خود غرضی اور
دُنیاداری ہے۔ یہ چال چلن میں ناراستی ہو جس کا باعث پیسہ کی محبت یا دنیاوی دستورات
کی پابندی انسانی ہے۔

ظاہر ہوتے ہو۔ یعنے نمودار ہوتے ہو۔ اجسام فلکی اور ستاروں کے ظہور اور درخشانی
سے مماثلت ہے جیسے خدا کے ستارے ہیں۔ جو گناہ اور بت پرستی کی تاریک فضا میں گویا خدا
کے نورانی ستارے ہو کر چمکتے ہیں۔

چراغوں کی طرح۔ یہ لفظ عنقریب ہمیشہ اجسام فلکی کے متعلق استعمال ہوا ہے
عہد جدید میں صرف مکاشفہ ۲۱:۱۱ میں دوبارہ آتا ہے۔

دُنیا میں۔ جسطرح کہ چاند اور ستارے تاریک آسمان میں بطور نیّروں کے چمکتے
ہیں۔ اسی طرح ایمانداروں کو بطور روحانی نیّروں کے دُنیا کی فضا میں چمکنا چاہئے۔ وہ
دُنیا جسکو خدا محبت کرتا ہے (یوحنا ۳:۱۶) اور جس کی نجات کے لئے مسیح آیا (یوحنا ۳:۱۷)
ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک ہمکو درخشاں نیّروں کی ضرورت ہے

۱۶۔ اور زندگی کا کلام پیش کرتے ہو تاکہ مسیح کے دن مجھے فخر ہو کہ نہ میری دوڑ دھوپ بے فائدہ ہوئی نہ میری محنت اکارت گئی۔

زندگی کا کلام۔ یعنے انجیل جو خدا کا پیغام ابدی زندگی کے لئے ہے جو مسیح میں ہے
مقابلہ کرو ۱ یوحنا ۱:۱۔ اس زندگی کا کاشف کلمہ ہے اور وہی روح القدس کی قوت کے
ذریعہ سے اسکو پہنچاتا اور قائم رکھتا ہے۔ دیکھو ۱:۱۴ کا نوٹ۔

پیش کرتے ہو۔ مستند یونانی کتب میں اس لفظ کے معنے کھانا یا پانی دوسروں کو

نذر پیش کرتے کے ہیں۔ اسی طرح ہمکو چاہئے کہ زندگی کی روٹی و آب حیات ان روحانی بھوکوں و
پیاسوں کو پیش کریں۔ جو ہمارے ارد گرد ہیں اور پُرجوش محبت کیساتھ مصر رہیں۔

مسیح کے دن۔ یعنے اُس دن کے لحاظ سے جو باب ۱:۱۰ پر نوٹ ہے اسکو دیکھو فخر
یہ وہی لفظ ہے جو ۱:۲۶ میں آتا ہے۔ مفسر مول اسکا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ جس سے مجھے بلکہ
مجھے فخر کا موقع ہو۔ ۱ تسلونیکیوں ۲:۱۹ میں اس خیال کی تشریح ہے مطلب یہ ہے کہ مسیح کی آمد پر جب
ہم اُسکے حضور میں اُنکی جلال یافتہ حالت جنکے ہم مسیح کے پاس لانے کا باعث ہوئے تھے دیکھینگے
تو فخر اور خوشی ہمارا حصہ ہوگی

نہ کہ میری دوڑ دھوپ بیفائدہ ہوئی۔ پولس رسول اپنے خیال میں گویا اپنی محنت
کی کامیابی کو زمان ماضی میں مسیح کے دن کے لحاظ سے نظر کرتا ہے۔ دوڑ ایک استعارہ ہے جو
اس زمانہ کے ورزشی کھیلوں سے لیا گیا ہے۔ مقابلہ کرو ۱ کرنتھیوں ۹:۲۴-۲۶ گلتیوں ۲:۲، ۵:۷ عبرانی
۱۲:۱ جلال یافتہ نومرید گویا اس دوڑ کی جیت کے تاج اور انعام ہیں۔ دوڑ سے مراد پولس رسول کی پُرجوش
اور پُرشوق خدمت ہے۔

محنت۔ اس لفظ سے ممکن ہے اُس طیاری کی طرف اشارہ ہو جو ورزشی مقابلوں میں
کی جاتی تھی۔ لیکن دوسری تاویل اسکی مسیحی خدمتگذار کی متواتر و مستقل کوشش ہے۔ ویسی محنت
جو نہایت سخت اور تھکا دینے والی ہے (دیکھو یوحنا ۴:۳۸)

روحوں کا مسیح کے پاس لانا بلا سخت محنت اور خود انکاری کے ناممکن ہے۔
اگر ہم ہندوستان کو مسیحی بنانا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ طیار ہوں اور محنت کریں ہم میں
اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ مسیحی جماعتیں اپنے گردو پیش کی غیر مسیحی دُنیا سے بے پروا ہو کر
آرام سے بیٹھ رہیں۔

۲:۱۷-۳:۱ ذاتی باتیں اظہار تجاویز تیمتھیس اور اپفرودتس کی سفارش

۱۷۔ اور اگر مجھے تمہارے ایمان کی قربانی اور خدمت کے ساتھ اپنا خون بھی بہانا پڑے تو بھی خوش ہوں اور تم سب کے ساتھ خوشی کرتا ہوں۔

اور اگر مجھے وغیرہ۔ آیت ماقبل سے اسکا تعلق یوں ہے کہ میں نے جو اپنی دوڑ دھوپ

اور محنت کا ذکر کیا کہ وہ گویا ایک بڑی سخت شے ہے وہ کچھ نہیں بلکہ میں تو اگر ضرورت ہو تو تمہاری
روحانی بہتری کے لئے مسیح کے صدقہ میں اپنی جان کو بھی خوشی سے قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔
اپنا خون بھی بہانا پڑے۔ اگرچہ میں اراگ کے طور پر بہایا جاتا ہوں یونانی میں یہ لفظ
اس بہونٹ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بت پرست یونانی اپنے دیوتاؤں پر نذر شدہ مے
وغیرہ بہاتے تھے (مقابلہ کرو ہومر کے زمانہ سے جو دیوتاؤں پر سوما دسکی پتی کا عرق چڑھایا جاتا
تھا) لیکن اغلب یہ ہے کہ اس میں موسوی شریعت کا مے کے تپاون کی طرف اشارہ ہے (دیکھو
خروج ۲۹: ۴۰-۴۱ و گنتی ۱۵: ۱-۱۰ وغیرہ)
مطلب یہ ہے کہ رسول اپنے خون کو خوشی کے ساتھ اراگ کے طور پر بہانے کو تیار تھا۔
یہ لفظ ۲-تمطاؤس ۴: ۶ میں مکرر آتا ہے جہاں رسول مسیح کے لئے اپنی زندگی کو قربان
کرنے پر بالکل آمادہ معلوم ہوتا ہے۔

تمہارے ایمان کی قربانی اور خدمت کیلئے۔ موسوی شریعت میں مے کی تپاون
کی قربانی ہمیشہ سوختنی قربانی کے ساتھ ہوتی تھی (دیکھو خروج ۲۹: ۳۸-۴۲)۔ اسی طرح یہاں
بھی رسول کے خون کا اراگ فلپی کے ایماندار مقدسوں کی سالم سوختنی قربانی پر بہائے
جانے کا تعلق ظاہر کیا جاتا ہے (رومیوں ۱۲: ۱)۔ مطلب یہ ہے کہ فلپی کے مسیحی گویا کاہن ہیں
اور ان کا ایمان جس میں کامل تقدیس کی شرط ہے قربانی کی شے ہے۔ اور ان کے محبوب استاد کا
خون اس پر گویا مے کے تپاون کا بہایا جاتا ہے۔

بشپ لائٹ فٹ اس بات پر توجہ دلاتے ہیں کہ پولس رسول کی عبارت مسیحی
کلیسیا کے ایک بنیادی احساس کو ظاہر کرتی ہے جس میں قدیم کہانت کی جگہ جو ایک فرقہ یا طبقہ
کے لئے مخصوص تھی اب عالمگیر کہانت قائم ہوتی ہے یعنی ہر شخص اپنا کاہن آپ ہے۔
خدمت۔ یونانی لفظ لاسے توجیا (λειτουργία) کے معنے سرکاری خدمت کے
ہیں جو کسی عہدہ سے متعلق ہو۔ اسکے بعد اس کا اطلاق ہر قسم کی خدمت و کام پر ہونے لگا
جیسے کہ جسم میں مختلف اعضا کا کام۔ رفتہ رفتہ اسکا اطلاق کہانت کی مادی خدمت پر ہونے لگا
اور زمانہ حال میں کلیسیائی اصطلاح میں لٹرجی یعنے نماز پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔

یہ لفظ عہد جدید میں مقامات ذیل پر آتا ہے۔ اسم مشتق لوقا ۱: ۲۳ و ۲-کرنتھیوں ۹: ۱۲ و فلپیوں
۲: ۱۷، ۳۰ و عبرانیوں ۸: ۶ و ۹: ۲۱ اور فعلی صورت میں اعمال ۱۳: ۲ و رومیوں ۱۵: ۲۷ و عبرانیوں ۱۰: ۱۱ میں پایا
جاتا ہے۔ ان مقامات میں بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کہانت اور خادم الدین کی خدمت کے
معنوں میں یہ لفظ مشترک ہے۔ اور نیز عام خدمت کے معنوں میں بھی جیسے کہ چندہ جمع کرنا اور
ایک اسیر دوست کی مدد کرنے میں استعمال ہوا ہے۔
اس آیت میں غالباً قربانی کے ساتھ جو کہانت کی رسمی لوازمات کی خدمت ہے اس کی طرف
اشارہ ہے۔

کوئی بیرادرس یوں مراد لیتے ہیں کہ "تمہارے ایمان کی قربانی کی خدمت"
"قربانی" سے ہم ایمان کی بالکلیہ تقدیس خدا کے لئے مطلب لے سکتے ہیں۔ اور خدمت سے
وہ پرجوش زندگی اور شہادت جو اس تقدیس کا نتیجہ ہے۔

خوش ہوں اور تم سب کے ساتھ خوشی کرتا ہوں۔ رسول کیلئے یہ سب سے اعلیٰ
خوشی ہے کہ وہ اپنی جان اپنے فرزندوں اور عزیز نو مریدوں کے لئے قربان کرے اور اسکے ماسوا
ان کا اس گہری خوشی میں بھی حصہ ہوگا جو ان کو اپنے خدا کیلئے تقدیس کر دینے کے باعث حاصل
ہوگی۔ اور جو رسول کی خدمت کی غایت اور انجام تھا۔ بشپ لائٹ فٹ "جو خوشی کرتا ہوں"
کے معنوں "مبارکباد دیتا ہوں" کا ترجمہ پسند کرتے ہیں (خوش ہوں اور تم سبکو مبارکباد دیتا ہوں)
لیکن عہد جدید میں دوسرے مقامات پر جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اسکے لحاظ سے یہی ترجمہ
زیادہ مناسب ہے جو آیات ذیل میں پایا جاتا ہے (دیکھو لوقا ۱: ۵۸ و ۱۵: ۶، ۹ و ۱-کرنتھیوں ۱۲: ۲۶
و ۱۳: ۶)۔

۱۸- تم بھی اسی طرح خوش ہو اور میرے ساتھ خوشی کرو۔

یہ افعال بطور صورت یا شبیہ یا صورت امرہ لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن صورت امرہ میں لیا
جانا اولیٰ ہے۔

اس حالت میں جبکہ اُن کے عزیز پیشوا کی موت قریب تھی۔ ان کے لئے خوشی کرنا ایک مشکل امر تھا لیکن تو بھی وہ اُن کو فہمایش کرتا ہے۔ کہ اگر میری موت خدا کا جلال اور تمہاری روحانی اتحاد یا پختگی کا باعث ہو تو تم خوشی کرو اور وہ دعوت دیتا ہے کہ وہ اسکے ایثار کی حقیقی خوشی میں شریک ہوں۔

اس آیت میں ایک ایسے حقیقی تجربہ کا اشارہ ہے جسکی تمنا بہت کم لوگوں نے پائی ہے۔ خادم الدین اور جماعت، دونوں اس بنا پر خوشی کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں۔ کہ خادم الدین کی شہادت کا وقت قریب ہے!

ہم سب کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے کو قربان کرنے کی خوشی کو زیادہ محسوس کریں۔ انجیل کی اشاعت کا کام ہندوستان میں بہت ہی جلد ترقی پائے اگر ہم سب خواہ مشنری ہوں یا جماعت یا پاسبان ہوں یا پاسٹر یا اپنا بھائی ہیں اس پُرجوش خواہش کو معلوم کریں کہ اپنے کو دوسری روحوں کے لئے قربان کر دینے میں کیا ہی بڑی خوشی ہے۔

۱۹۔ مجھے خداوند یسوع میں امید ہے کہ تیمتھیس کو تمہارے پاس جلد بھیجونگا۔ تاکہ تمہارا احوال دریافت کرکے میری بھی خاطر جمع ہو۔

مجھے امید ہے۔ اگرچہ میں ظاہری طور سے دور ہوں (آیت ۱۲) لیکن میں نے تمہاری ضرورت کو فراموش نہیں کیا اور امید ہے کہ میں جلد مدد بھیجوں گا۔

خداوند یسوع میں۔ خداوند یسوع یہ محاورہ مقدس پولس سے مخصوص ہے مندرجہ ذیل مقامات بطور نمونہ مقابلہ کرو۔

مجھے معلوم ہے بلکہ خداوند یسوع میں مجھے یقین ہے رومیوں ۱۴: ۱۴؛ مجھے خداوند میں تم پر بھروسہ ہے۔ گلتیوں ۵: ۱۰۔ ۲ تھسلونیکیوں ۳: ۴؛ میں یہ کہتا ہوں اور خداوند میں جتائے دیتا ہوں۔ افسیوں ۴: ۱۷؛ میں خداوند میں بہت خوش ہوں ۴: ۱۰؛ پس پولس رسول کا [illegible]

مقابل۔ تصدیق ۲: ۱۱ امید۔ خداوند میں تھا۔

مسیحی مسیح کا جزو اور اسکے جسم کا ایک عضو ہے۔ اس کا ہر ایک خیال قول اور فعل گویا مسیح سے صادر ہوتا ہے جو ارادہ کا مرکز ہے۔

اسکے عمل اور ترک عمل کا رہنما اصول صرف خداوند میں ہے وہ خوشی، فتح، ہمارا دوستوں کو قبول کرنا (رومیوں ۱۶: ۲؛ فلپیوں ۲: ۲۹) بزرگوں کی اطاعت کرنا (افسیوں ۶: ۱) روحانی قوت کو حاصل کرنا (افسیوں ۶: ۱۰) خوشی پانا (فلپیوں ۳: ۱؛ ۴: ۴؛ ۱۰) اور مضبوط قائم رہنا (فلپیوں ۴: ۱؛ ۱ تھسلونیکیوں ۳: ۸) سب کچھ خداوند میں ہو۔

عہد جدید کے اور بہت سے مقامات میں بھی یہ محاورہ آیا ہے۔ اسکو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان مقامات کا مطالعہ بھی کرنا چاہئے۔ کس قدر با اہمیت ہمارا مسیح کے ساتھ اتحاد ہونا ضرور ہے۔ کوئی بات مسیحی کے جائز تجربہ کے متعلق اس پُراسرار اتحاد کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ (دیکھو نوٹ ۱: ۲۲ پر) تیمتھیس۔ (دیکھو نوٹ ۱: ۱ پر) وہ وہاں [illegible] مشہور تھا اور وہاں اس کی آمد کو جوش کے ساتھ قبول کرینگے۔

تاکہ میری بھی خاطر جمع ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ کو بھی [illegible] اور خوشی ہو اور میرے لئے بھی وہ فائدہ کا باعث ہو۔

یہ لفظ خاطر جمع ہو۔ عہد جدید میں اور کہیں نہیں آتا۔ غالباً اس میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے۔ کہ وہ ان کے اختلافات کے باعث دل میں کس قدر بے چین تھا۔ اور جب تیمتھیس ان کے اتحاد کی خوشخبری لا دیگا تو وہ اس کی روح کے لئے ایک قسم کی مقوی دوا ہوگی۔ اور نیز اس کو کامل خوشی بخشیگی۔ پولس رسول کے سارے خطوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خوشی بلکہ زندگی بھی اسکے نو مریدوں کی روحانی بہبودی کے ساتھ وابستہ تھی (دیکھو ۲ کرنتھیوں ۲: ۱۳؛ ۷: ۵-۷؛ گلتیوں ۴: ۱۹؛ ۱ تھسلونیکیوں ۲: ۱۷-۳: ۸) ہندوستانی مشنریوں۔ خادم الدین۔ پاسبانوں اور پاسٹروں کے لئے اس میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

۲۰- کیونکہ کوئی ایسا ہمدل میرے پاس نہیں جو صاف دلی سے تمہارے لئے فکرمند ہو۔

کوئی ایسا ہمدل میرے پاس نہیں۔ یعنی ایسا ہمدل جیسا کہ تیمتھیس ہے (لفظاً ہمدل ...) نئے عہدنامہ میں اور کہیں نہیں آتا۔ روم میں پولس کے رفقا میں تیمتھیس کے برابر روحانی اور اخلاقی اوصاف میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ اور جو کام رسول کے مدِ نظر تھا اسکے لائق صرف تیمتھیس ہی تھا۔

فکرمند ہو۔ یونانی میں اس مصدر کا اطلاق عموماً ایسی فکر پر ہوتا ہے جو جائز نہیں مثلاً خوراک و لباس (متی ۶: ۲۵-۲۷-۲۸-۳۱-۳۴) کام اور مشغلہ (لوقا ۱۰: ۴۱) حفاظت ذاتی (متی ۱۰: ۱۹، لوقا ۱۲: ۱۱) دنیا کی چیزیں (۱ کرنتھیوں ۷: ۳۳) باب ۴: ۶ میں اسی مراد سے فکرمند ہونے کی ممانعت ہوتی ہے۔ مثلاً "کسی بات کا اندیشہ مت کرو" مگر آیاتِ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی بات کی بابت فکرمندی جائز اور پسندیدہ ہے۔

(۱ کرنتھیوں ۷: ۳۲-۳۴) خداوند کے لئے فکر (۱ کرنتھیوں ۱۲: ۲۵) ایک دوسرے کے لئے فکر (دوسرے مسیحیوں کے لئے) ۲ کرنتھیوں ۱۱: ۲۸ اور اس مقام میں "کلیسیاؤں کے لئے فکر"

پس ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی کے لئے صرف ایک قسم کی پرتردد فکرمندی مناسب ہے یعنی پرجستہ پرجوش اور پرفکر خیال خدا کے جلال اور نیز روحوں کی بہتری کے لئے رکھنا۔ ہر قسم کا تردد اور فکرمندی اپنی ذات خاص کے لئے ممنوع اور باعثِ گناہ ہے۔ صرف وہ پرفکر خیال جائز اور خوب ہے جس کا خاص مقصد مسیح کا جلال ہے۔

کیا ہم زندگی کی حاجتوں کے لئے پورے طور سے فکرمند رہتے ہیں؟ کیا ہم ہندوستان میں مسیح کے جلال کے لئے اور روحوں کی نجات کے لئے فکرمند ہیں؟ کیا ہم میں وہ فکر ہے جس سے ہم دنیا میں سرگرم اور کام میں پرجوش اور مستعد ہوں؟

صاف دلی سے۔ متعلق فعل کی صورت میں یہ صرف یہاں پایا جاتا ہے لیکن صفت کی صورت میں ۲ کرنتھیوں ۸: ۸، فلپیوں ۴: ۳ و ۱ تیمتھیس ۱: ۲، طیطس ۱: ۴ میں ملتا ہے۔ ان مقامات میں اس کا ترجمہ سچا ہوا ہے۔

بلحاظ اشتقاق مادہ اس لفظ کے اور معنے نہیں لئے جا سکتے ہیں جو زیادہ تر اپنائی ہیں یعنی فطرتاً سے "تمیز دلی سے" وہ تمیز طبعی جو کسی شخص کو اس کی قوم یا پیدائش سے ارث ... بشپ لائٹ فٹ اس معنی کو زیادہ معقول مانتے ہیں اور یوں تفسیر کرتے ہیں اس تمیز کے لحاظ سے جو روحانی تولید سے صادر ہوتی یا تیمتھیس نے ... اور یوں اپنے روحانی باپ سے ساری دلچسپی اور محبت اسکو ورثہ میں ملی تھی ... وہ ... میں شریک تھا اور اس سبب سے وہ اپنے مسیحی ... کی روحوں سے محبت رکھتا تھا (یوحنا ۱۰: ۱۲)

ہم صرف اسی وقت اپنے گردو پیش کی روحوں کے لئے فکرمند ہو سکتے ہیں جب کہ ہم خدا کے روح کو اپنے دل میں کام کرنے دیں۔ ہم خود بخود وہ ... شوق روحوں کے واسطے نہیں پیدا کر سکتے۔ یہ اس آیت کی مراد کے لحاظ سے خلاقی طور پر ... پیدا ہوتا ہے۔ جو ہم میں ہے۔

تمہارے ... کے لئے۔ یعنی تمہاری حالات ... کے لئے۔

۲۱- سب اپنی اپنی باتوں کے فکر میں ہیں۔ نہ یسوع مسیح کی۔

سب۔ یعنی وہ سب ہاں مستثنیٰ جن کو اس نے اس وقت ... تھا۔ وہ سب جنکو اس وقت اس کام کے لئے تیار ہونا چاہئے تھا۔ ان الفاظ میں ایک طرح کی غمگینی کا لہجہ پایا جاتا ہے۔ یہ مایوسی محض اس کے رفقا کے باعث سے تھی۔ ایسے ... اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے (۲ تیمتھیس ۴: ۱۰ و ۱۱ و ۱۶) تاہم ہمکو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس کے دوستوں نے اسکی مدد اور کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ باب ۱: ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ کام پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری تھا لیکن خاص کام انہیں لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہے جو دلی یکسوئی رکھتے ہیں۔ خطرہ کے موقع پر وہی سپاہی [illegible] جا سکتے ہیں جو پورے دل سے سپاہی ہیں۔ اگر ہم خداوند کے استعمال کے لائق ظرف بننا چاہیں تو خودی کو نکال پھینکیں

ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت پورے دل والے اور بے غرض مسیحوں کی ہے جو دُوسروں کے لئے ایسی فکر کریں جس کے لئے کچھ صرف کرنا پڑے۔ ہر طرف سے یہی صدائیں آ رہی ہیں کہ ایسے پیشواؤں کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے فرزند ہوں۔ دلیر اور سرگرم عقلمند اور پُر محبت مثل تیمتھیس کے ہوں۔

اپنی اپنی باتوں کے فکر میں ہیں۔ یعنے اپنے خواہ وہ آرام اور اطمینان کے اپنے خود غرض مقاصد کے۔ خود غرضی کلیسیا کے لئے سب سے بڑی آفت ہے۔

نہ یسوع مسیح کی۔ یعنے اسکے مقاصد جو کلیسیا کی پاکیزگی اور دُنیا کو انجیلی بشارت پہنچانے سے متعلق ہیں۔ اس کے ساتھ رسول کی اپنی خواہش اور اُمید کا مقابلہ کرو (۱: ۲۰)۔ ہماری زندگی کا اصول یہ ہونا چاہئے کہ نہیں نہیں بلکہ مسیح "میرا نہیں بلکہ اسکا"

۲۲- لیکن تم اُس کی پختگی سے واقف ہو کہ جیسا بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے ویسے ہی اُس نے میرے ساتھ خوشخبری پھیلانے میں خدمت کی۔

تم اُسکی پختگی سے واقف ہو۔ واقف ہونے سے مراد پہچاننا ہے۔ گذشتہ کو یاد میں لانے سے وہ صاف طور سے جان سکتے تھے کہ تیمتھیس کس قسم کا آدمی تھا۔ یہ علم تجربہ پر مبنی تھا (دیکھو ۱:۱)۔

اُس کی پختگی۔ یونانی میں اس لفظ کے معنے کسوٹی کے ہیں۔ جس پر دھاتیں یا سکّے پرکھا جاتا ہے۔ رومیوں ۵: ۴ و ۲ قرنتیوں ۲: ۹؛ ۸: ۲؛ ۹: ۱۳؛ ۱۳: ۳ میں یہ لفظ آتا ہے یہ بات دلچسپی کے ساتھ یاد داشت کے قابل ہے کہ یہ لفظ زیادہ تر ۲ قرنتیوں میں آتا ہے جس خط میں خادم الدین کے کام اور اوصاف کے متعلق زیادہ تذکرہ پایا جاتا ہے جو خاص مطلب یہاں ظاہر کرنا مقصود ہے وہ اس کا "پسندیدہ خصلت" ہونا ہے جو آزمائش سے بطور نتیجہ ثابت ہو چکا ہے۔ تیمتھیس مثل ایک دھات آزمائش کی سخت آگ میں تایا جا کر

اعلیٰ خصائل اور بے نظیر اوصاف میں کھرا ثابت ہو چکا تھا جسکا ذکر آیت ۲۰ میں ہے مقدس پولوس بھی آزمائش کی آگ سے واقف ہے۔ (۲ قرنتیوں ۱۱: ۲۳-۲۹) ہماری آرام طلبی اور خود غرضی پر افسوس۔ ایک عمدہ مشنری اور خدمتگذار پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی بہت آگ درکار ہوتی ہے

جیسے بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے۔ بہت زیادہ لفظی ترجمہ ہوگا جیسے بیٹا باپ کے ساتھ بیٹے کے لئے یہاں بھی وہی لفظ ہے جو ۵:۱۵ میں ہے۔ اس سے نہایت شدت کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ لفظی طور سے تیمتھیس پولس رسول کا روحانی فرزند تھا (تیمتھیس ۱:۲) تیمتھیس کی محبت۔ مددگاری اور قربانی رفاقت پولس رسول کے کلام کیساتھ بھی اس مقام پر مدِ نظر ہے۔

میرے ساتھ خدمت کی۔ لفظی طور سے اس نے میرے ساتھ غلامی کی سی خدمت کی خاصکر میرے قیام فلپی کے ایام میں۔ مقدس پولس غلامی کی خدمت کا بار بار ذکر کرنا بہت عزیز رکھتا ہے۔ (۱:۱) یوں بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے ساتھ اس غلامی میں شامل ہوا یعنے غلام کی سی زندگی اُس نے گوارا کی۔ اگر یہ معنے لئے جائیں تو یہ اشارہ اُسکے پہلے کام کی بابت ہو جب اُس نے یہ خاص خدمت اختیار کی (اعمال ۱۶: ۱-۳)

۲۳- پس میں اُمید کرتا ہوں کہ جب اپنے حال کا انجام معلوم کر لوں گا تو اُسے فوراً بھیج دُونگا۔

جب اپنے حال کا انجام معلوم کر لونگا۔ یعنے جونہی مجھے یہ اندازہ ہو جائیگا کہ میرے عنقریب مقدمہ کی پیشی کا کیا انجام ہوگا۔ جس یونانی لفظ "معلوم کر لونگا" کا ترجمہ ہوا ہے وہ صرف عبری ۱۲: ۲ میں پایا جاتا ہے۔ "یسوع کو تکتے رہیں" اسکے ابتدائی معنی یہ ہیں کہ ہر طرف سے نظر ہٹا کر کسی ایک خاص شے یا شخص پر قائم کرنا۔ اور یوں پورے طور سے اسکو دیکھنا۔ کیا پولس رسول اپنے خداوند کے کام میں ایسا مشغول تھا کہ اسکو ذرا

بھی مہلت اس طرف سے نظر ہٹانے کی نہ تھی۔ یہ بہانا ہے کہ اپنے سبب سے اپفرودتس معاملہ سے متعلق کیوں؟ قبل اسکے کہ وہ اپنے معتمد مددگار کو بھیجے۔ کہ وہ ذکر اپنے مقدمہ کے انجام کو پورے طور سے دیکھ لینا ضروری تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ فلپی کے مسیحیوں کو اپنے انجام کے متعلق ایک صاف خبر دے سکے۔

اپنے مقدمہ کے انجام کی بابت جو اس کا یقین تھا وہ تو پہلے سے ظاہر کر چکا تھا (۱: ۲۵)۔
اپنے حال کا انجام یعنی اپنی کیفیت اور رہائی یا گرفتاری کا انجام۔ یہ ضروری نہیں کہ اس سے مقدمہ کی پیشی ہی مراد لی جائے جو شاید جلد ہونے والی تھی۔

۲۴- اور مجھے خداوند میں بھروسہ ہے کہ میں آپ بھی جلد آؤں گا۔

مجھے بھروسہ ہے۔ وہی فعل ہے جو ۱: ۲۵ میں آتا ہے (اعتماد ہے) "مجھے یقین ہے"۔ مجھے یقین ہے۔

خداوند میں۔ ۱: ۱۴ پر حاشیہ دیکھو۔ اسکے سارے کاموں کا شروع قیام اور انجام خداوند میں تھا۔

جلد یہ ایک اضافی طور کی اصطلاح ہے مراد یہ ہے کہ تیمتھیس کے فلپی پہنچنے کے بعد تھوڑی مدت میں تاہم ممکن تھا کہ باوجود اس کے ارادے کے دیر بھی ہو جائے۔ اسی طرح کی ایک مثال ۱ کرنتھیوں ۴: ۱۷-۱۹ میں بھی ملتی ہے۔

۲۵- لیکن میں نے اپفرودتس کو تمہارے پاس بھیجنا ضرور سمجھا۔ وہ میرا بھائی اور ہم خدمت اور ہم سپاہ اور تمہارا قاصد اور میری حاجت رفع کرنے کیلئے خادم ہے۔

سمجھا۔ یونانی میں یہ فعل بصیغہ ماضی مکتوب آتا ہے۔ اور یہاں پر بصیغہ حال ترجمہ کرنا (یعنی سمجھتا ہوں) مناسب ہوگا۔ غالباً یہ صحیح ہے کہ اپفرودتس اس خط کا حامل تھا۔

ضرورت۔ یا غرض مقابلہ کرو ۲ کرنتھیوں ۹: ۵ جہاں یہی لفظ آتا ہے۔ یہ ضرورت غالباً اسبات کو ظاہر کرتی ہے کہ اہل فلپی اپفرودتس کیلئے بشدت منتظر تھے آیت ۲۶ و ۲۸ اور یا اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ پولس کی یہ خواہش تھی کہ جسقدر جلد ممکن ہو فلپی کی کلیسیا کے تفرقہ کا تدارک کیا جائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اگر ہو سکے تو جدائی کی زہریلی گھاس ایک دن کیلئے بھی بڑھنے کیلئے چھوڑ دی جائے۔

اپفرودتس۔ اس شخص کا ذکر صرف اسی خط میں ملتا ہے۔ اسکے نام کے معنی ہیں دلکش خوبصورت۔ یہ افرودیتی یا زہرہ (حسن کی دیوی) سے متعلق ہے اور رومی سلطنت میں یہ ایک عام نام تھا اس کی مخفف صورت ہے اپفراس جو ... ہے اور بعضوں نے اسی لئے اسکو فلپی کے خادم الدین اپفرودتس (کلسیوں ۱: ۷ و ۴: ۱۲ و فلیمون ۲۳) کا مرادف سمجھا ہے لیکن یہ دونوں جدا جدا شخص تھے۔ ان کو ایک ہی نہ سمجھنا چاہئے۔

یہ ایک خیال اسبات کی ہے کہ چونکہ اسکے نام میں بھی ایک بت پرست نام کسی دیوی کا نام رہ سکتا ہے۔ باب ۴: ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ فلپیوں کا چندہ پولس رسول کے پاس یہی شخص لایا تھا۔ اور آیات مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک با محبت پر جوش اور منکسر مزاج شخص تھا۔

اسکے مسیحی ہونے کے بعد گویا اس کو ایک نیا حسن ملا تھا۔ یعنی خداوند کا حسن (مقابلہ کرو مزمور ۹۰: ۱۷) اور پاکیزگی کا حسن۔

وہ میرا بھائی اور ہم خدمت اور ہم سپاہ ہے یہ تینوں الفاظ درجہ ترقی کے اعتبار سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ عام ہمدردی۔ عام خدمت اور عام خطرہ اور جانفشانی اور مصیبت (لائٹ فٹ) یا دوسرے الفاظ میں یوں کہینگے کہ وہ اولاً بلحاظ نئی پیدائش کے خداوند میں ایک بھائی تھا اسکے بعد بلحاظ خداوند کے انگورستان میں خدمت قبول کرنے کے ہم خدمت ہوا اور آخرکار ترقی کے انتہائی درجہ پر خداوند کی جنگوں میں وہ ہم سپاہ ہوگیا

سارے بھائی کام کرنے والے نہیں ہوتے اگرچہ انکو ایسا ہونا چاہئے اور اسی طرح سارے کام کرنے والے سپاہی نہیں ہوتے جو دشمن کے مقابلہ اور خطرہ کی جگہ قبول کرنے کیلئے ہر لحظہ تیار ہوں

ہم خدمت۔ یہ لفظ مقامات ذیل میں پایا جاتا ہے رومیوں ۱۶: ۳ و ۹ و ۲۱ ۲ کرنتھیوں ۸: ۲۳ ... فلپیوں ۴: ۳ کلسیوں ۴: ۱۱ ... فلیمون ۱ و ۲۴ ... ۳ یوحنا ۸ -

تم سب کا۔ یہ حرف فلپیوں آیت ۲ میں مکرر آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپفرودتس نے گذشتہ ایام میں جو وہ مقام فلپی میں پولس رسول کیساتھ کوئی خاص قسم کی خدمت انجام دی تھی۔ یا فی الحال روم میں وہ ان کی خدمت کر رہا تھا۔

تمہارا قاصد۔ لفظی معنی رسول ہیں یعنے پیغامبر یا قاصد سے مراد ہے جو کلیسیا کی طرف سے ہو مقابلہ کرو ۲ کرنتھیوں ۸: ۲۳ اور یوحنا ۱۳: ۱۶ یہاں فلپی کے پیغام سلام اور سوغات کو لیکر آیا تھا۔ بعضوں نے اس لفظ قاصد سے یہ مراد لی ہے کہ اپفرودتس کلیسیا فلپی کا گویا اسقف تھا مگر یہ مراد مطلق درست نہیں۔ بشپ مول ثابت کرتے ہیں کہ یہ لفظ بالکل ہمارے لفظ مشنری کے ہم معنے ہیں۔

میری حاجت رفع کرنے کیلئے خادم۔ لفظ خادم یونانی میں ولاؤتورگاس ہے اور اسی مادہ سے مشتق ہے جسکے معنے آیت ۱۷ میں (دیکھو اس آیت کا حاشیہ) خدمت کے ہیں رسالہ اس لفظ میں پاک اور سنجیدہ معنی شامل ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روپیہ پیسہ چندوں اور مالیات کی ذمہ داری کو ایمانداری سے انجام دینا ویسا ہی مقدس امانت ہے۔ جیسا کہ خدا کے گھر میں مقدس خدمت ادا کرنا۔ ہم کو جو ہندوستان میں خدمت کرتے ہیں۔ یہاں ایک خاص سبق ملتا ہے کیونکہ اس ملک میں کلیسیا کے روپیہ پیسہ کو معمولی اور ناجائز طور پر صرف کرنے کا عام میلان پایا جاتا ہے یعنی خانگی معاملات میں اور لوگ ایسے مصرف کو ایک ناجائز امر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ٹھیک وہ روپیہ بعد میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ کسی حال میں ایسی مقدس امانت کا خانگی مصرف میں لانا یا اپنے خانگی حساب میں اس کو خلط ملط رکھنا جائز نہیں ہے۔

دوسرے موقع پر مقامات ذیل میں یہ لفظ آتا ہے رومیوں ۱۳: ۶، ۱۵: ۱۶، عبرانیوں ۱: ۷، ۸: ۲۔

۲: ۲۶ کیونکہ وہ تم سب کا بہت مشتاق تھا اور اس واسطے بے قرار رہتا تھا کہ تم نے اُس کی بیماری کا حال سنا تھا۔

وہ تم سب کا بہت مشتاق تھا۔ یہ لفظ مشتاق وہی ہے جو ۱: ۸ میں مستعمل ہوا ہے

وطن کو جانے کے لئے اشتیاق کی بے صبری ظاہر کرتا ہے۔ ان قدیم مسیحیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ و نیز خادم الدین کا جماعت اور جماعت کا خادم الدین کے ساتھ اشتیاق قابل غور ہے۔

تم سب۔ یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپفرودتس فرقہ بندی کی طرفداری سے بری تھا۔

بے قرار رہتا تھا۔ یہ لفظ صرف یہاں اور متی ۲۶: ۳۷ و مرقس ۱۴: ۳۳ میں پایا جاتا ہے۔ جہاں وہ گتسمنی کی بے قراری کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ بعض اس لفظ کو اس مادہ سے مشتق سمجھتے ہیں جسکے معنے ہیں "گھر سے جدائی" اور اسطرح اس سے مراد لیتے ہیں اپنے سے باہر ہونا گویا غم والم سے۔ تاہم ایک اور معنے بھی تجویز کئے جا سکتے ہیں یعنے یہ کہ یہ لفظ اس مادہ سے مشتق سمجھا جائے۔ جسکے معنے "آسودہ کیا جانا" ہیں۔ اس صورت میں گویا اکراہ کی حالت میں درد و غم کی زیادتی سے اپنے کو بچانے کا خیال مقصود ہے وہ ایک ایسی بےچینی کو ظاہر کرتا ہے جو کسی سخت روحانی تکلیف سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ قومی مراد جو "اکراہ" سے مقصود ہے۔ مسیح کے گتسمنی کے موقع پر استعمال کئے جانے کے لئے بہت مناسب ہے۔ قول اسکی شرح یوں کرتے ہیں۔ "حد سے زیادہ جذبہ کے باعث گھبراہٹ"

اس کی بیماری کا حال۔ بعض سمجھتے ہیں کہ یہ رومی بخار تھا جسکے باعث وہ ایک بہت کمزور ہو گیا تھا۔ رومی بخار اس زمانہ میں مشہور تھا۔ یہ بیماری جو کچھ ہو لیکن اس کا سبب محنت کی زیادتی تھا (آیت ۳۰)۔

۲: ۲۷۔ بے شک وہ بیماری سے مرنے کو تھا۔ مگر خدا نے اسپر رحم کیا اور فقط اُس ہی پر نہیں۔ بلکہ مجھ پر بھی تاکہ مجھے غم پر غم نہ ہو۔

بیشک وہ بیماری سے مرنے کو تھا۔ ان الفاظ میں اسکی بیماری کی مہلک نوعیت پر زور ہے۔ یعنے وہ نہایت خطرناک اور قریب الہلاکت تھی۔

مگر خدا نے اُس پر رحم کیا۔ اس لئے نہیں کہ موت ایسے سچے مسیحی کے لئے ایک دکھ یا نقصان کا باعث تھی (دیکھو ۱: ۲۱ و ۲۳) بلکہ اسلئے کہ قبل اسکے کہ اس دنیا سے گزر جاتے اسکو نئے موقع خدمت اور روحوں کے جیتنے کے حاصل ہوں۔ شاید اس بیماری کی پُر عبرت گھڑیوں میں اپفرودتس کے خیال اسکو بے چین کر رہے ہونگے کہ اُس نے ابتک زندگی میں اپنے نجات دہندہ کی کسقدر کم خدمت کی ہے۔

مقدس پولس اس لفظ رحم کو مقامات ذیل میں خادم الدینی کے متعلق استعمال کرتا ہے (۱ قرنتھ ۷: ۲۵ و ۲ قرنتھ ۴: ۱ و ۱ تیمتھیس ۱: ۱۳ و ۱۶)۔

مجھ پر بھی۔ اس مشنری کا دل اپنے دوستوں اور نو مریدوں کے ساتھ وابستہ تھا اُن کی خوشی اسکی خوشی تھی اور اُنکا غم اسکا غم تھا۔

غم پر غم۔ اگر اپفرودتس مر جاتا تو نہ صرف فلپیوں کو ایک سچے دوست کے گزر جانے کا نقصان ہوتا بلکہ رسول کو بھی اس بات کے خیال سے درد ہوتا کہ گویا وہ ان کیلئے ایسے بڑے نقصان کا موجب ہوا جس میں اس کا کچھ اختیار نہ تھا۔ اور مقدس پولس کو بھی اپنے ایک عزیز بھائی "ہم خدمت اور ہم سپاہ" کے گزر جانے کا غم ہوتا۔ یہ گویا ان دکھوں کی فہرست میں جو ۲ قرنتھ ۱۱ میں مندرج ہیں۔ ایزاد ہو کر واقعی غم پر غم ہوتا۔ مقابلہ کرو ۲ قرنتھ ۷: ۵۔ رسول کا اطمینان (۴: ۱۱-۱۳) محض جبر پر نہیں تھا۔ انسانی رنج و خوشی کیلئے اس میں معقول گنجائش تھی۔ شفا دینے کی توفیق کے مسئلہ پر جو اکثر لوگوں کو پریشان کئے رہتا ہے اس آیت سے ایک روشنی پڑتی ہے۔ یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا باقدرت رسول بھی ہمیشہ ایمان سے شفا دینے کا دعویدار نہیں تھا کہ ایک اپنے عزیز ترین اور پاکیزہ ترین دوست کے لئے بھی (مقابلہ کرو ۲ تیمتھیس ۴: ۲۰) اسکو سوائے خدائی مرضی اور رحم پر چھوڑنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

۲۸- اسلئے مجھے اسکے بھیجنے کا اور بھی زیادہ خیال ہوا کہ تم بھی اُس کی ملاقات سے پھر خوش ہو جاؤ اور میرا بھی غم گھٹ جائے

بھیجنے کا اور بھی زیادہ خیال۔ یہ لفظ مقامات ذیل میں لوقا ۷: ۴ میں بمعنے منت و کوشش

و سرگرمی) ۲ تیمتھیس ۱: ۱۷ اور طیطس ۳: ۱۳ میں ملتا ہے اور بصورت صفت صرف ۲ قرنتھ ۸: ۱۷ و ۲۲ میں آتا ہے۔

ان آیات کو مقابلہ کرنے سے ہمکو وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سرگرمی و کوشش صرف ہونی چاہیئے۔

(۱) منت کرنے میں لوقا ۷: ۴ (۲) تلاش ۲ تیمتھیس ۱: ۱۷ (۳) مدد کرنے میں طیطس ۳: ۱۳ (۴) خدمت کرنے میں ۲ قرنتھ ۸: ۱۷ و ۲۲ (۵) [illegible] (اس مقام پر اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ اسلئے میں سرگرمی اور کوشش سے اسکو بھیجتا ہوں۔

پھر یہ حرف یا تو فعل بھیجنے سے متعلق ہو سکتا ہے (جب تم پھر اس سے ملو) اس صورت میں وہ ان کے اور اپفرودتس کی ملاقات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یا فعل خوش ہونے سے (کہ تم بھی اسکی ملاقات سے پھر خوش ہو جاؤ) اس صورت میں وہ اس خوشی کے دوبارہ عود کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ جو اپفرودتس کی بیماری کی وجہ سے مکدر ہو گئی تھی۔

میرا بھی غم گھٹ جائے۔ ہم پولس سے سیکھیں کہ جن باتوں کا ہم وعظ و پند کرتے ہیں۔ اُن پر خود بھی عمل کریں۔ آیت ۳-۱۱ میں مسیح کے ایثار کا نمونہ پیش کر کے وہ ہم کو بے غرضی کے فریضہ کی بابت نصیحت کرتا ہے اور یہاں وہ خود بھی بے غرضی ظاہر کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ جب میرا دوست روم کے خطروں سے محفوظ رہ کر خیر و عافیت تمام فلپی پہنچ جائیگا اور اسکی موجودگی سے کلیسیا کو جوش و تقویت حاصل ہوگی تو میرا بھی غم گھٹ جائیگا وہ اپنے ذاتی نقصان کا جو اپفرودتس کے جانے سے ہوگا ذرا بھی ذکر نہیں کرتا۔ پولس کی ساری تسلی اسبات میں تھی کہ فلپی کے لوگ خوشی حاصل کریں۔ اگرچہ خود اسکو اپفرودتس کے جانے سے کیسا ہی رنج کیوں نہ ہو روم کی مجلس میں جہاں ہر طرح کی مصیبتیں اور جن کا ذکر اُس نے پہلے باب میں کیا ہے بہت ممکن تھا کہ اگر وہ اپفرودتس کو اپنی مدد کیلئے اپنے پاس رکھنے کی خواہش کرتا تو کسی کو اس پر عذر نہ ہوتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے نقصان کی دوسروں کے نفع کیلئے کچھ پروا نہیں کرتا۔ لا ریب! وہ اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ دوسروں کے احوال پر نظر کرتا ہے (آیت ۴)۔

۲۹۔ پس تم اُس سے خداوند میں کمال خوشی کے ساتھ ملنا اور ایسے شخصوں کی عزت کیا کرو۔

تم اُس سے خداوند میں کمال خوشی کے ساتھ ملنا یہی محاورہ رومیوں ۱۶: ۲ میں ملتا ہے۔ کوشش کرو کہ ہمارے سارے جلسے اور "پیغام سلام" "خداوند میں" ہوں جس پر اُسکی حضوری اور فضل کا سایہ ہو۔ مقابلہ کرو آیت ۱ کا حاشیہ۔

ممکن ہے کہ فلپی جماعت میں جو نااتفاقی تھی اُسکے باعث سے بعض لوگ اپفرودتس سے ناخوش ہوں اسلئے مقدس پولس اس نصیحت کی ضرورت سمجھتا ہو۔

کمال خوشی کے ساتھ یعنی جب وہ آئے تو کسی قسم کی نااتفاقی اور رنج کا شائبہ تک ظاہر نہ ہو۔ اس سارے خط میں کس قدر صفائی سے "یہی خوشی کا سُر گونجتا ہے دیکھو دیباچہ فصل (۷) "ساری خوشی" یعقوب ۱: ۲ میں مکرر آتا ہے۔

ایسے شخصوں کی عزت کیا کرو۔ یا "ایسے شخصوں کی اعلیٰ قدر کرو" جس لفظ کا ترجمہ عزت کیا گیا ہے وہ چند مقامات پر ملتا ہے۔ اسکی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک نوکر جس کا مالک اُسکی نہایت قدر کرتا تھا۔ لوقا ۷: ۲ (عزیز)

(۲) ایک مہمان جسکو اس کا میزبان نہایت عزیز دیکھتا تھا۔ لوقا ۱۴: ۸

(۳) وہ خاص پتھر جو خدا اور مقدسوں کی نظر میں قیمتی تھا۔ ۱-پطرس ۲: ۴ و ۶

(۴) ایک خادم الدین جسکو اُسکی جماعت بہت قدر و قیمت سے دیکھتی تھی (دیکھو ۱) اس سپاہی کا جو میدان جنگ میں زخمی ہو گیا تھا اور اب جلالی شان سے وطن کو واپس آتا ہے پوری عزت و تعظیم کیجاوے

۳۰۔ اسلئے کہ وہ مسیح کے کام کی خاطر مرنے کے قریب ہو گیا تھا۔ اور اُسنے جان لگا دی تاکہ جو کمی تمہاری طرف سے میری خدمت میں ہوئی اُسے پورا کرے

مسیح کے کام کی خاطر۔ اس مقام سے ہم کو اس تعلیم کا جو آجکل بہت کچھ مروج ہے بطلان

ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسیحی کی بیماری اُسکے کسی خاص گناہ کا نتیجہ ہے۔ جو اس سے وقوع میں آیا ہے۔ یہاں ہم ایک شخص کو بیماری سے قریب المرگ پاتے ہیں جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا تھا اور نہ اس سے کوئی بد اعتقادی ظاہر ہوئی تھی بلکہ وہ شخص مسیح کی خاطر سرگرمی کے باعث وہ بیمار ہو گیا تھا۔ اس واقعہ سے ہم کو نہایت احتیاط کرنی چاہیئے کہ کسی بیمار مسیحی کو اس کی بیماری کے باعث کسی گناہ یا بد اعتقادی کا مورد نہ ٹھہرائیں۔

قریب المرگ ہو گیا تھا۔ یہ مقابلہ آیت ۲۷ کے ایک دوسرا طریقہ اظہار ہے۔ یہ ویسا ہی جملہ ہے جیسا کہ آیت ۸ "موت تک" "موت کے آخر تک" یہاں تک کہ موت تک پہنچے۔

اُس نے جان لگا دی۔ [illegible] جس کے معنی ہیں [illegible] اور یہ ایک ایسے لفظ سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں کسی چیز پر بازی یا شرط لگانا جس طرح کوئی جواری کوئی شے بازی یا شرط پر لگاتا ہے۔

بشپ لائٹ فٹ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ "اُس نے اپنی زندگی جوکھوں پر لگا دی" اپفرودتس نے مسیح کے کام کی خاطر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا اور اپنی آتش شوق میں جو اسکے خداوند کے جلال کیلئے ہے اپنی جان کے ساتھ ایک قسم کی پاک بے پروائی برتی۔

اس لفظ سے "پارابولانی" نام پیدا ہوا۔ قسطنطین کے عہد میں یہ وہ جماعت تھی جو بیماروں کی تیمارداری اور وبا کے ایام میں مردوں کی تجہیز و تکفین کیلئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال دیتی تھی ہندوستان میں مسیح کے کام کیلئے جانوں کا جوکھم اٹھانے والوں کی بہت ضرورت ہے۔ ہم لوگ اپنی صحت و ذاتی آرام و چین کیلئے بہت فکر کرتے ہیں۔ نیا عہدنامہ کی روشنی میں اپنی زندگی دوسروں کی نجات کے لئے لگا دینے میں چنداں بڑی بات نہیں۔

جو کمی مقابلہ کرو ۲-کرنتھیوں ۹: ۱۲ و ۱۱: ۹ یہ ذاتی خدمت کی طرف اشارہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپفرودتس کی صحت کی خرابی کا باعث محنت کی زیادتی تھی جو اسکو اپنی ذات سے شبانہ روز پولس رسول کی خدمت میں کرنی پڑی نہ کہ ایمان کے باعث کوئی ایذارسانی۔

خدمت وہی لفظ ہے جو آیت ۱۷ میں ہے۔ مقابلہ کرو آیت ۲۵ کا حاشیہ۔ تمام حصہ ایک پاسبانی نصیحت پر مبنی ہے جس میں مسیحی محبت اور انسانی ہمدردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں جہاں مختلف قومیں اور ذاتیں آباد ہیں۔ مسیحیوں کو چاہیئے کہ وہ ایک [illegible] ایمان اور [illegible]

محبت کے مضبوط رشتہ میں باہم وابستہ رہیں۔ اسطرح کہ وہ بھائی ہمخدمت اور ہم سپاہ ہیں۔

پورا کیے۔ اس قسم کا لفظ متی ۱۳: ۴۸ و ا قرنتھیوں ۱۶: ۱۷ و کلسیوں ۱: ۲۴ و ا تھسلونیکیوں ۳: ۱۰ میں پایا جاتا ہے۔ اپفرودتس نے اپنی ذات سے رسول کی خدمت کرنے کے ذریعہ سے اس کمی کو پورا کرنے کی خوب کوشش کی جسکو اہل فلپی بوجہ دوری پورا کرنے سے قاصر تھے۔

باب سوم

یہودی خطرہ سے خبردار رہنے کی نصیحت

۱۔ غرض اے میرے بھائیو خداوند میں خوش رہو۔ تمہیں ایک ہی بات بار بار لکھنے میں مجھے تو کچھ دقت نہیں۔ اور تمہاری اس میں حفاظت ہے۔

غرض۔ یہ لفظ گویا ایک نئے مضمون کو شروع کرتا ہے (مقابلہ کرو افسیوں ۶: ۱۰) یعنی خط کا سب سے بڑا آخری اور ضروری مضمون پیش کرتا ہے کہ وہ حقیقی انجیل کو غلطی سے بچائے رکھیں (مقابلہ کرو ۲ قرنتھیوں ۱۳: ۱۱ و باب ۴: ۸ و ۲ تھسلونیکیوں ۳: ۱ و ا تھسلونیکیوں ۴: ۱)

بشپ لائٹ فٹ کا خیال ہے کہ یہ ہے کہ مقدس پولس رخصتانہ کلمے لکھ رہا تھا کہ یکایک اسکو ایک نئے مضمون کا خیال آیا جس سے وہ رک گیا۔ اور آیت ۲ میں اس نے اس نئے مضمون کو پیش کیا یہاں تک کہ باب ۴: ۸ میں وہ پھر الوداعی نصیحتوں پر عود کر آتا ہے۔ یہ خیال کہ بالکل غلطیوں سے جو کسی فوری تغیرات معاملات کے باعث پیدا ہو گئی تھیں۔ خبردار رہنے کے متعلق جو نصیحت ہے وہ گویا ایک لمبا جملہ معترضہ ہے لیکن اگر اس لفظ کو رخصتانہ پیغام ہی سمجھیں تو بھی یہ لازم نہیں کہ رسول کسی دوسرے مضمون کے خیال سے رک گیا ہو کیونکہ ہم دوسرے مقامات میں ایسی مثالیں پاتے ہیں جہاں طویل رخصتانہ پیغام انہیں الفاظ

سے شروع ہوتا ہے (دیکھو ا تھسلونیکیوں ۴: ۱)

خوش رہو۔ ۴ مرتبہ اس خط میں یہ مژدہ جانفزا "خوش رہو" گونجتا ہے (۲: ۱۸ و ۴: ۴ دو مرتبہ) اس خط کا غالباً سب سے بڑا پیغام ہے۔ اور رسول کیا خوشی سے کہتا ہے "خداوند میں خوش رہو" کیونکہ مسیح میں خوش رہنا اس زندگی پر سب سے اعلیٰ تجربہ ایماندار کے لئے ہے۔

بعض اس لفظ کا ترجمہ اس خیال سے "الوداع" کرتے ہیں کہ مقدس پولس کا آخری پیغام یہاں شروع ہوا اور رک گیا۔ اور اس لحاظ سے یہ صحیح بھی ہے کہ خوش مزاج یونانی کا دوستانہ سلام "خیر ہے" یعنی "خوش رہو" ہوا کرتا تھا لیکن جو ترجمہ یہاں ہوا ہے اس کی تصدیق ۲: ۱۸ اور ۴: ۴ سے ہوتی ہے یہاں یہی ترجمہ یعنی خوش رہو۔ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

ہمارا مبارک مسیحی خوشی کے تجربہ میں جو خداوند میں حاصل ہوتی ہے بہ نسبت ایک بیرونی خاموشی اور بے چینی کے ایک فضیلت اور علویت معلوم ہوتی ہے۔

خداوند میں۔ دیکھو حاشیہ ۱: ۱۴ کا۔

ایک ہی بات بار بار لکھنے میں۔ اس "ایک ہی بات" سے کیا مراد ہے۔

(ا) بعض سمجھتے ہیں کہ مقدس پولس پچھلے خطوط کا اشارہ کرتا ہے جو اس نے فلپی کی کلیسیا کو لکھے تھے۔ یا اپنی پچھلی گفتگو کا جو اس نے وہاں کے مومنین سے کی تھی اس شرح کو قبول کرنے کے بعد کوئی بیرو پوسٹن اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ "میں اسی خطرہ سے تم کو پھر خبردار رکھنے دیتا ہوں۔ جس کی بابت میں نے پہلے اپنی تقریر اور خط سے تم کو تاکید کی تھی"۔

(ب) بشپ لائٹ فٹ کا خیال ہے کہ رسول کسی خاص بات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو اس نے بار بار اس خط میں دہرایا ہے۔ اور اس بنا پر وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ یگانگت اتحاد کی نصیحت ہے "جسکو رسول قبل اسکے وہ خط کو تمام کرے۔ پھر دہراتا ہے۔

(ج) بشپ مول کے خیال میں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے وہ خاص اشارہ مراد لیا جائے جس کا ذکر بار بار اس خط میں آتا ہے یعنی خداوند کا شادمانہ اور اعلیٰ تعلق اپنے لوگوں کے ساتھ۔

(د) بنگل اور دیگر مفسرین بلحاظ سیاق و سباق و نیز مضمون "خوشی" کے خط میں بار بار آنے

سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اس سے خوشی کے عنصر اور حق پر زور دیا جاتا ہے۔

یہ تمام مرادیں گو قابل تحسین اور مفید ہیں لیکن سب سے آخری مراد نہایت سادہ اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ رسول کے لئے اُس خوش پیغام کا بار بار دُہرانا کوئی دقت نہیں تھی۔ جبکہ اس پر عمل کرنے سے اس کی حفاظت منظور تھی۔ خداوند کی خوشی تمہاری توانائی ہے (دیکھو نحمیاہ ۸:۱۰ حاشیہ قلمدم) بلکہ ! تمہاری حفاظت بھی۔ مجھے تو کچھ دقت نہیں اور تمہاری اس میں حفاظت ہے۔ یونانی میں یہ الفاظ ایک شعر کی صورت میں ہیں۔ اور غالباً کسی یونانی شاعر سے مقتبس ہیں۔ یوں خاص اور شاذونادر اقتباسات کے لئے جو پولس نے کئے ہیں۔ دیکھو اعمال ۱۷:۲۸ و ۱-قرنتہ ۱۵:۳۳ ططس ۱:۱۲۔ اس بڑے مشنری رسول کے نمونہ سے ہم سیکھتے ہیں کہ ہندوستان کی دیسی اور مستند تصنیفات کو انجیل کی ترقی و اشاعت کی مدد کیلئے مطالعہ کرنا اور ان سے واقفیت پیدا کرنا اچھی بات ہے۔

دِقت۔ یہ لفظ صرف عہد جدید میں یہاں اور متی ۲۵:۲۶ و رومیوں ۱۲:۱۱ میں پایا جاتا ہے جہاں دونوں مقامات میں بمراد سستی و دیری استعمال کیا گیا ہے لیکن یہاں بصورت معروف "دقت" کے معنوں میں یعنی دِقت جس سے تھکاوٹ اور کاہلی پیدا ہوتی ہو۔ مقدس پولس اپنے نو مریدوں کی تقویت وہدایت دینے سے کبھی نہ تھکتا تھا۔

حفاظت۔ یہ اسم صفت ابتدا ایک ایسے مادہ سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں "جو گرنے کے قابل نہ ہو" اور یوں گویا خطرہ سے محفوظ ہو۔ دوسرے مقام پر یہ لفظ صرف اعمال ۲۱:۳۴ و ۲۲:۳۰ و ۲۵:۲۶ و عبرانی ۶:۱۹ میں آتا ہے اور ان مقامات میں اسکے معنی یقین وحقیقت کیلئے گئے ہیں بصورت صفت یہ لفظ لوقا ۱:۴ و اعمال ۲:۳۶ و ۱-تسلونیکیوں ۵:۳ میں آتا ہے۔

بنگل اسکی شرح ان الفاظ میں کرتے ہیں "روحانی خوشی بہترین ذریعہ غلطیوں سے محفوظ رہنے کا ہے خاصکر یہودی غلطیوں سے"۔

۲۔ کتوں سے خبردار رہو۔ بدکاروں سے خبردار رہو۔ کٹوانے والوں سے خبردار رہو۔

کتوں سے۔ یہودیوں کی نظر میں کتا نجاست کی علامت تھا دیکھو استثنا ۲۳:۱۸ ا

(متی ۷:۶ - مکاشفہ ۲۲:۱۵) وہ غیر قوموں کیلئے بطور حقارت کے یہ لفظ استعمال کرتے تھے کیونکہ وہ انکو اپنی مذہبی رسم کے مطابق نجس سمجھتے تھے۔ (مقابلہ کرو متی ۱۵:۲۶-۲۷) غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ غیر اقوام حرام و حلال گوشت میں امتیاز نہ کرتے تھے۔

اور ممکن ہے کہ یہودیانہ جماعت اس لفظ کو غیر مختون مگر بپتسمہ یافتوں کے لئے بطور تحقیر استعمال کرتی ہو لیکن یہاں رسول معاملہ کو برعکس کر دیتا ہے۔ وہ اُلٹا انہیں کو سچ مچ کتا قرار دیتا ہے۔ اس بنا پر کہ بسبب اپنے غرور کے وہ عہد کی برکتوں سے خارج ہیں اور چونکہ وہ ظاہری و رواجی ختنہ پر اپنے کو سیر کرنا چاہتے ہیں اسلئے آسمانی باپ کے دسترخوان کی عمدہ نعمتوں سے محروم ہیں۔

ہندوستان میں جہاں ذات کی پابندی کے باعث لوگ ظاہری پاکی و ناپاکی کے خیال سے اپنے ہمجنسوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ہم مسیحیوں کو خاص احتیاط رکھنا لازم ہے کہ ہم کسی شخص کو حرام یا ناپاک نہ سمجھیں اور نہ ایسا کسی کو کہیں۔ خدا کی نظر میں اعلیٰ طبقہ کے وہی لوگ ہیں جو فروتن ہیں اور مغرور اور خود پرست اسکی نظر میں ادنےٰ ہیں۔ اگر ہم دوسروں کی بطور کتوں کے حقارت کرتے ہیں۔ ہم خود اس آیت کی تعلیم کے موافق سچ مچ کتے ہیں۔ [illegible] جماعت کو مدنظر رکھ کر کہتے ہیں۔ اب یہ کتے کہلائے جاتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے ریچھے [illegible] بننا نہیں چاہتے

خبردار رہو۔ لفظی ترجمہ "دیکھو یعنی اپنی آنکھوں کو کھلا رکھو تاکہ خبردار رہ سکو۔ اس لفظ کا ایسا ہی استعمال مقامات ذیل میں ہوا ہے متی ۲۴:۴۲ مرقس ۱۳:۳۳ و ۳۵ لوقا ۸:۱۸ و ۲۱:۸ و ۱-قرنتہ ۸:۹ گلتیوں ۵:۱۵ ۲-یوحنا ۸ وغیرہ۔

بدکاروں سے خبردار رہو۔ جسطرح کہ پہلا لقب یعنی کتا یہودیوں کی رسمی طہارت کے خیال پر ایک طعنہ ہے اسی طرح یہ لقب یعنی بدکار فریسیوں کے اس خیال پر ہے کہ نجات اعمال سے ہے ان کی تعلیم نجات کی بابت اعمال اعمال اعمال پر تھی۔ جو پولس کی اس تعلیم سے کہ نجات ایمان سے ہے بالکل برعکس تھی (دیکھو رومیوں ۳:۲۷ و ۲۸-۴:۲-۶ و گلتیوں ۲:۱۶-۲۱ وغیرہ) کام کرنے والے یا کام کرنے والے لوگ یہ کام کرنے والے تو تھے مگر بدکام کرنے والے تھے (مقابلہ کرو ۲-قرنتہ ۱۱:۱۳ و "دغاباز کام کرنے والے تھے") اسلئے کہ وہ ہمیشہ بُرے کاموں میں مشغول رہتے تھے جماعت مذکورہ بالا بڑی کوشش کرتی تھی کہ نو مرید بنائے۔ لیکن غیر قوموں کو مرید بنا کر اُنکو

شریعت کے بوجھ تلے دبے آتی تھی یوں اُنکا کام مخالفانہ تھا اور نتیجہ دونوں کے برا تھا۔
مذہبی سرگرمی موسوم بہ کلیسیا کا کام بھی اسی طرح برا ہو سکتا ہے۔ اگر اس میں مسیحی محبت کا اثر نہ ہو یا اُس کا مقصد جلالِ باری تعالےٰ نہ ہو۔

قطع و بُرید والوں سے خبردار رہو۔ یعنی صاف لفظوں میں قطع و برید یہودیانہ فریق کی قلت کے غرور اور اُنکی ظاہری شریعت پر حملہ کرنے کے بعد اب رسول اُن کے ختنہ کی تعلیم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر اس لفظ کے زور کو جو رسول اس تعلیم کی بجائے استعمال کرتا ہے معلوم کرنا چاہیں تو سپٹواجنٹ کے ترجمہ کو دیکھیں جہاں یہ لفظ ہمیشہ اس قطع و برید کے لئے استعمال ہوا ہے جو بت پرست اپنے بدنوں پر کرتے تھے۔ اور جو موسوی شریعت میں ممنوع تھا۔ (دیکھو احبار ۲۱: ۵ و سلاطین ۱۸: ۲۸ و یسعیاہ ۱۵: ۲) یہودیانہ فرقہ اپنے ختنے کے معقول و ٹھیک ہونے پر بڑا فخر کرتا تھا۔ مگر دیکھئے کہ یہاں اُس کی حقارت بت پرستوں کی بیہودہ حرکات کاٹ کوٹ سے زیادہ نہیں جس سے وہ اپنے بدنوں کو گھائل کر دیا کرتے تھے۔ مقدس پولس اس لفظ کے استعمال سے ان پر گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ اُنکا خدا کے فضل کی انجیل کی سادگی کی مخالفت کرنا ایک گناہ عظیم ہے جس طرح وہ باوجود اپنی ظاہری رسمی پاکیزگی کے خدا کی نظر میں گنہگار ہیں۔ اسلئے کہ وہ اپنی بیدینی کے باعث دوسروں کا لحاظ نہیں کرتے اسی طرح وہ اپنے تکبر سبھی اسرار کے باعث جو وہ ظاہری ختنہ پر کرتے ہیں۔ گویا کٹے ہوئے اور گھائل بت پرست ہیں۔

کیا اس آیت سے ہم کو محض ظاہری مذہبی نمائش کے زبردست اور ممکن خطرہ سے خبردار رہنے کا سبق نہیں حاصل ہوتا؟ یہ ممکن ہے کہ ہم بپتسمہ یافتہ دیندار ہوں اور پاک خدا کی نظر میں ناپاک مردود بت پرست۔ اس لفظ کے عبرت ناک معنوں میں ٹھہریں۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ روحانی مذہب محض رسمیات کے پابند اور ظاہری حرکات اور جسمانی شریعت پر مشتمل نہیں ہے۔ یہ ممکن تھا کہ خدا کی مقرر کی ہوئی رسم ختنہ ایک صورت اختیار کرلیتی جو بت پرستوں میں اپنے بدن کاٹ ڈالنے کے متعلق مروج تھی۔ اسی طرح افسوس! یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی پاک سے پاک انجیل کی رسم بھی ہمارے لئے محض ایک ظاہری بے معنی صورت ہو جائے۔

۳۔ کیونکہ مختون تو ہم ہیں جو خدا کے رُوح کی ہدایت سے عبادت کرتے ہیں۔ اور مسیح یسوع پر فخر کرتے ہیں اور جسم کا بھروسہ نہیں کرتے۔

کیونکہ مختون تو ہم ہیں یعنے ہم سچے مختون اور خدا کے سچے اسرائیل ہیں۔ (گلتیوں ۶: ۱۵، ۱۶)۔

وہ نہیں بلکہ ہم سچے ختنہ ہیں کیونکہ ہم نے سچے مسیح میں دل کی پاکیزگی کو حاصل کر لیا ہے۔

عہد عتیق میں بھی ختنہ کے اعلیٰ اخلاقی معنی اچھی طرح سے مدنظر رکھے گئے ہیں۔ اور بار بار اُن پر زور دیا گیا ہے مثلاً (احبار ۲۶: ۴۱ استثنا ۱۰: ۱۶ و ۳۰: ۶ وغیرہ) اور جب ہم عہد جدید کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی اس حقیقت پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ صرف روحانی ختنہ ہی خدا کی نظر میں کام آتا ہے۔ (رومیوں ۲: ۲۸ و ۲۹ گلتیوں ۵: ۶ و ۶: ۱۵ کلسیوں ۲: ۱۱)۔

جو خدا کی رُوح سے عبادت کرتے ہیں۔ آیت ۳ میں ظاہری مذہب کے برعکس سچے روحانی مذہب کا ۳ صورتوں میں اظہار ہوا ہے وہ کہتے ہیں یہ کام اور کلیسا کے واسطے ہیں۔ اسی طرح یہاں مقدس پولس سچے مذہب کو ۳ صورتوں میں پیش کرتا ہے۔ ان میں سے پہلا نشان سچے مومن کا یہ ہے کہ وہ خدا کی روح کی ہدایت سے عبادت کرتے ہیں عبادت کے سوا اس لفظ کے معنی خدمت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ دونوں رُوح القدس کی تاثیر سے ہوتے ہیں۔ رسول اس موقع پر لفظ "لاطروآئن" استعمال کرتا ہے جو کسی یونانی بولنے والے یہودی کی زبان میں خاص ہیکل کی خدمت کے متعلق بولا جاتا تھا۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ ہم مسیحی جو فضل کی انجیل کو قبول کئے ہوئے ہیں سچی عبادت کرتے ہیں۔ اور یہ وہ عبادت رسمی و رواجی باتوں پر مشتمل نہیں بلکہ روحانی ہے (یوحنا ۴: ۲۳، ۲۴) جو روح القدس کی تائید سے جو زندہ اور ہم میں کام کرتی ہے خدا کے واسطے کی جاتی ہے یہاں پر اتحاد کیا گیا ہے یہودیانہ فرقہ بھی شریعت اور انسانی روایات کے طور پر خدا کی عبادت کرتا تھا۔ مسیحی بتقویت روح القدس اپنے دل اور زندگی میں خدا کی روحانی عبادت کرتا ہے۔

دلچسپ موقعوں پر لفظ عبادت آتا ہے وہ حسب ذیل ہیں لوقا ۱: ۷۴ و ۲: ۳۷ اعمال ۷: ۷ و ۲۴: ۱۴ رومیوں ۱: ۹۔

مکاشفہ ۱۱:۱۵ و ۲۲:۳)۔

لفظ رُوح کے لئے دیکھو۔

(۱) اعمال ۱۰:۳۸ رُوح سے مسح کیا گیا۔

(۲) رومیوں ۸:۱۴ جتنے خدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں۔

(۳) گلتیوں ۵:۵ ہم رُوح کے باعث منتظر ہیں (مسیح کے آنے کے لیئے)

(۴) گلتیوں ۵:۱۶ و ۲۵ رُوح کے موافق چلو۔

(۵) فلپیوں ۳:۳ خدا کی رُوح سے عبادت کرتے ہیں۔

اور مسیح یسوع پر فخر کرتے ہیں۔ یہ دوسرا نشان سچے مسیحیوں کا ہے ہر روز اُن کو نئے نئے ثبوت اس بات کی خوشی کے ملتے رہتے ہیں۔ کہ وہ کیا ہے اور ہمارے لئے وہ کیا کرتا ہے۔

فخر دیکھو حواشی ۱:۲۶ و ۲:۱۶-۱۰ اس کا مطلب پُر زور فتح مندانہ خوشی ہے (مول) مسیح یسوع مسیحی کا فخر ہے (دیکھو یرمیاہ ۹:۲۳ و ۲۴ و ۱ کرنتھیوں ۱:۳۰-۳۱ و ۲ کرنتھیوں ۱۰:۱۷)

یہودیانہ فریق کا فخر شریعت پر تھا (رومیوں ۲:۲۳) وہ اپنے قومی اور مذہبی حقوق پر گھمنڈ کرتے تھے۔ مسیحی کا فخر مسیح یسوع میں ہے۔ جس کو وہ اپنا خدا کی طرف سے مقرر شدہ و ممسوح اور کامل منجی مانتے ہیں (واقعات مسیح یسوع کی ترتیب پر غور کرو) جیوں جیوں وہ اُس نجات دہندہ کی بھرپوری کو پاتا اور نئی زندگی اور قوت اُس سے حاصل کرتا ہے وہ خدا کی تمجید کا سرانجام بغیر نہیں رہ سکتا۔

اور جسم کا بھروسہ نہیں کرتے۔ یہ تیسرا نشان حقیقی مسیحی کا ہے وہ جسم میں ہیں مگر جسم میں نہیں بلکہ مسیح اور صرف اُس ہی میں اپنا بھروسہ رکھتے ہیں "جسم" پولس کے خطوط کا یہ خاص اہم لفظ ہے (دیکھو رومیوں ۷:۵ و ۱۸ و ۸:۳-۴-۷ و ۱۲ و ۱۳ گلتیوں ۵:۱۶-۱۹ و ۲۴ و ۶:۸ افسیوں ۲:۳ کلسیوں ۲:۱۱-۱۳ وغیرہ)۔

بعض اوقات اس لفظ سے مراد وہ حالت ہے جس میں گناہ کا زور غالب ہے۔ اور بعض اوقات کوئی ایسی شے سوائے خدا کے مراد ہے جس پر انسان اپنے بھروسہ و قوت کا مدار رکھتا ہے۔ (مول)۔

عملی مقاصد کے لئے ہم اس لفظ سے معنوی کی زندگی مراد لے سکتے ہیں جو خدا سے علیحدہ ہے۔ ایسی زندگی جس کی تمام کوششیں اور کام اپنے ہی ذاتی ارادے اور اپنی ہی کوشش کے بل پر کئے جاتے ہیں۔ اور جس میں خدا کا خیال نہ ہو۔ اگر منفیہ طور پر مراد لیں تو جسم سے مراد ایسی باتیں جو خدا کی رُوح سے نہ ہو۔

مرد ایمان نہ تو اپنے پر اور نہ اپنے کام کی لیاقت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے کو خدا کے فضل اور قوت پر ڈال دیتا ہے۔

یہاں ہم پھر اس پورے تضاد کو دیکھتے ہیں۔ یہودیانہ فریق اپنے ختنہ اور فرضی اعمال حسنہ پر بھروسہ کرتا ہے جو خود اسی کی مرضی اور کوشش کا نتیجہ ہے لیکن مسیحی اپنے سارے کاموں کو خدا کی مقبولیت کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنا بھروسہ تمام و کمال نجات دہندہ کے حسن صواب پر قائم کرتا ہے۔

پس سچی مسیحیت کے سہ چہرے خصائص یہ قرار پاتے ہیں (۱) رُوحانی عبادت (۲) مسیح یسوع پر ایمان خاطرہ (۳) ذاتی راستبازی کا کامل انکار۔

اب اُن کا مقابلہ یہودیوں اور اسلامی تخصیص نشانوں سے کرو جن کا سارا انتظام نجات انسانی حسن اعمال پر ہے پس کیا یہ ہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہمارا پاک دین تمام مذاہب سے ایسا ہی جُدا گانہ ہے جیسا آسمان زمین سے۔ اب رسول خود اپنے جسمانی حقوق کو گنتا ہے جو جسم کے لحاظ سے اسکو حاصل ہیں لیکن وہ سب کو یکبارگی ترک کر دیتا ہے۔ (آیت ۷) سے جو مخالفان یہودیانہ پہلو سے اسکو حاصل تھے وہ ۷ قسم کے تھے۔

۴۔ گو میں تو جسم کا بھی بھروسہ کر سکتا ہوں اگر کسی اور کو جسم پر بھروسہ کرنے کا خیال ہو۔ تو میں اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہوں۔

گو میں تو جسم کا بھی بھروسہ کر سکتا ہوں۔ یہاں رسول تھوڑی دیر کے لئے بطور

ثبوت مہیا کو یہودیانہ فریق کے سرفہرست مقام پر قائم کرتا ہے تاکہ یہودیانہ فریق کو انکی غلطی سے قائل کرے۔ اور اسطرح کلام کرتا ہے گویا وہ خود انکی ہی جماعت میں سے ہے اُس کا مقصد یہ ہے کہ اُن کو اُن کی غلطی سے خبردار کرے۔ یہ لفظ بھروسہ عہد جدید میں مقدس پولس کی تحریرات سے مخصوص ہے۔ وہ اسکو مکرر ۲ قرنتھیوں ۱۱: ۱۸ و ۲۱ و ۲۲، ۱۲: ۱۱ و افسیوں ۲: ۱۲ میں استعمال کرتا ہے

اگر کسی کو جسم .... تو میں اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہوں یہودیانہ معیار کے لحاظ سے مقدس پولس ایک بے الزام شخص تھے بلحاظ قومیت اور پیدائش اور فرقہ کے وہ کسی یہودی اور فریسی سے بہتر تھے۔ لیکن وہ ان سارے لفظ فخر کو خداوند یسوع کے قدموں کے آگے خاک پر رکھ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کو بے سود و ہیچ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

۵۔ آٹھویں دن میرا ختنہ ہوا۔ اسرائیل کی قوم اور بنیامین کے قبیلے کا ہوں۔ عبرانیوں کا عبرانی۔ شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں۔

آٹھویں دن میرا ختنہ ہوا۔ عہد کے نشانوں میں یہ پہلا فخر تھا۔

پولس رسول کوئی غیر ولی شخص نہیں تھا۔ بلکہ بلحاظ ان فضائل کے جو عہد سے مخصوص تھے وہ یہودیوں کے دینی دائرہ میں تھا کیونکہ یہودی کی جتنی برکتیں تھیں وہ اسکا ورثہ تھیں۔

مزید براں اسمٰعیل کی اولاد کا ختنہ تیرھویں برس میں ہوتا تھا۔ اور نومرید بڑی عمر میں لیکن پولس کا ختنہ بچپن میں ہوا اسلئے کہ وہ عہد کا سچا فرزند تھا۔ اور خاندان و نسل ابراہیم کے بھی شایاں تھا۔ (پیدائش ۱۷: ۱۲) ایک پکے یہودی کیلئے یہ بات ایک حقیقی فخر کی تھی۔ جسکی وہ بڑی قدر کرتے اور شدت سے اسکے پابند تھے۔

اسرائیل کی قوم۔ یہ دوسرا فخر ہے اپنے قوم اور ذات کا فخر۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص سچ مچ مختون ہوتا اور تو بھی اُس کی حیثیت نومرید یا ایک نومرید

کی اولاد سے زیادہ نہ ہوتی۔ پولس کوئی خارجی یہودی نہ تھا بلکہ اُسکی ابتدائی اصل سے بلحاظ نسب اس کا تعلق تھا۔ اسکی رگوں میں غیر مخلوط یہودی خون جوش مارتا تھا۔ وہ اسرائیل کے حقیقی معنوں میں اس کا مدعی ہو سکتا تھا۔ اور اس لفظ کے ساتھ کیسا ہی اعزاز شامل تھا۔ اسرائیلی سب کے لئے کیا ہی معزز لقب تھا۔ وہ ایک ایسا اسم مطلق تھا جو انکی ساری عظمت و شان کو ظاہر کرتا تھا کہ ان میں کا ہر ایک شخص الٰہی قوم کا فرد تھا (مترجم) یہودیانہ فریق کی نظر میں اسرائیلی کا وہی مرتبہ سمجھا جاتا جیسا کہ مسیحی کلیسیا میں کسی برگزیدہ کا۔

بنیامین کے قبیلے۔ یہ تیسرا فخر ہے۔ یعنے خاندان اور نسل کا اعزاز۔ پولس بلحاظ قومیت نہ صرف اعلیٰ قوم اسرائیل سے تھا بلکہ بلحاظ خاندان بھی وہ اس قبیلہ میں سے تھا جو اُن میں اشرف سمجھا جاتا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ اسرائیلی ہوتا لیکن اسکی پیدائش کسی ادنیٰ مردود خاندان میں ہوتی ہو۔ لیکن پولس رسول کا یہ فخر تھا کہ میں اُس مشہور اور وفادار قبیلہ سے ہوں جسکا نام بنیامین ہے۔

بنیامین حضرت اسرائیل کی خاص منکوحہ بیوی کا لڑکا تھا۔ اور وہ لونڈیوں کی اولاد سے نہ تھا اور اسکو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ صرف وہی زمین موعود میں پیدا ہوا تھا (پیدائش ۳۵: ۱۷-۱۸) اور بنیامین کے ہر فرقہ کو یہ عزت بھی حاصل تھی کہ اس میں سے اسرائیل کا پہلا بادشاہ ساؤل جو پولس کا ہمنام تھا چنا گیا تھا اور اس فرقہ میں سے قوم کا مشہور اہود ایک قاضی اور مخلص پیدا ہوا تھا۔ (قضاة ۳: ۱۵) اور وہ یہ بھی فخر کر سکتے تھے کہ مردکی جس نے ساری قوم کو نابود ہونے سے بچایا تھا انہیں کے قبیلے سے تھا۔ (آستر ۲: ۵ و ۱۰: ۳) اور کیا صرف یہی قبیلہ نہ تھا جو بمقابلہ دوسرے قبائل کے اس بڑے خطرہ کے وقت داؤد کے خاندان کے ساتھ وفادار رہا؟ مزید براں یہ قبیلہ نہایت دلیر اور جری اور جنگجو بھی تھا (پیدائش ۴۹: ۲۷) اور اسرائیل کا نعرہ جنگ (جیسا کہ ثابت ہے) یہ تھا کہ اے بنیامین ہم تیرے پیچھے ہیں (قضاة ۵: ۱۴ و ہوسیع ۵: ۸) پس ظاہر ہے کہ پولس کا فخر بنیامینی ہونا بے وجہ نہ تھا۔

عبرانیوں کا عبرانی۔ یہ چوتھا فخر ہے اور اس میں حب الوطنی کی بو پائی جاتی ہے۔

ممکن تھا کہ ساؤل نسلی سچا اسرائیلی ہوتا شریف قبیلے سے بھی ہوتا۔ اور تو بھی وہ یونانی رسم و رواج کا پابند ہوتا۔ اور یونانی زبان اور ایک غیر قوم کے تمدن سے اثر پذیر ہوتا جیسا کہ

جلاوطنی کے بعد اکثر یہودیوں کا حال ہوگیا تھا لیکن اس لحاظ سے بھی اس پر کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا۔ وہ پکا عبرانیوں کا عبرانی تھا خواہ عہد جدید کی اصطلاح کے لحاظ سے یا عہد عتیق میں جو اس لفظ سے مراد ہے۔ اُس نے اپنی مادری زبان عبری اور رسوم و عادات کو چھوڑا تھا یا دوسرے لفظوں میں کہ اس کے رگ و ریشہ میں شدت سے حب الوطنی سرایت کئے ہوئے تھی۔

شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں۔ یہ پانچواں نفع ہے۔ ماسوا حقوق بالا کے اسکو یہ بھی فخر حاصل تھا کہ وہ پکا صحیح الاعتقاد تھا۔

شریعت کے اعتبار سے یعنے خواہ بحیثیت دستور العمل اور اصول اعمال کے لحاظ سے یا بحیثیت التوریت کے جو اعمال و رسومات کا ہدایت نامہ تھی وہ یہودیوں کے اس سخت پابند پکے متشرع فرقہ میں سے تھا جسکو فریسی کہتے ہیں۔ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے قوم و خاندان سے پیار ہو۔ اس میں حب الوطنی بھی ہو۔ لیکن تو بھی وہ عبادات و معاملات شریعت سے غافل ہو مگر ساؤل ترسیسی ایسا نہ تھا۔ وہ دینداروں میں پکا دیندار تھا فریسیوں پر یہ خوب صادق تھا کہ وہ یہودی مذہب کے آخری دور کے سرگرم پیرو تھے۔ وہ حدود شرعی کے سخت پابند اور رسومات کے علمبردار اس زمانہ کے پندشت تھے۔ اعمال کے فروعات و جزئیات کا نہایت احتیاط و محنت سے اُنہوں نے ایک دقیق و مکمل دستور العمل بنایا تھا۔ ساؤل ان تنگ و متشرع پکے دینداروں کے دائرہ میں ایک سر برآوردہ دیندار تھا (اعمال ۲۳: ۶ و ۲۶: ۵ و گلتیوں ۱: ۱۴)

۶۔ جوش کے اعتبار سے کلیسیا کا ستانے والا شریعت کی راستبازی کے اعتبار سے بے عیب تھا

جوش کے اعتبار سے کلیسیا کا ستانے والا۔ یہاں چھٹواں نفع مذکور ہے۔ رسول میں مذہبی جوش بھی تھا۔

وہ متعصب یہودیوں کا یہودی تھا جس میں اس درجہ مذہبی جوش تھا کہ وہ ان سب کو جو دوسرے مذہبوں اور فرقوں سے تعلق رکھتے ستانا باعث ثواب سمجھتا تھا۔ اپنے پہلے مذہب کی خاطر خوب اور سختی سے جدوجہد کی اور لڑا۔ یہ ممکن تھا کہ وہ باوجود اپنی خالص نسل اور حب الوطنی

اور پکی دینداری کے جوش مذہبی سے خالی نہ ہوتا مگر نہیں۔ وہ ان باتوں میں بھی بڑھا ہوا تھا۔ ساؤل ترسیسی ادھورا کام کرنا نہیں جانتا تھا۔ اس نے ان سب کی جنکو وہ یہودی مذہب کے خلاف سمجھتا تھا آگ و تلوار سے خبر لی تاکہ وہ سب یہودیوں کا ایک یہودی سمجھا جائے۔ اُس نے مذہبی جوش و غضب میں ذرا بھی اپنے مخالفین کی رعایت نہ کی۔

شریعت کی راستبازی کے اعتبار سے بے عیب تھا۔ یہ ساتواں نفع ہے یعنی وہ ذاتی راستبازی کا بھی مدعی ہے مطلب یہ کہ موسوی شریعت کے احکام کو باقاعدہ عمل میں لانے سے اس پر شرعی لحاظ سے کوئی الزام نہ تھا۔ اور اگر راستبازی شریعت کو پورا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہو۔ تو ساؤل ترسیسی اس لحاظ سے راستباز ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

یہودیوں کی نظر میں یہ بات انتہا کا ملیت تھی۔ گو اس میں بہ مسند جہ بالا اوصاف ہوتے باایں ہمہ اگر شریعت کی راستبازی اس میں نہ ہوتی تو وہ ان کے پہلو سے ناقص ٹھہر سکتا تھا مگر نہیں اُس نے سب کچھ پورا کیا۔ اور ایسی کسی بات کو نہ چھوڑا جو کتب یہود میں سب سے اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے لازم تھیں۔ ایسا کوئی شخص نہ تھا جو بال برابر بھی کوئی عیب اس میں انکی شریعت کی پابندی و سختی کے متعلق نکال سکتا۔ وہ یہودی تقدس کا ایک بہترین نمونہ تھا۔

بے عیب دیکھو حاشیہ ۱۵:۲۷۔ فریسی ساؤل اپنے ہم مذہبوں کی نظر میں بے عیب تھا یہودی قوم اور مذہب میں جو بہترین خوبیاں تھیں وہ ان کا مسلم نمونہ تھا۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بے باک یہودی بلا خوف و خطر ان سارے نفعوں کا مدعی ہے یعنے عہد کے رتبہ کا فخر، قومیت کا فخر، خاندان کا فخر، ملک کا فخر، دینداری کا فخر، دینی جوش کا فخر۔ اور ذاتی راستبازی کا فخر۔ یا دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان سب باتوں پر فخر کر سکتا تھا یعنی سکر مشی حالت (رسول ؛)۔

بے عیب حسب و نسب، خالص اور سادہ خاندانی روایات، اپنی قوم اور ملک کے لئے ایک قابل تعریف قدامت پسندی، پکے دینداروں کے خاص الخاص حلقہ میں اُس کا شمار ہونا، اپنے ایمان کے لئے ایک پر جوش سرگرمی رکھنا اور تمام شرعی جزئیات کی باضابطہ نگہداشت۔

پس یہاں ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو ہندوستان کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ ذات میں

پیدا ہوا - اور اس ذات کے سبب سے شریف خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ اپنے تمام آبائی طریقوں و رسومات کے ٹھیک طور پر پابند ہونے کے لحاظ سے بھی اس کا درجہ جماعت میں ایسا تھا کہ اس پر کسی طرح کی عیب جوئی نہ ہو سکتی تھی۔ اسکو اپنے ملک سے پرجوش محبت تھی۔ اور ہر قسم کی خارجی اشیاء سے نفرت۔ الغرض وہ ایسے ہندوستانیوں کا نمونہ تھا جو قدامت پسند اور پکے دیندار ہوتے ہیں۔ اپنے زمانہ کے سب سے پہلے متعصب پنڈتوں کے زمرہ میں شمار ہو سکتا تھا لیکن جب اس نے مسیح کے دعوے کو سنا اور اس کا مطلع ہوا تو پھر وہ ان فوائد کی کیا حقیقت سمجھتا؟ آیا وہ ان کو نہ چھوڑتا یا بعض کو چھوڑ دیتا۔ اور جتنے ممکن ہوتے انکو قائم رکھتا؟ اس کا جواب ہم اسی کے الفاظ میں پاتے ہیں۔

۷ - لیکن جتنی چیزیں میرے نفع کی تھیں انہیں کو میں نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھ لیا ہے۔

لیکن جتنی چیزیں میرے نفع کی تھیں۔ یہاں نفع بصورت جمع ہے آیات بالا میں ۔ جس طرح کہ ایک بخیل اپنے روپیوں کو گنتا ہے۔ اسی طرح رسول ایک ایک کرکے اپنے فائدوں کو گنتا ہے۔ ہر ایک نفع کی بات جس پر یہودیوں کا فخر تھا۔ وہ انکو سلسلہ وار پیش کرتا ہے یہاں تک کہ عبرانی ہونے سے وہ ان انعام و اوصاف سے متصف نظر آتا ہے۔ جو اسکی نظر میں تعلیم و کمال و دولت کا خزانہ تھے۔

نفع - اس لفظ کے لئے دیکھو حاشیہ باب ۱: ۲۱

انہیں کو میں نے نقصان سمجھ لیا ہے۔ ضمیر انہیں پر یونانی میں ایک خاص زور ہے۔

گویا وہ ان منافع پر اول خوب نظر کرتا ہے اور پھر اس کو خوشی سے ہمیشہ کے لئے ترک کر دیتا ہے۔

نقصان یونانی میں عمداً یہ لفظ سارے جملہ کے آخر میں رکھا گیا ہے تاکہ اس لفظ پر جو خاص زور ہے وہ دکھایا جائے گویا مصنف اپنے سارے منافع کو دکھا کے [illegible] جاتا ہے کہ ایک خاص ایسے موزون لفظ کو چنے جو اسکے خیال کو ظاہر کرے [illegible] ان منافع کے متعلق رکھتا تھا۔ اور اس نے لفظ نقصان سے بہتر کوئی لفظ نہ پایا جو اس کے خیال کو بارہ قدر و قیمت ان منافع کے عمدہ طور پر ظاہر کر سکتا۔

ہم اس نکتہ پر غور کریں کہ لفظ نفع بصورت جمع ہے۔ لیکن اس کے برعکس لفظ نقصان بصورت واحد یعنی وہ نقصانات نہیں کہتا۔ مقدس پولس ان ساری منفرد خوبیوں کو جنہیں وہ پہلے منافع خیال کرتا تھا۔ ایک واحد عنوان نقصان کے تحت لاکر ان کو جمع کر دیتا ہے۔ کیا ہی کلی تبدیلی اس شخص کی اخلاقی حالت میں ہوئی ہوگی۔ وہ ان معروضہ منافع کی فہرست پر جلی حرفوں میں لکھ دیتا ہے کہ میں ان سب کو نقصان سمجھتا ہوں۔ یہ لفظ نقصان سوائے اس اور مندرجہ ذیل آیات کے عہد جدید میں صرف اعمال ۲۷: ۱۰، ۲۱ میں پایا جاتا ہے۔ اور جس معنی میں وہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح وہ مال سے لدا ہوا جہاز جس میں پولس رسول روم کو جا رہا تھا تباہی سے نقصان ہوا اسی طرح رسول نے اپنی پرانی ذاتی راستبازی کو نقصان سمجھ لیا۔ کیا ہم ہندوستان میں رہتے ہیں اسبات کے لئے آمادہ ہیں کہ مثل اس رسول کے ان ساری چیزوں پر جنکو ہم گرانقدر سمجھتے ہیں مثلاً پیدائش کی عزت اور ذات پات کی فوقیت پر لکھ دیں کہ میں ان کو نقصان سمجھتا ہوں؟ جب مسیح اپنے کو ہم پر بطور سب میں سب کچھ کے ظاہر کرتا ہے تو کیا ہم کو لازم ہے کہ اپنے اپنے القاب و ذات کی رسومات پر فخر کریں؟

مسیح کی خاطر۔ مقدس پولس نے اسبات کو معلوم کیا کہ مصلوب یسوع ہی جلالی فتحمند اور سرفراز شدہ مسیح اور بادشاہوں کا شہنشاہ اور خداوندوں کا خداوند تھا۔ کون ہے جو اس اعلیٰ خزانہ کی خاطر اپنے حقیر ناچیز کان سے اور پیتل کے گھونگھے کو نہ چھوڑے؟ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ صرف مسیح ہی کا کامل تصور اور اسکی ذات اور کام اسکے دعووں اور تجلیات کا عرفان ہی وہ حقیقی ذریعہ ہے جس سے ہم کو ایسے دنیاوی قلیل منافع اور دنیا کے مسلم مدارج کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پس اگر ہم اس پر نظر کریں تو اسکے جلال کی روشنی میں ہمارا سب کچھ دھندلا اور ہیچ معلوم ہوگا۔

۸- بلکہ مَیں اپنے خداوند مسیح یسوع کی پہچان کی بڑی خوبی کے سبب سب چیزوں کو نقصان سمجھتا ہوں جسکی خاطر میں نے ساری چیزوں کا نقصان اٹھایا۔ اور اُن کو کوڑا سمجھتا ہوں تاکہ مسیح کو حاصل کروں ۔

بلکہ . . . . . . سب چیزوں کو نقصان سمجھتا ہوں۔ کیا پولس رسول اپنے پہلے پسند پر افسوس کرتا ہے؟ یہ آیت اس کا جواب ہے۔ وہ فی الفور اپنے گذشتہ فیصلہ کی تصدیق کرتا اور اسکو وسعت دیتا ہے۔

سب چیزوں کو (مع ویسے اسوا اُن کے جن کا آیت ۷ میں ذکر ہوا ہے) بخلاف اسکے کہ وہ اپنے اس انتخاب پر جو وہ کر چکا تھا افسوس کرے۔ وہ اس سے اور زیادہ آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے بجز مسیح کے (جو سب سے اعلیٰ شے ہے) کامل قبضہ پانے کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر تیار ہوں۔ مسیح کے مقابل ترازو میں دوسری طرف سب کچھ ہیچ ہے۔ مسیح کے بے حد جلال کے مقابلہ میں خواہ شہرت ہو یا ذہن و ذکا کی خوبی یا اسکے مشرقی مناصب، وہ سب نقصان سمجھتا ہے۔ ہمکو حساب لگاتے وقت یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ ہم کتنے کم مقدار ہم مسیح کی خاطر چھوڑ سکتے ہیں بلکہ یہ کوشش کرنا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ کس قدر ہم اسکی خاطر چھوڑ سکتے ہیں۔

خداوند یسوع مسیح کی پہچان کی بڑی خوبی کے سبب ۔ اس کا ترجمہ دو طور سے ہو سکتا ہے

اوّلاً جیسا کہ متن میں ہے اور

ثانیاً مسیح یسوع کی بڑی خوبی کی وجہ سے . . . . . . اوّل کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس عرفان کے حاصل کرنے کی غرض سے سب کچھ نقصان سمجھتا ہے۔ اور دوسری یہ مراد ہو سکتی ہے کہ مسیح کا عرفان سراسر ایسا اعلیٰ ہے کہ تمام دوسری چیزیں جن کی خواہش کی جا سکتی ہے اسکے مقابلہ میں حقیر و ناچیز ہیں۔

الحاصل اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولس مسیح سے ذاتی شناسائی و نیز اسکی بھرپوری کو واقعتاً بذریعہ ایمان حاصل کرنے کے۔ یہ حد اعلیٰ خیال میں ہیں ملحوظ یہ ساری دوسری چیزوں کو گویا نقصان تصور کرتا ہے مسیح کی پہچان کا مفہوم اس لفظ کے ٹھیک معنی کے لحاظ سے یہ ہے کہ اُس سے حظ روحانی حاصل کیا جائے۔

بڑی خوبی ۔ صورت فعل میں یہ لفظ باب ۴: ۷ میں آتا ہے جہاں یہ الفاظ ہیں "سمجھ سے بالکل باہر ہے"۔

اپنے خداوند مسیح ۔ چونکہ اُس کا عرفان ایک عمدہ و اعلیٰ شے ہے۔ اسلئے یہاں عمداً خداوند کا پورا القاب استعمال کیا گیا ہے۔ رسول با ادب اپنے خداوند پر اپنی ذاتی حقیقت ظاہر کرتا ہے اُس نے درحقیقت ساری چیزوں کو نقصان سمجھا لیکن اسکے ہاتھ خالی نہ تھے بلکہ اُس نے مسیح کو گویا بطور اپنی ذاتی ملکیت کے حاصل کیا۔

رسول کے اپنے ربانی آقا سے جو تعلقات ہیں اسکے لئے حاشیہ باب ۱: ۲۱ و ۳ دیکھو

جسکی خاطر ۔ چونکہ حرف خبر وہی ہے جو ماقبل جملوں میں آتا ہے۔ یعنی مسیح کی خاطر۔ بڑی خوبی کے سبب، اسلئے اسکے وہی دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں۔

مَیں نے ساری چیزوں کا نقصان اٹھایا ۔ اس میں رسول کے ان خطرات کی طرف اشارہ ہے۔ جو اسکے دل کی تبدیلی کے وقت متصور تھے جب اُس نے ایک نیا عزم اختیار کیا اور نئی زندگی کے جہاز میں اُس نے اپنا سفر شروع کیا۔ اس سے اسکو پرانے دوستوں کی نظروں میں مرتد اور مجلس علمائی یہود سے خارج ہونا پڑا۔ فعل "نقصان اٹھایا" اس مقام پر بصورت مجہول مستعمل ہوا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ جسطرح اُس نے مسیح کی خاطر سب چیزوں کو نقصان سمجھا اسی طرح اسکو اس کی وجہ سے تحقیر و مخالفت کے نقصانات محسوس کرنا پڑے۔ یوں بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ مجھے اپنا سب کچھ بطور تاوان بھگتنا پڑا۔

یہ بیان کہ اس نے سب کچھ نقصان سمجھا۔ محض بیانی فصاحت نہ سمجھنا چاہئے بلکہ رسول کو اپنے تجربے میں اپنے اس انتخاب کا پورا خمیازہ اٹھانا پڑا۔

اور انکو کوڑا سمجھتا ہوں ۔ کوڑا، یہ لفظ عہد جدید میں اور کہیں نہیں ملتا اسکے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) فضلہ یا آخور یعنی بچا کھچا کھانا یا دسترخوان پر کا بچا کھچا کھانا جو پھینک دیا جاتا ہے یہ ترجمہ عام یونانی لوگوں کی رائے کے موافق ہے جو ایک مرکب الفاظ سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں کسی چیز کا کتوں کو ڈالدینا۔ رسول مسیح کی خاطر اپنے تمام ادعاء فاخرہ کو بطور فضلہ یا آخور کے کتوں کے سامنے ڈالنے پر آمادہ تھا۔

کیا اس مقام سے یہودیانہ فریق کی بابت ایک قسم کا اشارہ نہیں لیا جاسکتا ہے جو آیت ۲ میں کتوں سے مسلے کئے گئے ہیں؟

(۲) میل۔ یہ لفظ جو بدن سے نکلتا ہے۔ غالباً یہ صحیح اشتقاق اس لفظ کا ہے لیکن دونوں معنے جائز ہیں۔

مشکل سے کوئی استعارہ اس سے بہتر بلسکتا تھا جو مقدس پولس کے اس خیال کو زیادہ خوبی سے ادا کرسکتا کہ کسطرح اُس نے اپنی ذات و قوم کے فخر اور ذاتی راستبازی کو بالکلیہ ترک کردیا

تاکہ مسیح کو حاصل کروں۔ یہ فعل تجارت کے اصطلاح سے علاقہ رکھتا ہے۔ جو اپنے حقوق و فوائد شخصی کا ترک مسیح کی خاطر باعث نقصان نہیں سمجھتا۔ بلکہ اُسکو بہت بڑے نفع کا ذریعہ خیال کرتا ہے کیونکہ اُسکا انتخاب بیحد منافع پر منتج ہوتا ہے۔ مسیح ایسا بڑا نفع تھا کہ جس کے سامنے اُسکے سارے شخصی فوائد جنکو کبھی وہ بہت ہی عزیز رکھتا تھا ہیچ و بے قیمت ہو جاتے ہیں۔ مسیح میں تمام علم و حکمت کا خزانہ اور فضل اور جلال کی ساری بیش بہا نعمتیں موجود ہیں۔ اگر ہمیں سرچشمہ برکات پر کا قبضہ ہو تو ہم ساری برکتوں کے مالک ہو سکتے ہیں۔

لفظ نفع مقامات ذیل میں پایا جاتا ہے متی ۱۶: ۲۶ و ۱۸: ۱۵ و ۲۵: ۱۶-۱۷-۲۰-۲۲ اعمال ۲۷: ۲۱ و ۱ قرنتھ ۹: ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲ یعقوب ۴: ۱۳ و ۱ پطرس ۳: ۱۔ ان مقامات کا مطالعہ اور اُن کی تقسیم نہایت سود مند ہوگی۔

حاصل کروں۔ آیات بالا کے مطالعہ سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ مقدس رسول اپنے تبدیل قلب و ایمان لانے کے نازک وقت کو پیش نظر رکھکر گویا کہہ رہا ہے کہ میں نے سب چیزوں کو نقصان سمجھا تاکہ مسیح کو بطور نفع کے پاؤں۔ اسکے ساتھ ہی وہ ذرا توقف کر کے بطور جملہ معترضہ کے کہتا ہے۔ اور میں انکو اب بھی کوڑا سمجھتا ہوں مقابلہ کرو متی ۱۹: ۱۴ و ۱ تھسلنیکیوں ۱: ۵ و

یوحنا ۳: ۸ جہاں اسی قسم کی ترکیب عبارت ہے۔

۹- اور اُس میں پایا جاؤں۔ نہ اپنی اُس راستبازی کے ساتھ جو شریعت کی طرف سے ہے بلکہ اُس راستبازی کے ساتھ جو مسیح پر ایمان لانے کے سبب سے ہے اور خدا کی طرف سے ایمان پر ملتی ہے۔

اور اُس میں پایا جاؤں۔ مجھے ہر وقت خواہ اس زندگی میں یا اس کے بعد ہمیشہ کے لئے۔

اس میں۔ جسطرح کہ شاخیں درخت کے تنہ (یوحنا ۱۵: ۱-۸) یا جسطرح کہ اعضا جسمانی سر کے ساتھ متحد ہوتے ہیں (۱ قرنتھ ۱۲: ۱۲) اسی طرح کہ گویا وہ ہماری زندگی کے منبع اور ہماری ہستی اور افعال اور اعمال کا دائرہ ہے۔

نہ اپنی اُس راستبازی کے ساتھ۔ پولوسی تصنیفات میں لفظ راستبازی ایک خاص خیال پر دلالت کرتا ہے اور اُس سے مراد وہ مسئلہ ہے جو ایمان سے راستی کے نام سے موسوم ہے۔ بہت سے مقامات میں وہ شریعت الٰہی کی نظر میں بطور مقبولیت کے واجب الاجر استحقاق کے استعمال ہوا ہے (رومیوں ۳: ۲۱-۲۶ و ۴: ۳-۵-۶-۹-۱۱-۱۳ و ۵: ۱۷-۱۹ و ۱۰: ۳-۱۰ وغیرہ)

اس مقام پر پولس اپنے سارے خیالوں کو رد کرتا ہے کہ جن سے اسکی مقبولیت کی بنیاد اس کے ذاتی حسنات یا اعمال ہوتے۔ اسکی ذاتی راستبازی معدوم ہے۔ اور نہ اسمیں بالذات کوئی ایسی خوبی ہے۔ جو بنظر خدائے قدوس باعث خوشنودی و رضامندی ہو۔ مقبولیت کی کوئی بنیاد سوائے یسوع مسیح کے نہیں ہے۔

ایسے ملک میں جہاں غیر مسیحی مذاہب کی بنیاد نجات بالکلیہ انسانی حسن اعمال پر مبنی ہو اس تعلیم کو شدت سے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

جو شریعت کی طرف سے ہے۔ اسکے دو معنے ہو سکتے ہیں۔

(۱) موسوی شریعت من حیث القانون۔ جسکا پورے طور پر یعنے معہ اسکے سارے فروعات کے بجالانا خدا کی نظر میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ضرور تھا۔ فریسیوں کا خیال دربارہ حصول راستبازی اس شریعت پر مبنی تھا۔ مگر وہ مبتذل طور سے اس میں ناکامیاب ٹھہرے۔

(۲) شریعت عمومیہ۔ یعنے وہ عالمگیر شریعت الٰہی جس کا وجود ہر قوم اور ہر زبان میں بالعموم پایا جاتا ہے۔ اور جسکے ساتھ یہ سخت وعدہ ہے۔ اس کو پورا کر اور تو جیئے گا۔ پس اس لحاظ سے راستبازی اس شریعت عمومی کی کامل اطاعت پر مبنی ہے جسکے عہد کی شہادت سارے انسانی قلوب اور اقوام میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کی بجا آوری خدا سے مقبولیت پانے کا ذریعہ ہے۔

مراد ثانی کی تصدیق مقامات ذیل سے ہوتی ہے۔ روم ۲: ۱۳-۳۱، گلتیوں ۳: ۲-۴ وغیرہ ان مقامات میں لفظ شریعت بغیر حرف تعریف کے مستعمل ہوا ہے۔

دوسری شرح پہلی شرح کو گویا وسعت دیتی ہے لیکن دونوں شرح صحیح ہیں۔ مسیح سے علیحدہ جو راستبازی کا دعویٰ ہے وہ شریعت اور اسکے اصول و فرائض کی ذاتی متابعت پر مبنی ہے۔ خواہ شریعت کتاب کی صورت میں ہو یا بلا تحریر جس کو انسان اپنی ہی عقل سے معلوم کرکے اپنی ہی قوت سے پورا کرنے کی کوشش کرے۔

رسول اس قسم کی ہر طرح کی راستبازی کی زور سے تردید کرتا ہے۔ زندہ خدا کی پُر جلال پاکیزگی کی روشنی میں اسکو نظر آتا ہے کہ انسان کا ذاتی یا کسی طور پر حصول راستبازی کا دعویٰ کرنا بالکل ہیچ و فضول ہے۔

بلکہ اس راستبازی کیساتھ جو مسیح پر ایمان لانے کے سبب سے ہے۔ یہاں صاف طور سے دکھایا جاتا ہے کہ ہمارے ایمان کا موضوع اور خدا کی نظر میں مقبولیت کا سبب مسیح ہے اور ایمان وہ ذریعہ ہے جس سے ہم اسکے حسن ثواب کو حاصل کرتے اور اس پر تصرف پاتے ہیں۔

مسیحی ایماندار کی راستبازی کا دار و مدار بالکلیہ مسیح ہی کی ذات اور کام پر ہے اور یہ راستبازی

اس کی گرانقدر اور بالعوض موت کے حسن ثواب کو ایمان کے ذریعہ سے حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ مقابلہ کرو روم ۳: ۲۱-۲۸ و ۵: ۱-۲، ۵: ۱۰-۱۱، گلتیوں ۲: ۱۶ و ۳: ۱۱، ۲۱-۲۴، افسیوں ۱: ۷ و ۲: ۸-۹، فلسیوں ۱: ۲۰-۲۲ وغیرہ۔ مسیح کی کامل راستبازی اس شخص پر محمول ہو جاتی ہے جو اپنی ذاتی کوششوں سے خدا کی نظر میں مقبولیت نہ حاصل کر سکنے کی ناامیدی میں بے تکلف اپنے کو خداوند کے عمل کفارہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس عمل کفارہ کے وسیلے سے وہ مقبولیت و معافی حاصل کرتا اور راستباز شمار ہوتا ہے۔ اور اس معافی اور مقبولیت کے ساتھ ہی تقدیس کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس میں مسیح کی راستبازی اور اسکے خصائل حسنہ کی پاکیزگی۔ ایماندار کو روح القدس کی قوت اور عمل سے حاصل ہوتی جاتی ہے۔ "ایمان" اس کی بہترین تعریف "ذاتی بھروسہ" ہے۔ اور وہ خدا کے کلام اور مسیح کی نجات کے کام پر پورا بھروسہ کرنے کا اظہار ہے شخصی بھروسہ ایک شخصی نتیجہ ہے۔ ایمان کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اپنی ذاتی طاقت دربارہ حصول نجات کو بالائے طاق رکھ کے صرف اور تمام و کمال خدا پر بھروسہ کرنا اور دوسرا یہ کہ ایمان ایک ہاتھ ہے۔ جسکے ذریعہ سے ہم آسمانی بخششوں کو قبول کرتے ہیں۔

بلکہ اس راستبازی کیساتھ جو خدا کی طرف سے ہے۔ یہاں اس تفریق پر غور کیجئے۔ جو مابین پہلے اور اس جملے کے ہے۔ مسیحی کی راستبازی شریعت کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ باپ کی تمام محبت جو وہ بیٹے سے بلا ہماری لیاقت کے رکھتا ہے۔ اس راستبازی کی ابتدائی علت ہے۔ اسی طرح بیٹے کا منجیانہ کام یعنی عمل فدیہ اس کا سبب وساطتی ہے پس راستبازی ایک شے خدا کی طرف سے اور خدا اسکے وسیلے سے اور خدا ہی میں ہے اور انسانی حسن عمل کا اس پر اتکا نہیں۔ اور چونکہ یہ راستبازی ربانی ہے۔ اسلئے وہ کامل ہے بے عیب ہے اور بھروسہ کے لائق ہے۔

ایمان سے ملتی ہے (مقابلہ کرو اعمال ۱۳: ۱۶)

اس آیت میں جو ایمان کا دوبارہ ذکر ہے۔ تو اس میں دو معنے مقتضی ہیں۔ اول یہ کہ ہماری مقبولیت خدا کے سامنے ہمارے ایمان پر مشروط ہے اور ثانیاً بذریعہ قبول کرنے والے فعل ایمان کے خدا راستبازی کی اس بڑی بخشش کو ایک صادق ایماندار کو اس طور پر عطا کرتا ہے کہ گویا وہ

اسکو اسکے ہاتھ میں دیتا ہے۔ وہ ہاتھ ایمان ہے مگر شرط یہ ہے کہ خدا کی دعوت کی اطاعت پر ایماندار اپنے ہاتھ کو خوشی کے ساتھ اسکے سامنے اس بخشش کے قبول کرنے کے لئے پھیلائے۔

۱۰- اور میں اُسکو اور اس کے جی اُٹھنے کی قدرت کو اور اُس کے ساتھ دکھوں میں شریک ہونے کو معلوم کروں۔ اور اُس کی موت سے مشابہت پیدا کروں۔

اور میں اُسکو .... معلوم کروں۔ یہ آیت سچیال بشپ مول تقدیس سے بحث کرتی ہے جسطرح کہ آیت ۸ کرتی ہے۔ اس آیت میں پھر وہی خیال جو آیت ۸ میں نظر آتا ہے یعنے اپنے خداوند مسیح یسوع کی پہچان کی بڑی خوبی کے سبب۔

وہ عظیم غایت جو مقدس پولس کے مدنظر تھی جس کے لئے اُس نے اپنی ہر طرح کی ذاتی راستبازی سے انکار کیا۔ اور خدا کی منکشف راستبازی کو قبول کیا۔

مسیح کو وہ روحانی علم اور قوت تھی جو انسان کو مثل مسیح کے بنا کر اسکو انسان کو پاک کرتی اور جلال بخشتی ہے۔

جس لفظ کا ترجمہ معلوم کرنا ہوا ہے اُس کا تعلق علم مدرکہ سے ہے۔ یہ کہ احساس جبلی سے۔ اس میں محسوس کرنے یا اخذ کرنے کا خیال ہے۔

اسکو معلوم کروں۔ یہ جملہ بذاتہ سچے مذہب کا خلاصہ ہے۔ تمام حقیقی مسیحی تجربہ مسیح کے گیان اور اسکے بے حد خزانہ سے مستفیض ہونے پر مشتمل ہے (مقابلہ کرو یوحنا ۱۷: ۳ اور ناقص فعل مضارع) کے لئے مقابلہ کرو اعمال ۲۲: ۱۴ - ۱ قرنتہ ۲: ۱۴ و افسیوں ۳: ۱۹ جہاں اس قسم کا فعل مضارع استعمال ہوا ہے۔ اس فعل میں اسبات کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ ہم مسیح کا ایسا گیان جو ہمیں پہلے کبھی نہ حاصل ہوا ہو کسی خاص بات کے فیصلہ کے نازک موقع پر حاصل کر سکتے ہیں۔ جسکے بعد اسکا علم پھر روز افزوں ترقی پاتا جائے گا۔ اور چونکہ اسکی محبت اور

فضل اور قدرت دائماً ہمارے پورے فہم و ادراک سے اور نیز ہمارے اعلےٰ سے اعلےٰ تجربہ سے فوق ہیں۔ اسلئے مسیحی کے ایمان کی زندگی گویا ایک طویل سلسلہ نئے نئے اور زیادہ صاف صاف طور پر، تا مسیح کی بھرپوری سے گہری واقفیت حاصل کرنے اور اُسکو جاننے کا ہے کہ وہ کیا ہے جو روح اس پر بھروسہ کرتی ہے۔ اُسکے لئے وہ کیا کر سکتا ہے پس ہمارا تجربہ اسکی بابت جسقدر وقتاً فوقتاً اور جیوں جیوں کہ ہم مسیح کی بے قیاس دولت کو زیادہ جانتے جاتے ہیں متواتر اور ناگہاں تعجب آمیز خوشی ہونا چاہئے۔ وہ شخص جو اسطرح پر خداوند کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی مثال اس کوہستانی مسافر سے دی جا سکتی ہے جو اپنے سفر میں جیوں جیوں کہ وہ اوپر چڑھتا جاتا ہے اور پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی چوٹی طے کرتا ہے۔ ایک نیا پُر شان اور زیادہ منظر اسکے پیش نظر آتا ہے جسکو دیکھکر وہ نئی فرحت حاصل کرتا ہے۔

لحاظ رہے کہ یہ علم کسی صوفی کا ویدانتی علم نہیں جسکا وجود خارج میں ہوتا اور نہ بے جسد فلسفہ کے سرد اور خیالی گیان سے اسکو کوئی نسبت ہے۔ بلکہ یہ ایک شخصی تجربی کا ذرہ محرک اور مقدس علم ہے۔ جو ہمارے ہر ایک عمل کی کایا پلٹ کر دیتا اور ہمارے خصائص کو اپنی مانند بنا دیتا ہے اُس کا جو اثر مقدس پولس کی زندگی پر ہوا اُس کا پُر زور بیان ذیل کی آیتوں میں پایا جاتا ہے ہم ہندوستانی مسیحی اس بات کے محسوس کرنے کی کوشش کریں کہ سچا دین محض مسیحی عقائد کا تسلیم کر لینا نہیں بلکہ مسیح کو اس طور سے پہچاننا ہے کہ اس کا عرفان ہم کو پاک بنائے۔

اور اسکے جی اُٹھنے کی قدرت کو۔ ایماندار کے لئے یہ الفاظ کیا ہی بامعنے ہیں! مسیح کی قیامت ہمارے لئے زندگی ہے (یوحنا ۱۴: ۱۹) اور اطمینان ہے (یوحنا ۲۰: ۱۹، ۲۱) اور امید (۱ پطرس ۱: ۳) اور پاکیزگی (رومیوں ۶: ۴ - ۱۴) دوسرے الفاظ میں مسیح کی قیامت ہمارے لئے؛

(۱)- ہماری راستبازی کی شہادت ہے رومیوں ۴: ۲۴ و ۲۵ و ۱ قرنتہ ۱۵: ۱۴ - ۱۸

(۲) ہمارے جلال پانے کا یقین واثق ۱ قرنتہ ۱۵: ۲۰ - ۲۳ فلپیوں ۳: ۲۰ - ۲۱ و تھسلونیکیوں ۴: ۱۴ - ۱۸

(۳)- ہماری تقدیس کی ضمانت ہے رومیوں ۵: ۱۰ و ۶: ۴ - ۱۱ و ۲ قرنتہ ۴: ۱۰ - ۱۱ افسیوں

۷-۵:۱۲ و فلسیوں ۲:۱۳-۴ وغیرہ۔

(۴) ہماری خدمت کی قدرت کی ذمہ داری ہے یوحنا ۹:۴-۲۰:۲۲-۲۱۔ اعمال ۱:۸ و ۲۶:۱۸-۲۳ وغیرہ

بالخصوص ان خطوط کی تعلیمات کا جو رومیوں بحالت قید اول لکھے گئے ہیں مسیح کی قیامت کی صداقت پر خاص زور ہے۔ اس لئے کہ اس تعلیم سے پاکیزگی کے لئے طاقت اور خدمت کے لئے قوت حاصل ہوتی ہے۔

اُس کے جی اٹھنے کی قدرت موت، گناہ، دنیا، جسم اور شیطان پر باعث غلبہ ہے اور اس سے ہر طرف فتح حاصل ہوتی ہے۔

یہی وہ قوت تھی جس کے سامنے سے مشکلات کے پتھر ہٹ گئے (مرقس ۱۶:۴) مقفل دروازے کھل گئے (یوحنا ۲۰:۱۹) بے ایمانی کافور ہو گئی (یوحنا ۲۰:۲۴-۲۸) ساری دنیا زیر و زبر ہو گئی (اعمال ۱۷:۶ و ۲۳) ایماندار کی زندگی میں اس قوت کے عجائبات کی کوئی حد نہیں (افسیوں ۱:۱۹-۲۳) اس کے جی اٹھنے کی قدرت آزمائشوں، امتحانوں اور مصیبتوں کی طلسم کشا ہے۔

ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہمارا ملک ہے جہاں کا عام مذہب خاص کر ایسے دیوتاؤں کی پرستش ہے جو مردہ انسان ہیں مگر اُن کو دیوتا بنا لیا گیا ہے۔ جہاں سمجھدار لوگوں کا مذہب ہمہ اوستی کی طرف پایا جاتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ موت سے جی اٹھنے کی خوشخبری کی ہر روز کامل یقین کے ساتھ منادی کی جائے اور اپنی منادی اور نمونہ سے اس بات کو دکھایا جائے کہ مسیح آج زندہ ہے اور ہم اُس سے لحظہ بہ لحظہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی قدرت حاصل کرتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ دکھوں میں شریک ہونے کو۔ مقابلہ کرو ۲ کرنتھیوں ۱:۵-۷۔ کلسیوں ۱:۲۴ ۱-پطرس ۴:۱۳ مسیح کے دکھوں میں شراکت کا مطلب اسی طرح اُس کی خاطر صلیب اٹھانا ہے جس طرح کہ اس کی خاطر لعن طعن اٹھانا (عبرانیوں ۱۳:۱۳) یہ شراکت اُس کے نقش قدم پر روزانہ چلنا ہے جس نے نہایت سخت روحانی اور جسمانی درد کے ساتھ گنہگاروں کی طرف سے شرمندگی کی پرواہ نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا (عبرانیوں ۱۲:۲-۳)۔

مقامات ذیل کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ عہد جدید میں لفظ صلیب کے تمام معنے

(جہاں تک کہ اس کا تعلق کسی مسیحی کے صلیب اٹھانے سے ہے) وہ شرمندگی اور دکھ ہیں جو مسیحی کو مسیح اور انجیل کے لئے اٹھانا پڑتے ہیں متی ۱۰:۳۴-۳۸ لوقا ۹:۲۲-۲۳ ۱۴:۲۶-۲۷ گلتیوں ۵:۱۱ و ۶:۱۲، ۱۴ عبرانیوں ۱۲:۲ و ۱۳:۱۳ (کا مقابلہ کرو اعمال ۵:۴۱ و ۱-کرنتھیوں ۴:۱۳ وغیرہ سے)۔

اس معنے کی عمدہ مثال مقدس پطرس کے پہلے خط میں ملتی ہے۔ جہاں انہوں نے لفظ دکھ کو استعمال کیا ہے۔ اس مقام سے ہم کو بلا کسی شک و شبہ کے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی کے صلیبی دکھ وہ ہیں جو اس پر بسبب اُس کی تمام و کمال اور صادق اطاعت کے جو وہ مسیح اور اس کے کلام سے اور بلا لحاظ اہل دنیا کے خیالات و اعتبارات کے رکھتا ہے واقع ہوتے ہیں پس اس لحاظ سے ہم حسب ذیل طور پر دکھ سہتے ہیں۔

(۱) خدا کے خیال سے بے انصافی کے باعث ۱-پطرس ۲:۱۹-۲۰

(۲) راستبازی کی خاطر ۱-پطرس ۳:۱۴

(۳) نیکی کرنے کے سبب ۱-پطرس ۳:۱۷

(۴) مسیح کے نام کے سبب ۱-پطرس ۴:۱۳-۱۵

(۵) خدا کی مرضی کے موافق ۱-پطرس ۴:۱۹ (مقابلہ کرو حاشیہ باب ۱:۲۹)

پس معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے دکھوں میں شراکت اس بات کی متضمن ہے کہ ہم اس کے ساتھ ایک ہو کر اس کی مخالفتوں و تحقیر کے گہرے طور پر ہم تجربہ ہوں۔ کیونکہ اس خراب زمانہ میں جو شخص دینداری کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ اُس کے لئے ان کا سہنا لازمی ہے۔

اس مقام پر بشپ لائٹ فٹ کی شرح قابل اقتباس ہے۔ "مسیح کے دکھوں میں شراکت گو کہ تو اس کی قیامت کی قدرت کے بعد شروع ہوتی ہے اور کچھ اس سے پہلے" بعد میں تو بطور عملی نتیجہ کے زندگی پر اس کا احساس ہوتا ہے پہلے ہوتی ہیں اس لئے تاکہ اس سے اس قدرت کی پورے اور قطعی طور پر قدر ہو۔

تجربہ تمام صحیح ہے (مجازاً) ہم مرتے ہیں تاکہ جئیں اور جیتے ہیں۔ تاکہ مریں۔

اور اس کی موت سے مشابہت پیدا کروں۔ بشپ مول فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے گویا مرتے ہوئے خداوند کی مرضی کے ساتھ روحانی مطابقت کا خیال متصور ہے

مقابلہ کرو ۲ قرنتھ ۴: ۱۰

جس حال کہ ہم مسیح کے بالعوضانہ دکھوں میں جو اُس نے بطور کفارہ ہمارے گناہ کیلئے اُٹھائے شراکت نہیں رکھ سکتے۔ تاہم اسکی گرانقدر موت کے معنے و نتیجہ میں ہمارا ایک حقیقی نفع اور حصہ ہے کیونکہ ہم اسکے ساتھ مصلوب ہوئے (گلتیوں ۲: ۲۰ و ۵: ۲۴ و ۶: ۱۴) ہم اسکے ساتھ مر بھی گئے (روم ۶: ۸ و کلسیوں ۲: ۲۰) اور ہم اسکو ایمان سے اپنے تجربہ میں محسوس کر سکتے ہیں اسلئے کہ خدا نے اس واقعہ اور مسئلہ کی تصدیق کر دی ہے یہ تجربہ ہم کو شمعی میں لے جاتا ہے تا ہم اپنی مرضی سے انکار کریں خواہ وہ کیسا ہی دردناک امر ہو۔ یہ تجربہ ہم کو اس سے آگے کیلوری پر پہنچاتا ہے کہ اپنے عزیز خود و خودی کی موت میں جسم اور دنیا کے لحاظ سے اپنے کو مُردہ شمار کریں۔ مزید براں یہ تجربہ ہم کو روز بروز وہ حالت قبول کرنے کے لئے تیار کرتا ہے۔ جس کا نمونہ اطاعت مسیح کی موت میں ظاہر ہوا۔ یعنی راضی برضائے مولا ہو کر سر تسلیم خم کر دینا اور ہر ایسی شے سے جو خدا کے ناپسند ہے۔ اُس سے کنارہ کشی کرنا۔

فعل مشابہت پیدا کرنا لفظاً (مارفی) کی ایک مرکب صورت ہے جو ۲: ۶ میں مستعمل ہوا ہے۔ اور بصورت فعل یہ لفظ یہیں آتا ہے۔ اور بصورت صفت روم ۸: ۲۹ و فلپیوں ۳: ۲۱ میں۔ ایک ایسے غیر معمولی لفظ کا دو بار ایک ہی باب میں آنا قابل لحاظ امر ہے یعنی آیت ۱۰ میں موت سے مشابہت پیدا کروں۔ آیت ۲۱ میں اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائیگا۔ مسیحی میں غرور اور دنیا داری کا ہونا۔ مسیح کی موت سے مشابہت پیدا کرنے کا تضاد ہے۔

۱۱- تاکہ کسی طرح مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے درجے تک پہنچوں۔

ان الفاظ سے آخری و قطعی نتیجہ میں ذرا بھی غیر یقینی لازم نہیں آتا۔ (روم ۶: ۵ و ۸: ۳۱-۳۹ و ۲ تیمتھیس ۱: ۱۲ و ۴: ۶-۸ وغیرہ)

جسطرح ۲ متوازی خطوط ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اسی طرح یہ دونوں خیال یعنے خدا کا فضل درباره ایماندار کی بقاء و محفوظیت اور مسیحی کا فرض دائمی کوشش و جانفشانی کے متعلق

عہد جدید میں ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں مسئلوں کا توازن قائم رکھنا ضرور ہے گویا بادی النظر میں یہ دونوں یعنے خدا کا شاہانہ فضل ایک طرف اور انسان کی مرضی و فرض دوسری طرف دو جداگانہ اور دُور دُور پہاڑ کی چوٹیاں معلوم ہوتی ہیں لیکن ایک دن ہم پر یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ان دونوں کی بنیاد ایک ازلی و ابدی چٹان پر ہے۔ چونکہ یہ آخری جلال مسیحی کے لئے ایک مستقبل شے ہے اسلئے وہ جائز طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں اب تک اس پر حقیقی قبضہ نہیں کر بیٹھا، اُس سے متمتع ہو سکوں۔ تاہم وہ اپنی روح کے اندر خدا کے کلام کی شہادت کی بنا پر کسی طرح کا شک نہیں رکھتا کہ میرا حق اسکے متعلق جائز طور پر محفوظ ہے اور میرا حصہ اس میں خوب تیقن ہو چکا ہے۔ (دیکھو یوحنا ۱۰: ۲۸-۲۹ و ۱ پطرس ۱: ۴-۵ و ۱ یوحنا ۳: ۱ و آیت ۲۰-۲۱ وغیرہ) اُمید کے مدھم لہجے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس سے کسی طرح اُس پُر سرور اور یقینی اعتقاد میں ناموافقت منصور ہے

مُردوں میں سے جی اُٹھنے۔ اس قسم کا جملہ (لوقا ۲۰: ۳۵ و اعمال ۴: ۲ و ۱ پطرس ۱: ۳) میں پایا جاتا ہے۔

کتاب مقدس میں ان دونوں قیامتوں یعنے عدالت کے دن کے لئے قیامت عام (اور حیات جاودانی اور جلال کے لئے مقدسوں کی قیامت) ... واضح ہیں۔ ایک امتیاز دکھایا گیا ہے (دیکھو دانیل ۱۲: ۲ و یوحنا ۵: ۲۹ و اعمال ۲۴: ۱۵ و مکاشفہ ۲۰: ۴-۶ و ۱۳-۱۵) مقدسوں کی قیامت، عام لوگوں کی قیامت (۱ تسلونیکیوں ۴: ۱۶) سے علیحدہ ہے۔ اور اس کا بیان مختلف صورتوں میں ہوا ہے یعنی پہلی قیامت 'زندگی کی قیامت' اور راستبازوں کی قیامت اور اس مقام پر بلا شک و شبہ اسی قیامت کا ذکر ہے۔ رسول کی امید اس جلالی دن پر قائم تھی جبکہ خدا کا نرسنگا پھونکا جائے گا۔ اور جو خداوند میں سوئے ہوئے ہیں۔ ابدی جلال کے لئے جاگ اُٹھینگے۔ آیات ۲۰ و ۲۱ میں بھی یہی مبارک امید مذکور ہے یعنی ان آیات سے اس آیت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ رسول کا منتہا ہے اسکے لئے اس پہلی قیامت میں جگہ حاصل کرنا اور اس فتح میں حصہ پانا اور اس ذلیل خاکی جسم سے جلالی جسم میں منتقل ہونا گویا آرزو مندی کا نشانہ مقصود اور مسرت کا انتہائی درجہ اعلیٰ تھا

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس مقام پر ایک خاص اور علیحدہ قیامت مراد ہے یعنی خاص الخاص مستحق مقدسوں کی قیامت جنہوں نے مسیح کی آمد کے لئے دن [illegible] انتظاری کی ہے یا جنہوں نے غیر معمولی طور پر پاکیزگی کا اکتساب کیا ہے ایسے لوگ اولین قیامت کے مستحق ہونگے اگر یہ مراد لی جائے تو گویا مقدس پولس کی یہ آرزو تھی کہ ان کا شمار اس منتخب جماعت میں ہو۔ لیکن اس رائے پر بہت اعتراض وارد ہو سکتے ہیں اور کتاب مقدس سے اس کا کوئی نص قطعی نہیں۔

١٢- یہ غرض نہیں کہ میں پا چکا یا کامل ہو چکا ہوں بلکہ اس چیز کے پکڑنے کے لئے دوڑا ہوا جاتا ہوں جس کے لئے مسیح یسوع نے مجھے پکڑا تھا۔

یہ غرض نہیں کہ میں پا چکا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ فعل پولس کے تبدیل دل کے وقت پر اشارہ کرتا ہے۔

فعل "پا چکا" کا مفعول معلوم نہیں مکتوب ہے۔ ہم اس مفعول شے سے خود مُردوں کی قیامت مراد لے سکتے ہیں یا وہ جو انعام جس کا ذکر آیات مذکورہ میں آتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے دل کی تبدیلی کے وقت گناہوں کی معافی تو پائی مگر جلال کے آخری تاج کو نہیں پایا میں نے حیات جاودانی کی معرفت کشش کو تو پایا مگر قیامت مردگان کا جسم نہیں پایا۔ قیامت اور وہ تاج اب تک ایک آنے والی شے ہیں میں انکو حاصل کرونگا مگر ابتک وہ میرے قبضہ میں نہیں ہیں پس میں آگے بڑھا دوڑا ہوا جاتا ہوں اور انکا پیچھا کرتا ہوں۔ ان الفاظ کی بابت ذرا بھی کسی قسم کا شک نہیں۔ ایک کھلی ہوئی بات کا یہ سادہ اقرار ہے چونکہ انجام اب تک ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ ہم نشانہ کی طرف دوڑتے رہیں۔

یا کامل ہو چکا ہوں۔ ان الفاظ سے اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے مراد اخلاقی کاملیت ہے لیکن [illegible] کہتے ہیں کہ وہ عمل جس سے اسکی ہستی جلال کی زندگی میں ترقی کرنیوالی تھی ہنوز ناکامل تھا۔

تبدیل ہیئت کا کام اب تک جاری تھا (رومیوں ١٢: ٢) اسکو ہنوز جلالی صورت میں درجہ بدرجہ بدلنا تھا (٢ قرنتھیوں ٣: ١٨) اس کاریگر [illegible] نے اپنی باکمال [illegible] سے ہنوز وہ آخری چوٹ نہ ماری تھی جس سے رسول میں [illegible] کا کامل تناسب پیدا ہوتا۔

یہ شرح درست ہے اسلئے اخلاقی کاملیت یعنی اپنے مخدوم سے مطابق ہونا جو بھی مقدس پولس کیلئے مستقبل شے تھی جیسے کہ وہ انعام ہو اسکے [illegible] حقیقی کا باعث [illegible] اسوقت تک حاصل نہ ہوئی تھی جب تک کہ قیامتی جسم نہ حاصل ہو۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض مقامات میں لفظ [illegible] کی کاملیت پر دلالت کرتا ہے (لوقا ١٣: ٣٢؛ عبرانیوں ٢: ١٠؛ ٥: ٩) گو ہمارا [illegible] اخلاقی [illegible] اول سے آخر تک کامل تھا لیکن ان مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بھی [illegible] اپنے عہدہ کے بعض ایسے تجربوں اور زندگی کی سخت ریاضت و پابندیوں کے ذریعہ سے جو اسکی مسیحائی خدمات کیلئے [illegible] کامل بننا پڑا۔ اگر اس مقام پر یہ خیال تسلیم کیا جائے کہ [illegible] تو وہ آیت کی تشریح کیلئے نہایت موزوں ہوگا یعنی بطور ایک دوڑنے والے کے [illegible] اب تک کامل نہیں ہوا ہوں اسلئے کہ راستہ کا ایک حصہ طے کرنا ہنوز باقی ہے۔ میں ہنوز نشانہ تک نہیں پہنچا ہوں۔ [illegible] باقی ہے قبل اسکے کہ میں زندگی کے تاج کو پہنوں۔ یہ خیال اعمال ٢٠: ٢٤ سے بھی مطابق ہے کیونکہ وہاں مقدس پولس یہی لفظ اگرچہ معروف صورت میں استعمال کرتا ہے کہ اپنا دور اور وہ خدمت جو خداوند یسوع سے پائی ہے پوری کروں؟

جو الفاظ کہ آئندہ آتے ہیں وہ نہایت صحت [illegible] محرک اور قوت دیتے ہیں [illegible] ان سے نہ تو شک و شبہ کی بو پائی جاتی ہے اور نہ مایوسی بلکہ ان میں ایک ایسی صاف اور دلی خواہش [illegible] جھلکتی ہے جو ہماری مسافرت میں ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہے اور [illegible] ایک قوی [illegible] کو ایسی توانائی دیتی ہے کہ ہم اس آخری نشانہ کی طرف خوشی سے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اسکے لئے دوڑا ہوا جاتا ہوں یعنی آگے بڑھا ہوا [illegible] نشانہ کی طرف دوڑا ہوا جاتا ہوں

دوڑنے کی بازی کا استعارہ [illegible] پولس کو بڑا ہی عزیز ہے (اعمال ٢٠: ٢٤؛ ١ قرنتھیوں ٩: ٢٤؛ گلتیوں ٢: ٢؛ ٥: ٧؛ ٢ تیمتھیس ٤: ٧)۔ اس فعل کے معنی ہیں کسی چیز کا پیچھا کرنا جیسے کہ کوئی شکاری کسی شکار کا اور سوائے ایسے مقامات کے جہاں قرینہ ستانے کے معنے چاہتا ہے اس لفظ کا اکثر

طالب ہو تا ترجمہ ہوا ہے۔ آیت ۱۰ میں اسکا ترجمہ ستایا ہوا ہوا ہے۔ پہلے زمانہ میں وہ مسیحیوں کا بطور شکار کے پیچھا کرتا تھا لیکن اب وہ انعام کا پیچھا کرتا ہے۔ اور اُس پیچھا کرنے میں اُسکی یہ پرجوش کوشش ہے کہ لوگوں کو مسیحی بنائے۔

ہمکو ہدایت ہے کہ مسافر پروری کی پیروی میں لگے رہیں (رومیوں ۱۲: ۱۳) حاشیہ۔ میل ملاپ کی باتوں کی (رومیوں ۱۴: ۱۹) محبت کی (۱ کرنتھیوں ۱۴: ۱) راستبازی وغیرہ کی (۱ تیمتھیس ۶: ۱۱ و ۲ تیمتھیس ۲: ۲۲) ان چیزوں کی جو اچھی ہیں (۱ تسلونیکیوں ۵: ۱۵) اور اطمینان کے (عبرانیوں ۱۲: ۱۴ و ۱ پطرس ۳: ۱۱)۔

اس چیز کے پکڑنے کیلئے وہ فعل پکڑنا یہاں اس سادہ مصدر سے مشتق ہے جملہ ماقبل میں پہنچنا ترجمہ ہوا ہے۔ صرف اس میں ایک حرف خبر شروع میں لگا دیا گیا ہے تاکہ فعل زوردار بن جائے۔ یہی لفظ (۱ کرنتھیوں ۹: ۲۴) میں جہاں یہی استعارہ استعمال ہوا ہے پایا جاتا ہے۔

جسکے لئے مسیح یسوع نے مجھے پکڑا تھا۔ اس کا دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے اسلئے کہ میں بھی مسیح سے پکڑا گیا ترجمہ مندرجہ متن میں خدا کے اس مقصد پر زور ہے جس سے اُس نے رسول کو نجات بخشی اور اگر یہ ترجمہ مان لیا جائے تو اس میں رسول کے آگے بڑھنے کے فرض پر زور ہے لیکن متن کا ترجمہ زیادہ پسند کے لائق ہے۔

پس مطلب یہ ہے کہ مسیح نے میرے دل کے بدلنے کے وقت مجھے اس غرض سے پکڑا کہ مجھے جلال جاودانی بخشے اور میں اس جہان سے متحرک ہو کر میں اس جلال جاودانی کے پکڑنے کیلئے دوڑا جاتا ہوں مترجم رسول کی توضیح نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ ہاں! میں اس تاج کے پکڑنے کیلئے دوڑا جاتا ہوں اور یہ خیال مجھے ہمت دیتا ہے کہ خداوند نے مجھے اسلئے پکڑا تاکہ میں اس تاج کو پکڑوں (یعنی مجھے زبردستی سے پکڑا تاکہ مجھے تباہی سے بچائے۔ اور اپنی نجات اور خدمت پر مجبور کرے)۔

۱۳- اے بھائیو میرا یہ گمان نہیں کہ پکڑ چکا ہوں۔ بلکہ صرف یہ کرتا ہوں کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُنکو بھول کر آگے کی چیزوں کی طرف بڑھا ہوا۔

اے بھائیو۔ یہ ایک محبت آمیز خطاب ہے۔ اور اسکے دو مقصد ہیں اوّل یہ کہ وہ

اپنی توجہ کو اسی طرف مائل کرے۔ اور ثانیاً اسلئے کہ وہ اہل فلپی کو اس سنجیدہ درخواست کیلئے تیار کرے جو آیت ۱۵ میں وہ اُسے کہنے والا ہے۔

میرا یہ گمان نہیں کہ پکڑ چکا ہوں۔ یونانی میں لفظ میرا پُر زور ہے لیکن یہ خودی خاکساری کی ہے۔ مفسر شگل کا خیال ہے کہ چونکہ اکثر لوگ مقدس پولس کی لیاقتوں کی بابت شاید بڑے اعلےٰ خیال رکھتے تھے۔ اسلئے وہ چاہتا ہے کہ اپنی بابت بے غروری سے کام کرے۔ لیکن درحقیقت اسکے معنی یہ ہیں گو دوسرے لوگ شاید اپنی بابت یہ خیال کریں کہ وہ اس نشانہ تک پہنچ گئے لیکن میں اپنی بابت یوں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہنوز اس انعام پر قبضہ نہیں پایا۔

فعل پکڑ چکا کا مفعول مذکور نہیں لیکن سیاق و سباق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شے انعام ہے۔

ممکن ہے کہ اس آیت کے لکھتے وقت وہ انٹی نومین یعنی شرع سے آزاد اُستادوں کا خیال کر رہا ہو جن کا ذکر آیات ۱۵-۱۹ میں آتا ہے۔

بلکہ صرف یہ کرتا ہوں یہ مختصر الفاظ مصنف کے نہایت درجہ اشتیاق کو ظاہر کرتے ہیں چونکہ ان الفاظ میں فعل مضمر ہے اسلئے ہم وثوق کیساتھ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ شے آیا اس محذوف فعل کا فاعل ہے۔ یا مفعول۔ اگر فاعل سمجھا جائے تو یہ مراد ہوگی کہ صرف یہ بات بطور مقصد زندگی میرے سامنے ہے لیکن اگر مفعول سمجھا جائے تو وہی مراد ہوگی جیسا کہ متن سے مترشح ہے۔

یہ جملہ بلحاظ علیحدگی کے ایک نمایاں و حیرت انگیز جملہ ہے۔ اور اس بڑے رسول کے جوش اشتیاق کا ایک موزوں مظہر ہے اسکے سارے خیال ساری قوت اور ساری کوششیں اس شے کے حصول کی جانب مجتمع تھیں۔

کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُنکو بھول کر۔ اکثر لوگ اس سے دوڑ کا وہ حصہ مراد لیتے ہیں جسکو رسول طے کر چکا تھا۔

بھول کر یعنی جسطرح کسی تیز سفر میں لحظہ بہ لحظہ واقعات اور تجربے پیش آ کر پیچھے رہتے جاتے اور ماضی ہوتے جاتے ہیں۔

جو چیزیں پیچھے رہ گئیں ۔ یہی جملہ لوقا ۹: ۶۲ و ۱۷: ۳۱ و یوحنا ۶: ۶۶ میں آتا ہے اور یہ دلچسپ حوالے ہیں

آگے کی طرف بڑھا ہوا ۔ یونانی میں یہ لفظ گویا تصویری لفظ ہے اور تماشا میں دوڑنے والے کی حالت جو دوڑتے وقت ہوتی ہے ۔ اسکو دکھاتا ہے یعنی جسطرح کہ اکثر دوڑنے والا نشان پر پہنچنے کے لئے جوش اشتیاق میں سر اور چشم کو آگے کی طرف جھکائے ہوئے نشان کی طرف دوڑتا ہے عہد جدید میں اور کہیں یہ لفظ نہیں آتا ۔

ایک دوسرا خیال یہ ہے کہ یہ استعارہ رومیوں کے سرکس کے ایک تماشہ سے لیا گیا ہے ۔ جس کو رتھوں کی دوڑ کی بازی کہتے تھے ۔ اس تماشہ میں رتھوں کے دوڑانے والے اپنے گھوڑوں پر آگے کی طرف جھکے ہوئے اور کوڑوں سے اپنے گھوڑوں کو مارتے ہوئے اس زور سے ہانکتے تھے کہ نشان پر اول پہنچیں لیکن چونکہ اس قسم کی شرط میں رتھوں کے دوڑانے والوں کو ضرور تھا کہ بعض اوقات پیچھے کی طرف دیکھیں اور اپنے ہم شرطوں پر بھی نظر رکھیں کہ مبادا وہ آگے نہ نکل جائیں ۔ اسلئے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ استعارہ رتھوں کی دوڑ کے تماشہ سے نہیں ۔ بلکہ پاؤں دوڑنے والوں کی شرط سے لیا گیا ہے ۔

ہمارے لئے جو گرم ممالک میں رہتے ہیں اس لفظ میں ایک خاص سبق ہے کیونکہ یہ لفظ نہایت درجہ سرگرمی اور دائمی چستی پر اشارہ کرتا ہے گرم ممالک میں انسان کا میلان فطرتاً سستی و کاہلی کی طرف ہوتا ہے اور ہم کو مقدس پولس کے سے محرک جوش کا مہمیز درکار ہے ۔

آگے کی چیزوں کی طرف بڑھا ہوا ۔ یہ جملہ اس مقام سے مخصوص ہے ہم کو اسبات کی ضرورت ہے کہ ہمیشہ آگے کی طرف نظر رکھیں ۔ آگے کی طرف بڑھیں اور زیادہ سے زیادہ پیشقدمی کریں ۔ ایسے موقعوں پر یہ جملہ پُر معنی رکھتا ہے ۔ اس میں یہ سب خیالات شامل ہیں ۔ جس سے کہ مسیح کی آمد کا روحانی تصور ۔ زندگی کی قیامت جسم کی قلعی اور جلال جاودانی کا تاج ۔

۱۴ ۔ نشان کی طرف دوڑا ہوا جاتا ہوں تاکہ اس انعام کو حاصل کروں جس کے لئے خدا نے مجھے مسیح یسوع میں اوپر بلایا ہے ۔

دوڑا ہوا جاتا ہوں ۔ یہ وہی لفظ ہے جو آیت ۱۲ میں مستعمل ہوا ہے ۔

نشانہ کی طرف ۔ مقدس پولس بے نشان نہ دوڑتا تھا (۱ کرنتھیوں ۹: ۲۶) وہ اپنے نشانہ کو خوب جانتا تھا ۔ یہ لفظ یونانی مستند کتابوں میں زیادہ تر تیر کمان کے نشانہ کے متعلق بہ نسبت دوڑنے کے نشان کے مستعمل ہوا ہے اور اس نشان پر اشارہ کرتا ہے جو جیتنے کے مقام پر قائم ہوتا ہے ۔

تاکہ اس انعام کو ۔ یہ لفظ فقط صرف ۱ کرنتھیوں ۹: ۲۴ میں آتا ہے لیکن یہ صورت فعل یہ کلسیوں ۲: ۱۸ سے مخصوص ہے (انعام کی تقسیم کے موقع پر منصف کا کام کرنا)

انعام ۔ رومی تماشوں میں جو انعام پاؤں دوڑنے والوں کو دیا جاتا تھا وہ پتیوں کا سہرا ہوا کرتا تھا جو اکثر سرو کے پتیوں کا ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ پولس نے اسکو موزوں طور پر مرجھا جانے والا لکھا (۱ کرنتھیوں ۹: ۲۵) مگر وہ تاج جسکو پولس پا جاتا تھا غیر فانی تھا دیکھو ۲ تیمتھیس ۴: ۷ ۔ ۸ و مکاشفہ ۲: ۱۰ وغیرہ ۔ اگر انعام حاصل کرنا ہے تو ضرور ہے کہ ثابت قدمی سے اس وقت تک دوڑا جائے جب تک کہ وہ انعام ٹھیک ٹھیک ہاتھ میں نہ آ جائے ۔

یہ انعام کار ثواب انسانی کا صلہ نہیں ہے بلکہ جو تابع قدرت کے بارہ میں محبت کی خوشنودی ہے ۔ (مول)

جسکے لئے خدا نے مجھے یسوع مسیح میں اوپر بلایا ہے ۔ بشپ لائٹ فٹ "آسمان کی طرف بلایا" ترجمہ کرتے ہیں اور شکل اسکو آیت ۲۰ سے متعلق سمجھتے ہیں ۔ آسمان جہاں سے ہم اپنے منجی کے آنے کا انتظار کرتے ہیں ۔

اسی لفظ "اوپر" اور "بالا" کے لئے مقابلہ کرو یوحنا ۸: ۲۳ و گلتیوں ۴: ۲۶ و کلسیوں ۳: ۱ ۔ ۲ بلحاظ آغاز و عمل اور انجام مسیحی کی بلاہٹ آسمانی ہے ۔ آیات ذیل میں یہ بلاہٹ چند معنوں میں مذکور ہوئی ہے ۔

(۱) اوپر کی طرف بُلاہٹ ہے فلپیوں ۳: ۱۴ (۲) پاک بُلاہٹ ہے ۲-تیمتھیس ۱: ۹ (۳) آسمانی بلاہٹ ہے عبرانی ۳: ۱۔

لفظ بلاوہ بجز صرف رومیوں ۱۱: ۲۹ و ۱-کرنتھیوں ۱: ۲۶، ۷: ۲۰ و افسیوں ۱: ۱۸ و ۴: ۱-۴ و ۲-تھسلونیکیوں ۱: ۱۱ و ۲-تیمتھیس ۱: ۹ و عبرانی ۳: ۱ و ۲-پطرس ۱: ۱۰ میں آتا ہے۔ ان مقامات کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ اس لفظ سے عام مراد خدا کا وہ الٰہی بلاوہ ہے۔ جو روح کو پہنچتا ہے یہ بلاوہ مؤثر ہے اور محض عام ظاہری دعوت نہیں ہے (اور خطوط میں فعل بلایا جانا جو مستعمل ہوا ہے اور جس سے یہ لفظ بلاوہ مشتق ہے اُس پر بھی انہیں معنوں کا اطلاق سمجھنا چاہیئے)

رسول اس صلہ کو جس کے لئے وہ کوشاں تھا بلا وجہ خدا کے اعلیٰ بلاوہ کا انعام قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ انعام خدا کی رحمت کے بلاوہ کا نہ صرف آخری نتیجہ ہے بلکہ اُس کا حصول ہمارے لئے ممکن بھی کر دیا گیا۔ اور یوں وہ ہمارے لئے ایک مخصوص و محفوظ شے بھی ہو چکا ہے۔

خدا نے مجھے مسیح یسوع میں۔ بلانے والا خدا ہے (رومیوں ۸: ۲۹-۳۰، ۹: ۱۱ و ۱-کرنتھیوں ۱: ۹ و ۱-تھسلونیکیوں ۲: ۱۲ - ۲-تھسلونیکیوں ۲: ۱۴ و ۲-تیمتھیس ۱: ۹ و ۱-پطرس ۵: ۱۰) اور جس میں اور جس کے ذریعہ سے ہم اس بلاہٹ کے حقدار ہو جاتے ہیں وہ بیٹا ہے (مقابلہ کرو ۱-کرنتھیوں ۱: ۹ و ۱-پطرس ۵: ۱۰)

آیات ۳: ۱۵-۲۱ اینٹی نومین یعنے شرع سے
آزاد فرقہ سے خبردار رہنے کی نصیحت

اس مقام سے رسول اعمالِ شریعت پر زور دینے والے فرقہ سے پھر کر اس فرقہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو اپنے کو شریعت سے آزاد سمجھتا تھا۔ اور ہر قسم کی بدی کو جائز خیال کرتا تھا۔ اسکے بدطرز وہ اُستاد ہیں جن کا لقب شرع سے آزاد تھا۔ یہ لوگ ترواس فلپی اور دوسرے مقامات میں پھیلے ہوئے تھے اور اپنی غیر واقعی کاملیت پر اتراتے تھے۔ ان کے گستاخانہ دعوے کا جو وہ روحانی معرفت اور آزادی کی بابت رکھتے تھے یہ نتیجہ ہوا کہ وہ آزاد اور بیباکانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ اور آخرکار علانیہ طور پر بدکاری میں مبتلا ہو گئے۔ ان انجیل کے بگاڑنے والوں کے خلاف اُسکی مخالفت اور انتباہ اس موقع پر ایک خاص سختی ظاہر کرتی ہے۔

۱۵۔ پس ہم میں سے جتنے کامل ہیں یہی خیال رکھیں۔ اور اگر کسی
بات میں تمہارا اور طرح کا خیال ہو تو خدا اس بات کو بھی تم پر ظاہر کر دے

پس ہم میں سے جتنے کامل ہیں۔ یہاں کامل سے مراد بالغ سن رسیدہ آدمی ہیں جو بلوغ کو پہنچے (۱-کرنتھیوں ۲: ۶، ۱۴: ۲۰ و افسیوں ۴: ۱۳ و عبرانی ۵: ۱۴) اس لفظ سے اور مقامات میں پختہ عمر اور لیاقت کے لوگ بھی مراد لئے گئے ہیں (۱-کرنتھیوں ۱۳: ۱۰ اور شاید کلسیوں ۱: ۲۸ و یعقوب ۱: ۴ و ۳: ۲) ان آخری ۲ مقامات میں کاملیت کا ایک اور بھی مفہوم پایا جاتا ہے۔ پس کوئی بیرا اور پوسن مفسرین اس جگہ کاملوں ترجمہ کرتے ہیں کہ پس ہم میں جتنے سمجھ میں پختہ ہیں۔ لائٹ فٹ کا خیال ہے کہ کامل یہاں لفظ روحانی سے مرادف ہے جیسا کہ کرنتھیوں (مقابلہ کرو ۱-کرنتھیوں ۲: ۶ کا ۳: ۱) کیساتھ۔ یہیں اس لفظ میں دو مفہوم خاص طور پر مانے جاتے ہیں یعنی مسیحی بلوغت اور صاف روحانی قابلیت اور امتیاز اس میں متحد ہیں۔

اس لحاظ سے کوئی مسیحی باعتبار اپنی خوبیوں کے جنہیں روحانی قابلیت کہتے ہیں کامل ہو سکتا ہے۔ اور تو بھی وہ روحانی خوبیوں عملی کاملیت سے بہت دور ہو سکتا ہے (رسول) یہ تشریح اُس صریحی تضاد کو رفع کر دیتی ہے جو اس آیت اور آیت ۱۲ میں پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ان الفاظ میں ایک قسم کی ہجو ملیح ہے اسلئے کہ اس ہدایت کے لکھتے وقت جن لوگوں سے خبردار رہنا ضرور تھا وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنے لئے کامل لوگ کا لقب اختیار کر رکھا تھا۔ اور وہ ایک اپنی اعلیٰ مسیحی معرفت پر بہت اتراتے تھے۔ گو اس کے ساتھ ساتھ اُنکی زندگی سے اُن کے اقوال و افعال میں صریح نامطابقت آشکارا تھی۔ پس ممکن ہے کہ اُن الفاظ سے مقدس پولس اپنی سخت تنبیہ کو ایک ملائم ملیح پیرایہ میں ادا کرتا ہو۔ ہم تو اپنے کو بالغ مسیحی کہتے ہیں پس جو اقرار ہم ایسے پر اطمینان بخشی سے کرتے ہیں۔ اس پر سوچیں کہ آیا در حقیقت ہم اُسکے مطابق بھی ہیں یا نہیں۔ ہمکو چاہئے کہ اپنی لیاقتوں کی جھوٹی شیخیوں سے باز رہیں اور جو اچھی چیزیں ہمارے سامنے ہیں ان کے لئے کوشش کریں۔ یہ غور کرنے کے لائق ہے کہ بعض مقامات میں جہاں یہ لفظ کامل مستعمل ہوا ہے تو اُس میں صاف طور سے اخلاقی خصلت عملی اور اخلاقی لیاقت یا تقویٰ دونوں کا خیال

مقصود ہے مثلاً (متی ۵: ۴۸ و ۱۹: ۲۱ اور مقابلہ کرو کلسیوں ۱: ۲۸ و یعقوب ۱: ۴ و ۳: ۲)۔ مگر یہ خیال اس مقام پر مدِنظر ہو تو ہر طرح کا خیال بلاشک یہاں سے خارج ہے اور ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ رسول اُن لوگوں کو جنہوں نے کسی حد تک مسیح میں کاملیت حاصل کی ہے تاکید کرتا ہے کہ وہ اُس پر قانع ہو کر اس سے اور زیادہ بڑی چیزوں کے حصول کیلئے آگے بڑھیں۔

بہرحال اس عبارت کا سارا زور اس بات پر ہے کہ ہم موجودہ استعداد پر قانع نہ ہو بیٹھیں خواہ یہ استعداد خصلت ہو یا خدمت کے متعلق اور نیز گناہ کو خواہ وہ کسی شکل و صورت میں کیوں نہ ہو جائز نہ رکھیں۔

یہی خیال رکھیں۔ یہی جملہ ۱: ۷ و ۲: ۲ و ۵ میں آتا ہے۔ ان پر جو شرح ہے اسکو دیکھو اس کا مطلب اور حقیقت یہی ہے کہ ہم اسباق کو ذہن نشین کر لیں کہ جو چیزیں پیچھے گزر گئیں انکو بھول جائیں اور جو چیزیں سامنے ہیں ان کے حاصل کرنے کیلئے آگے بڑھیں اور انعام کے لئے دوڑیں۔

اور اگر کسی بات میں تمہارا اور طرح کا خیال ہو یعنی جو باتیں کہ میں نے تمکو کہی ہیں اگر تم انکو میری طرح پر نہیں سمجھتے۔ وائٹ فٹ لفظ "اور طرح" کا ترجمہ غلط طرح کرتے ہیں اور یوں مراد لیتے ہیں کہ اگر تم کسی بات میں غلطی پر ہو مگر اصل بات میں مضبوط ہو تو وہ ایک غیر ضروری سی معلوم ہوتی ہے۔

تو خدا اُس بات کو بھی تم پر ظاہر کر دیگا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا کسی اور لفظی مکاشفہ سے ان پر ظاہر کریگا بلکہ یہ کہنا بالکل کافی ہے کہ خدا روح القدس کی تائید سے انکے دلوں اور زندگی میں اس بات کو آسان کر دیگا چنانچہ مسیحی کی زندگی ایک دائمی سلسلہ اپنے تجربہ میں ایسی پاک سچائیوں کی تازہ بتازہ نقل کا ہے جو پہلے ہی سے کتاب مقدس میں مکاشفہ ہو چکی ہیں جسقدر ہم خدا کی مرضی اور کلام کے کامل فرمانبردار ہوتے جاتے ہیں اُسی قدر ہمارا فہم اسکی مرضی و کلام کے سمجھنے میں صاف روشن ہوتا جاتا ہے جسقدر زیادہ ہماری عملی دینداری بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر ہماری روحانی معرفت ترقی کرتی ہے (دیکھو افسیوں ۱: ۱۸ و ۱۷۔۱۶ عبرانیوں ۵: ۱۲ و یوحنا ۷: ۱۷)۔

ہمکو چاہئے کہ ہم ہندوستان میں خاص نشانوں اور رویا و روحانی کی جستجو نہ کریں بلکہ

فروتنی اور فرمانبرداری سے خدا کی مرضی بجا لائیں۔ اسکے مکتوبہ کلام میں صاف طور سے وہ ساری چیزیں جو زندگی اور دینداری سے متعلق ہیں منکشف کر دی گئی ہیں۔ اور یہ ہمارا کام ہے کہ ہم انکی صداقت کو اپنے تجربہ میں معلوم کریں۔ ساری زندگی پرکھیں عملی دینداری کے مطابق رہیں۔

۱۶- بہرحال جہانتک ہم پہنچے ہیں اسی کے مطابق چلیں۔

جہانتک ہم پہنچے ہیں۔ یونانی مستند کتابوں میں اس فعل کے معنے اکثر پہلے سے پہنچنے۔ یا پیش بینی کرنے کے ہیں یہ معنی تھسلونیکیوں ۴: ۱۵ میں پائے جاتے ہیں جہاں یہ لفظ پھر آیا ہے۔ وہ صرف مقامات ذیل ہیں متی ۱۲: ۲۸ و لوقا ۱۱: ۲۰ و رومیوں ۹: ۳۱ و ۲ کرنتھیوں ۱۰: ۱۴ و ۱ تھسلونیکیوں ۲: ۱۶۔

اس فعل کے اصل معنے یعنے جلد پہنچنے کا مفہوم غالباً اس آیت میں پایا جاتا ہے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص نقطہ پر پہنچنا صرف پُرجوش اور شدت کی کوشش کے بعد ہوا۔ سو پس مطلب یہ ہے کہ ہم اس (تجربے) کے موافق چلیں جس سے ہم پورے عزم صادق اور اعتقادِ واثق پر اب تک پہنچے ہیں۔

اسی (قاعدہ کے) مطابق چلیں۔ بشپ لائٹ فٹ اس سے ایمان کا قاعدہ بمقابلہ قاعدہ شریعت مراد لیتے ہیں۔ یہ گویا آخری ہدایت فریقیانہ فریق سے خبردار رہنے کی ہے جسکا ذکر آیت ۲ میں ہو چکا ہے۔

مفسر موول اس میں انجیلی اصول ایمان اور محبت اور پاکیزگی کا اشارہ سمجھتے ہیں اور اسکو مسیحی قول و فعل کی جزئیات کی مطابقت کی ہدایت سمجھتے ہیں دوسرے مفسر سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد اخلاقی ترقی کا قاعدہ ہے اور اسکو تعلیمات آیات ۱۰ و ۱۱ پر مکرر تاکید خیال کرتے ہیں۔ بہرحال وہ خاص خیال جو یہاں مقصود ہے یہ ہے کہ تم پاکیزگی اور ایمان کی ترقی میں ایک خاص نقطہ تک پہنچ چکے ہو پس اسی راستہ پر آگے بڑھتے چلو اگر ممکن ہو اور البتہ یہ ممکن ہے تو اپنی رفتار کو تیز کرو۔

چاہئیں۔ یہ فعل جو صرف چلنا اور مقامات پر آتا ہے اور اسکا مطلب ہے ایک صف میں برابر برابر آگے بڑھنا جیسے کہ سمندر کی موجیں یا کسی فوج کے سپاہی حرکت کرتے ہیں پس یہ لفظ ایک [illegible] سی رفتار پر دلالت کرتا ہے جو پیش قدمی کے ایک مقررہ طریق پر باقاعدہ رشتہ [illegible] استقلال [illegible] آگے قدم بڑھاؤ۔ عہد جدید میں ایسے مقامات کا باہم مقابلہ کرنا جہاں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے باعث دلچسپی ہوگا۔

قدم بڑھا کر آگے چلنا حسب ذیل طریق پر مذکور ہوا ہے۔

(۱) شریعت کے طریق پر چلنا اعمال ۲۱: ۲۴ (۲) ایمان کے راستہ پر چلنا رومیوں ۴: ۱۲۔ (۳) روح کی ہدایت سے چلنا گلتیوں ۵: ۲۵ (۴) روحانی مذہب کے طریق پر چلنا گلتیوں ۶: ۱۶ (۵) پاکیزگی میں ترقی کرنے کی راہ پر چلنا (یہی آیت)۔

۱۷- اے بھائیو تم سب ملکر میری مانند بنو اور اُن لوگوں کو پہچان رکھو جو اسطرح چلتے ہیں جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو

اے بھائیو۔ دیکھو شرح آیت ۱۳۔ یہ تکرار اس موقع پر قابل توجہ ہے اور ایک خاص تاکیدی نصیحت کا دیباچہ ہے۔

تم سب مل کر میری مانند بنو یعنی جسطرح کہ مختلف مصور باہم بیٹھ کر ہر ایک اپنی اپنی تصویر کی چادر پر ایک ہی تصویر کی نقل اتارتے ہیں۔ یا جس طرح کہ مختلف طلبا باہم ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی غرض سے اپنے معزز استاد کے نمونے کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس بات پر اشارہ کرتا ہے کہ اگر وہ اسطرح اپنی کوشش کو صرف ایک [illegible] اور ایسے قابل تعریف مقصد کی طرف مبذول کرینگے تو اس سے ان میں اتحاد اور باہمی محبت پیدا ہوگی۔

مقدس پولس کا مسیحی نو مریدوں کو اپنی تقلید کی طرف بلانا کوئی غیر معمولی بات نہیں

ہے (دیکھو ۱ کرنتھیوں ۴: ۱۶، ۱۱: ۱، ۱ تھسلنیکیوں ۱: ۶، ۲ تھسلنیکیوں ۳: ۷-۹ وغیرہ) اور کون اسکو ایسی نصیحت کے سبب خود سرائی کا الزام دے سکتا ہے جو اسکے ما قبل کی عبارت میں وہ [illegible] فروتنی ظاہر کرچکا ہے ایسی نصیحتوں کا مقصد سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ اس طور سے اپنے اُس اعتماد کو ظاہر کرتا ہے جو اسکو اپنے پیغام کی صداقت پر تھا اور نیز صادق العزمی کو ثابت کرے کہ وہ [illegible] اس پیغام پر اپنی روزانہ زندگی میں عمل کرنے کے [illegible] ایک سچا اور پرجوش خادم الدین ہی اپنی جماعت کو ایسے دلیرانہ دعوے سے مخاطب کرنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

کیا آج ہندوستانی کلیسیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ نہیں ہے کہ ایسے مقدس خادم الدین اور معلم متواتر مہیا کئے جائیں جو نہ صرف اپنے اقوال سے بلکہ اپنی زندگی سے اپنی جماعتوں سے کہہ سکیں کہ "تم میری مانند بنو"۔

اور ان لوگوں کو پہچان رکھو جو اس طرح چلتے ہیں۔ یہ لفظ پہچان رکھنا یعنی غور کرنا جو ۲ کرنتھیوں ۴: ۱۸ میں آچکا ہے۔ اس کا اکثر مطلب یہ ہے کہ اس طرح پہچانو کہ اس سے بچے رہو (رومیوں ۱۶: ۱۷) لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح پہچانو کہ اسکی پیروی کرو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں میں بعض ایسے لوگ تھے جنہوں نے رسول کی تعلیم کو اپنے چال چلن میں بطور نمونہ ظاہر کیا تھا۔

چلتے ہیں۔ یہ وہی لفظ ہے جو آیت ۱۸ میں مستعمل ہوا ہے لیکن یہ معمولی لفظ ہے جو مجازاً استعمال چلنے کے معنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں چال چلن کی سستی پر خیال ہے جس کی ضد سستی اور آرام طلبی ہے۔ وہ بات جس کو پہچان کر اس کی پیروی کرنے کی نصیحت کی گئی وہ غالباً [illegible] ان مسیحیوں کی رفتار تھی [illegible] گذشتہ۔

جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو۔ ہم میں غالباً ان سے مراد ایسے مشہور معلم ہیں جیسے کہ تیمتھیس سیلاس اور اپفرودتس۔

ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر نظر کرو۔ اور انکی پیروی کرو جن کا چال چلن ہماری مانند ہے جو تمہارے مقبول انجیلی استاد ہیں۔

نمونہ اس لفظ کے متعلق حسب ذیل مقامات کا مطالعہ باعث دلچسپی ہوگا۔ ۱ تسلونیقیوں ۱:۷۔ ۲ تسلونیقیوں ۳:۹۔ ۱ تمتھیس ۴:۱۲ و طیطس ۲:۷۔ ۱ پطرس ۵:۳۔

سب ملکوں سے زیادہ ہندوستان میں ایسے پاک خادم الدین اور دیندار اہل جماعت کی ضرورت ہے جن کی زندگی انجیل کی سچائی اور قدرت کا نمونہ ہو۔ ایمان اور اعمال میں مطابقت ہونی چاہئے۔

۱۸۔ کیونکہ بہتیرے ایسے ہیں جن کا ذکر میں نے تم سے بارہا کیا ہے اور اب بھی رو رو کے کہتا ہوں کہ وہ اپنے چال چلن سے مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں

کیونکہ بہتیرے ایسے ہیں۔ ان الفاظ میں بڑی غمگینی کا لہجہ ہے۔ یہ اغلب ہے کہ رسول کی مراد اینٹی نومین یعنی شریعت سے آزاد فرقے سے ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایسے لوگ خود رسول کے ایام میں موجود تھے (رومیوں ۶:۱، ۱۵) اور تاریخ کلیسیا کے ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کا وجود پایا گیا ہے۔

جس فریق کا یہاں اشارہ ہے اس میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے جنہوں نے فضل کی انجیل اور ایمان سے راستباز ٹھہرنے کے معنوں کو غلط سمجھ کر دیا اور اپنے کو شریعت سے آزاد سمجھ کر اس آزادی کے پردہ میں بدکاریاں کرنے لگے تھے۔ اس کے برعکس ناسوا ان کے بعض دیگر لوگ بھی تھے جو کہ شریعت کے جزئیات پر توجہ کرتے اور یہودیانہ فریسیوں کے اصولوں پر تھے تو بھی علانیہ بدکار زندگی گزارتے تھے۔ کیونکہ جہاں ظاہرداری کے مذہب پر شدت سے پابندی کی جاتی ہے وہاں اس کے ساتھ یہ بھی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے لوگ دنیاداروں کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ نیز بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ابتدائی درجہ کے ناسٹک فلسفہ کے قائل تھے۔ یہ فلسفہ اس وقت تک ابتدائی حالت میں تھا لیکن بعد میں چل کر پورے طور پر مکمل ہو گیا۔ یہ لوگ مادہ کو برائی کا منبع سمجھتے تھے اور اسلئے ان کے خیال میں جسم کو قابو میں رکھنا مطلق فضول تھا۔ تو بھی یہ لوگ ایک قسم کی تعلیم مخصوص لوگوں کو دیتے تھے جس کو وہ مسیحی نظام کے مخفی مسائل کہتے تھے۔ خواہ خاص

صورت اس فلسفہ کی کچھ ہو لیکن اس کے برے اثرات ظاہر و ہویدا ہیں۔ بہتیرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فریق کثیر التعداد تھا۔

اپنے چال چلن سے۔ یہ وہی لفظ ہے جو آیت ما قبل میں چلنے میں کہا گیا ہے لیکن اس سے مراد وہ باقاعدہ چلنا نہیں ہے جس کا ذکر آیت ۱۶ میں ہے۔

جن کا ذکر تم سے بارہا کیا ہے یعنی جب میں تمہارے ساتھ تھا۔

اور اب بھی رو رو کے کہتا ہوں۔ اس لئے کہ بمقابلہ سابق اب حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔

رو رو کے۔ مقدس پولس کا رونے کا ذکر اعمال ۲۰:۱۹، ۳۱۔ ۲ کرنتھیوں ۲:۴ میں آتا ہے جس قدر وہ قوی تھا اسی قدر وہ نرم دل بھی تھا۔ اس نے اس خطرہ کو شدت سے محسوس کر لیا تھا جو نام کے مسیحیوں اور فاسق و فاجر مسیحیوں کی خراب حالت کے باعث پیدا ہو گیا تھا اور وہ اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی آنکھوں سے گویا سیلاب اشک جاری ہو گئے۔ جو لفظ رونے کے لئے یہاں استعمال ہوا ہے اس کے معنے ہیں کسی سخت غم کے اظہار کیلئے چلا کر رونا۔

کہ وہ مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں۔ یونانی میں لفظ دشمن پر خاص حرف تعریف ہے جس سے شدت کا اظہار مراد ہے۔ یعنے یہ کہ وہ سب سے زیادہ بشدت دشمن ہیں۔

اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔

(۱) مسیح کی پرثواب موت کے دشمن۔ اسلئے کہ جو مسیحی ناپاک زندگی بسر کرتا ہے وہ درحقیقت مسیح کے مسیحانہ کام کا ابطال کرتا ہے اسلئے کہ مسیح اسلئے مرا تاکہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے بچائے۔ اور یہ ابطال جب مسیحیت کے بدچلنوں کی طرف سے ہو تو پھر یہ بہت زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

(۲) خود انکاری اور مسیح کی خاطر شرمندگی اٹھانے کی جو زندگی ہے اور صلیب جس کی مقبول اور موزوں علامت ہے اس کے دشمن (دیکھو شرح آیت ۱۰۔ دکھ) جو لوگ مسیح کی شرمناک صلیب برداری کے مدعی ہوں اور پھر بھی شکم پروری اور دنیاداری کی زندگی بسر کریں وہ بہ نسبت صریح بیدینوں کے بہت زیادہ سچائی کے دشمن ہیں۔

انطونوس غرق پر یہ دونوں معنی صادق آتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اعمال کے لحاظ سے مسیح کے کفارہ کو اور دیندارانہ زندگی کو جو اس کا نتیجہ ہے باطل کر دیا تھا۔

صلیب کی تعلیم کی مخالفت مسائل کی مخالفت سے بھی ہو سکتی ہے اور اگر یہ معنی لئے جائیں تو گویا وہ دشمن فرقہ جس پر رسول افسوس کرتا ہے فریسیانہ فرقہ ہوگا لیکن سیاق و سباق عبارت اس معنی کی تائید نہیں کرتی۔

بہرحال کسی نام سے بھی کے لئے مسیح کی صلیب کا دشمن ہونا ایک خوفناک لقب ہے اور ہم اس کا خوب لحاظ رکھیں مبادا اپنی نامطابق زندگی سے ہم اسکے اس لقب کے سزاوار ٹھہریں۔

عہد جدید اسی قسم کی معذرت کو مسیحیوں کے لئے روا نہیں رکھتا جو انسانی کمزوری کے پردہ کے بہانہ میں اکثر لوگ کیا کرتے ہیں اور ایسوں کی رعایت کرتا ہے جو اس پردہ میں جھوٹ بولتے ہیں جھگڑے کرتے ہیں کاروبار میں دغا دیتے ہیں۔ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ اپنے پڑوسی کو مال فریب سے چھین لیتے ہیں۔ اور خداوند کے دن کی تقدیس کی حرمت نہیں کرتے اور شراب خواری و بدکاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔

خدا کا کلام ہم کو ان گناہوں سے اور ہر دوسری قسم کے گناہوں سے کامل مخلصی پیش کرتا ہے لیکن وہ ان کو جو باوجود مسیح کے مسیحانہ کام کو قبول کرنے اور اقرار کرنے کے پھر اپنے برے اعمال سے اسکے معنوں کا ابطال اور اسکی قدرت کا انکار کرتے رہتے ہیں۔ صرف ایک ہی لقب دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں۔

۱۹- اُن کا انجام ہلاکت ہے۔ اُن کا خدا پیٹ ہے۔ وہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں اور دُنیا کی چیزوں کے خیال میں رہتے ہیں

اُن کا انجام ہلاکت ہے۔ یہ عبرتناک لفظ ہلاکت، رسول باب ۱: ۲۸ میں استعمال کر چکا ہے۔ اسکو دیکھنا چاہئے۔ اسکے معنے ہیں ساری ہستی کا قطعی طور پر نابودی میں نیست ہو

جانا، بدکاری کے انجام کے متعلق جو دوسرے مقامات پر ذکر آیا ہے۔ ان کیلئے دیکھو رومیوں ۶: ۲۱ و ۲۲ و ۲ قرنتھیوں ۱۱: ۱۵ و عبرانیوں ۶: ۸۔ ۱ پطرس ۴: ۱۷۔

اُن کا خدا پیٹ ہے۔ مقابلہ کرو رومیوں ۱۶: ۱۸۔ لفظ پیٹ یا دوسری اصطلاح میں اگرچہ کھانے پینے کی چیزوں وغیرہ کے گناہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن بالعموم یہ شہوانی گناہوں کا مرادف ہے۔ اور یہاں اس سے مراد ہر قسم کی نفسانی زندگی ہے۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اکثر بدعتی جو معلم دین کھانے پینے کی آزادی کے متعلق کسی نہ کسی قسم کے عادی رہتے تھے اور کئی بار رسول نے انکو اس امر کے لئے ملامت بھی کی۔ (رومیوں ۱۴: ۱۵ و ۱ قرنتھیوں ۶: ۱۳؛ ۸: ۸)

جو لوگ رسول کے مدنظر ہیں ممکن ہے کہ وہ گو ظاہر میں اپنی معرفت کے دعویدار تھے اور اپنی معرفت روحانی پر فخر کرتے تھے لیکن اعمال کے لحاظ سے ان کا خدا پیٹ تھا اور وہ جسم کے غلام تھے۔

وہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں۔ وہ اپنے ایک خاص فخر کے دعویدار تھے یعنی یہ کہ فلسفیانہ طریق سے سچائی اور نیز دوسرے امور پر تفکر کرتے اور ان کو بہ نسبت عوام کے زیادہ صداقت اور کامل طور سے سمجھتے تھے۔ وہ اس بات پر بھی نازاں تھے کہ انکو زیادہ آزادی حاصل تھی۔ لیکن اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو وہ جن باتوں پر اسقدر ناز کرتے تھے درحقیقت ایک خوفناک ذلیل حالت تھی۔ کسی شخص کا اپنے کو مفکر فلسفی کے دکھلانا اور اسکے ساتھ ہی شہوانی زندگی بسر کرنا ذلیل قسم کا فخر ہے۔ افسوس! ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے کتنے فلسفی ہندوستان میں آجکل دیکھتے ہیں۔

لفظ فخر اس خط کے مقامات ذیل میں آتا ہے ۱: ۲۶ و ۲: ۱۶ و ۳: ۳۔ آسمانی فخر جس کا ذکر ۳: ۲۰ و ۲۱ میں آتا ہے۔ اس ذلیل فخر سے اسکو کیا نسبت ہے۔

اور دُنیا کی چیزوں کے خیال میں رہتے ہیں۔ لفظ خیال وہی ہے جو اس خط میں بارہا آتا ہے دیکھو باب ۲ و دیکھو شرح ۱: ۷ و ۲: ۲ وغیرہ۔ جو لوگ یہاں زیر بحث ہیں۔ اُن کا یہ حال تھا کہ انکے خیالات اور سود و زیاں اور محبت کا انحصار محض دنیاوی چیزوں میں

رہتا تھا۔ گویا ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم ایک فوق المادہ دُنیا میں رہتے ہیں اور اسرار الٰہی سے واقف ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ زمین سے تعلق رکھتے تھے اور زمینی تھے۔ اس کی ضد کلسیوں ۳: ۲ میں ہے۔

ان کی طبیعت کا ایسا رجحان گویا اس مزاج سے جس کا ذکر آیت ۳: ۵ میں آتا ہے۔ قطیبین کا سا ایک اصول رکھتا تھا۔

۲۰۔ مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے۔ اور ہم ایک منجی یعنی خداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کے انتظار میں ہیں

مگر ہمارا۔ یونانی میں لفظ ہمارا پر شدت کا زور پایا جاتا ہے۔ اس لفظ کا تعلق عبارت ماقبل سے اسطرح پر ہے کہ وہ ادنیٰ زمینی زندگی بسر کرتے ہیں مگر ہم اسطرح نہیں کیونکہ ہمارا مستقر آسمان میں ہے۔ اور ہمارے مقاصد و دلچسپیاں سب کچھ وہیں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لفظ "ہمارا" کے ذریعہ سے رسول اپنے کو اور نیز اپنے تابعین کو ان لوگوں سے علیحدہ کر لیتا ہے جنکی بدکارانہ زندگی پر وہ آیات ماقبل میں ملامت کر چکا ہے

وطن۔ دیکھو شرح ۱: ۲۷ جہاں اسی لفظ کے ہم مادہ ایک لفظ استعمال ہوا ہے عہد جدید میں یہ لفظ بطور اسم کے اور کہیں نہیں آتا۔

اسکے معنی مندرجہ ذیل میں سے ایک یا دونوں ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہماری سلطنت یا بلدیہ وطن۔ وہ جمہوری حکومت معہ اسکے مرکز مستقر کے جس سے ہمارا بلحاظ قانونیت کے تعلق ہے بشپ مول اس سے وطنیت کا دار القرار کہتے ہیں۔ یہاں اشارہ اس جنم جیومر کی سرزمین سے ہے جس سے ہمارا تعلق ہے اسکے دفتر ہمارے نام درج ہیں اسکے سارے حقوق میں ہمارا حصہ ہے اسکے قوانین کے ہم تابع ہیں۔ اور بحیثیت اس آسمانی ملکیت کے وکیل ہونے کے یہ ہمارے شایاں ہے کہ ہم اس زمین پر ایسی زندگی بسر کریں کہ گویا ہم جلد اپنے

اُس بلدی وطن کو دیکھنے کے منتظر ہیں۔

اس لفظ کا مذکورہ بالا مفہوم ایک ایسے محدود مقام و نیز ایک منظم علاقہ کو معین کرتا ہے جو گویا وہاں مستقل طور پر آباد ہے

(۲) ہمارے اعمال بلدیہ یا مراتب بلدیہ معہ ان کے حقوق اور بلدیہ فرائض عملی کے جو ہمکو اس جلیل القدر جمہوری ریاست سے تعلق رکھنے کے باعث حاصل ہیں اور جنہیں ہمکو جاننا اور پورا کرنا لازم ہے۔ حالت اول میں گویا ہمارے جنم جیوم کی سرزمین معہ اسکی ساری باقاعدہ شان و شوکت کے مدنظر ہے اور حالت ثانی میں ہمارے وہ مراتب و فرائض مدنظر ہیں جو ہمیں بحیثیت اس کے قانون کے رعایا ہونے اور اس کے افتخار کے حقدار ہونے کے حاصل ہیں یہ دونوں تاویلیں قابل پسند ہیں اور یہی کی حالت سے مناسبت رکھتی ہیں۔

کوئی پیرو ہڈسن سمجھتے ہیں کہ اس سے زندگی کی وضع مراد ہے۔ اور یوں تاویل کرتے ہیں کہ ہمیری زندگی آسمان پر قائم ہے لیکن یہ خیال گو اس سے متناقض تو نہیں مگر ناکافی ہے۔

آسمان پر بیٹھے بمقابلہ زمینی چیزوں کے۔ آیت ۱۹۔

بشپ مول اس کی توضیح یوں کرتے ہیں۔ اُس آسمانی ملک میں جہاں خدا موجود ہے اور جسکے لئے وہ ہم کو تیار کرتا ہے۔ اکثر قدیم آبادوں نے آسمانی شہر یا حالت کے خیال پر بہت کچھ کہا ہے۔ اور خاصکر مقدس اگستان نے اپنی مشہور کتاب "خدا کے شہر" میں بہت کچھ اس کی بابت غور و فکر سے لکھا ہے۔ ہر زمانہ میں مسیحیوں کے لئے یہ خیال اعلیٰ تحریکوں اور اثرات کا باعث ہوا ہے اس خیال کا جو روزانہ زندگی پر عملی اثر ہونا چاہئے اسکے لئے دیکھو فلپیوں ۳: ۱۱-۱۷۔

ہے۔ یہ وہی لفظ ہے جو ۲: ۶ میں آچکا ہے اور جس سے مراد "مستقل ہستی" ہے ہم آسمان لفظوں میں یوں ترجمہ کر سکتے ہیں ہمارا بلدیہ وطن ایک مستقل خواب و خیال نہیں ہے بلکہ اس کا اسوقت بھی وجود ہے۔ وہ آسمان میں من حیث الوجود موجود ہے اور وہ ایک ناقابل مجاریہ واقفیت رکھتا ہے۔

ایک منجی۔ وہ جو بلحاظ اپنی خصلت طبعی اور کام کے دراصل ایک منجی ہے جسطرح کہ اس نے اپنے لوگوں کو گناہ کی سزا اور اسکی قوت سے چھڑایا ہے۔ اسی طرح وہ انکو گناہ کے بالکلیہ

اوپر سے خلاصی دینے کے لئے آنے والا ہے تاکہ اس طرح نجات کے کام کی تکمیل کرے اور اسکو انجام کو پہنچائے ۔ ہمارے بدنوں کی خلاصی اس نجات کے کام کی انتہائی تکمیل ہوگی جسکو مسیح نے اپنی موت اور جی اُٹھنے سے پورا کیا ۔ اس لفظ سے جو پوری اور آخری نجات مراد لی گئی ہے اسکے لئے دیکھو مقامات ذیل ۔ رومیوں ۸ : ۲۳ و فلپیوں ۱ : ۱۹ و ۲۸ (تشریح) ۱ تسلنیکیوں ۵ : ۸ - ۹ - ۲ تھسلنیکیوں ۲ : ۱۳ ۔ ۲ تیمتھیس ۲ : ۱۰ و ۴ : ۱۸ عبرانیوں ۱ : ۱۴ و ۵ : ۹ و ۹ : ۲۸ ۔ ۱ پطرس ۱ : ۵ وغیرہ وغیرہ

ہم ایک بادشاہ کے آنے کی یا ایک منصف کے آنے کی انتظاری کر سکتے تھے مگر نہیں ہم ایک منجی کے آنے کی انتظاری کرتے ہیں کیونکہ ہمیں مسیح کی اُمید ہے کہ جب وہ آئیگا تو ہمیں گناہ کے اس آخری داغ سے جو ابھی رہ گیا ہے کامل خلاصی بخشیگا ۔

خداوند یسوع مسیح ۔ مقابلہ کرو اسی لقب کا آیت ۸ سے ایسے موقع پر پورے شاندار لقب کا استعمال ہونا مناسب ہے ۔ وہ جو آنے والا ہے ہمارا جلال یافتہ اور بلند مرتبہ بادشاہ ہے اور خداوند ہے (۲ : ۹ - ۱۱) بادشاہت اور قدرت اور جلال اسی کا ہے اور وہ ہمارا آقا بھی ہے ۔ اور ہم اُسی کے ہیں اور اسی کی خدمت کرتے ہیں ۔

وہ یسوع ہے جو ہمارے لئے مرا اور اُس کا خون ہمارے سارے اعتقاد کی بنیاد ہے بلکہ یہ وہی ہے جس کا نام نامی اس بات کا متقاضی ہے تاکہ وہ اپنے عمل نجات کو انتہا کمال تک پہنچائے اور وہ مسیح ہے ۔ عہد جدید کا ممسوح درمیانی اُسی کو بیچ عہدہ کی لیاقت کے باعث یہ حق ہے کہ ہم کو بچانے والے ہم پر حکومت کرے اور ہم پر بادشاہ ہو ۔ اور جتنی پیشینگوئیاں ابھی تک پوری نہیں ہوئیں اُن کا بالآخر وسیلہ اسکی ذات میں پورا ہونا ہے ۔

وہاں سے ۔ اس سے بعض آسمان مراد لیتے ہیں اور بعض وطن لیکن یہ وطن مطلب یہ ہے کہ ہم ایک منجی کے انتظار میں ہیں جو آسمانی حکومت کی سرزمین سے آنے والا ہے تاکہ ہم کو اپنے پاس لے جائے ۔

انتظار میں ہیں ۔ اس فعل میں ایک پُر اشتیاق انتظاری متصور ہے جیسے کہ کوئی ہر لحظہ و ہر لمحہ کسی اپنے حبیب کا انتظار کرتا ہے ۔ عہد جدید میں جہاں جہاں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے ۔ اس کا مقابلہ و مطالعہ کرنا مفید ہوگا ۔

ہم کمال آرزو سے انتظار کرتے ہیں (۱) خدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کا ۔ رومیوں ۸ : ۱۹ (۲) بدن کی خلاصی کا رومیوں ۸ : ۲۳ (۳) جس چیز کو نہیں دیکھتے ۔ اُس کا رومیوں ۸ : ۲۵ (۴) ہمارے خداوند یسوع مسیح کے ظہور کا ۔ ۱ کرنتھیوں ۱ : ۷ (۵) راستبازی کی اُمید بر آنے کا ۔ گلتیوں ۵ : ۵ (۶) آسمان سے ایک منجی کا ۔ فلپیوں ۳ : ۲۰ (۷) مسیح کی آمد ثانی کا بغرض نجات عبرانیوں ۹ : ۲۸ ۔

پس جہانتک کہ اس انتظاری کا تعلق انسان سے ہے یہ بالکلیہ اور سراسر آمد ثانی کے اظہار کا فعل ہے اور یہی ایمانداری کی مبارک اُمید سے وابستہ ہے ۔ عہد جدید کے صرف ایک اور مقام میں جہاں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے وہ ۱ پطرس ۳ : ۲۰ ہے اور اس مقام پر یہ انتظاری خدا کی طرف سے بیان کی گئی ہے کہ خدا نوح کے وقت میں تحمل کر کے ٹھہرا رہا ۔ یعنی نافرمان روحوں کی رجوع پر وہ اپنے عجیب تحمل سے انتظار کرتا رہا ۔

پس اس لفظ کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے ۔

(۱) خدا کی طرف سے گویا انسان کے رجوع لانے کی ایک پُر اشتیاق آرزو ۔

(۲) انسان کی طرف سے وہ مسیح کی آمد کا جوشش انتظار ۔

۲۱ - وہ اپنی اُس قوت کی تاثیر کے موافق جس سے سب چیزیں اپنے تابع کر سکتا ہے ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا ۔

قوت یونانی میں اس لفظ کے معنے ہیں مؤثر طریق عمل ۔ عہد جدید میں اسکو صرف مقدس پولس نے مقامات ذیل میں استعمال کیا ہے ۔ افسیوں ۱ : ۱۹ و ۳ : ۷ - ۴ : ۱۶ ۔ کلسیوں ۱ : ۲۹ و ۲ : ۱۲ و ۲ تھسلنیکیوں ۲ : ۹ و ۱۱ ۔ ان مجموعہ آیات کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا ۔ منجملہ ان مقامات کے افسیوں ۱ : ۱۹ و ۳ : ۷ و کلسیوں ۱ : ۲۹ میں یہی جملہ آتا ہے " اپنی قدرت کی تاثیر کے موافق " یہ امر قابل دلچسپی ہے کہ رسول خاص کر اپنے اُن خطوط میں جو اُس نے

قید کی حالت میں لکھے تھے۔ اس خیال پر توجہ دلاتا ہے۔

موافق۔ یہ لفظ گویا قوت کے مقدار یا مقیاس یا قاعدہ پر اشارہ کرتا ہے جب ہم حیرت آمیز استعجاب سے پوچھتے ہیں کہ کونسی قوت تمہاری پست حالی کے بدن کی شکل کو اسکے جلالی بدن کی صورت پر تبدیل کر سکتی ہے تو مقدس پولس اس کے جواب میں خدا کی قدرت کی تاثیر کے مقدار و اندازہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بلحاظ ان وسائل اور ذرائع کے جو قدرت مطلق کو لازم ہیں وہ ایسی قلب ماہیت اور تبدیلی صورت کرنے پر قادر ہے اور اسکو وہ کریگا۔ اسی لئے یہی رسول نہایت خوبی سے (فلپیوں ۲: ۱۲) میں کہتا ہے کہ ہم خدا کی قوت پر ایمان لائیں۔ اسکی قدرت کا محل و آمد اس کی غیر محدود قدرت کے اندازہ سے ہے۔

سب چیزیں۔ یونانی میں چونکہ اس لفظ پر خاص حرف تعریف ہے۔ اسلئے اس پر ایک خاص زور ہے اور مراد یہ ہے کہ ساری موجودات بعینہٖ جن جملہ مقامات ذیل میں آتا ہے روم ۸: ۳۲ و ۱۱: ۳۶ و ۱ کرنتھ ۸: ۶ و ۱۲: ۱۹ و ۱۵: ۲۷-۲۸ و ۲ کرنتھ ۵: ۱۸ افسیوں ۱: ۱۰-۱۱ و ۲۳ و ۳: ۹ و ۴: ۱۰ وغیرہ وغیرہ۔ اس کی مطیع کرنے والی قدرت ایسی وسیع ہے کہ کوئی چیز اس سے باہر نہیں خواہ وہ ہمارے خاص یافتہ بدن میں ہو یا اطراف عالم میں وہ ایک ہمہ جا قدرت مطلق ہے اور کامل فتح اسی کو ہوگی۔

اپنے۔ یعنی مسیح کے۔ اس وعدہ کے موافق ہم اس وقت کی امید کرتے ہیں جبکہ اسکے سارے دشمن اس کے پاؤں کی چوکی بن جائینگے (عبرانی ۱۰: ۱۲-۱۳) اور وہ بطور وسیلہ و درمیانی ہونے کے اپنے مسیحانہ کام کو پورے انتہائی کمال پر پہنچائیگا۔ اور سب لوگ صرف اسی کو فاتح اور بادشاہ تسلیم کرینگے (۱ کرنتھ ۱۵: ۲۴-۲۸) تب وہ اپنے مقدسوں میں جلال پائیگا اور سب ایمان لانے والوں کے سبب سے حیرت کا باعث ہوگا (۲ تسلونیکیوں ۱: ۱۰) کیونکہ اس کی نئی خلقت یعنی منجی اور مقدس اور ممجد لوگوں کے گینہ سے ہی اسکی حکمت فضل اور قدرت کا تماشا ظہور ہوگا۔

اگر ہم اس کی قدرت کے وقیاس الاجلال کی تاثیر پر غور کریں جیسا کہ اس ہدایت میں مذکور ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بے پایانی کا ظہور ہو جائیگا۔ اور امید و خوشی متحرک ہوگی۔

تابع کر سکتا ہے۔ مقابلہ کرو ۱ کرنتھ ۱۵: ۲۵-۲۸ افسیوں ۱: ۲۲ عبرانی ۲: ۸ بہت سے مقامات میں مغلوب کرنے والے کی نسبت باپ کی طرف ہے۔ لیکن چونکہ مسیح اس موجودہ عہد کا درمیانی ہے (فلپیوں ۲: ۹-۱۰) اور اسی کے ذریعہ او راسکے ساتھ باپ کام کرتا ہے۔ اس لئے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

اس آیت کے پڑھتے وقت ہمارے خیال خود بخود باب ۲: ۱۰-۱۱ کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ وقت آئیگا جب خداوند یسوع اپنی جلیل قدرت میں ظاہر ہوگا اور سب چیزوں کو مطیع و تابع کریگا اور سب پر حکومت کریگا۔

ہماری پست حالی کے بدن۔ آدم کے گناہ میں گرنے سے ہمارے موجودہ بدن میں نقص آگیا ہے۔ شیطان نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور گناہ نے اسکو داغدار کر دیا ہے۔ اس واقعی بات کے باعث ہمارے بدن کی مخلصی ایک بڑی ضروری بات اور جلالی امید ہے۔ خداوند کے آنے کے وقت یہ بدن ایسا مبدل ہو جائیگا کہ نہ تو گناہ کا نشان باقی رہیگا اور نہ اسکی ندامت۔

یہ جملہ ہم کو اس پست حالی کی بھی خبر دیتا ہے جو ان اثر پذیریوں اور کمزوریوں اور بندشوں سے پیدا ہوتی ہے جو ہمارے فانی جسم پر محیط ہیں۔ انہیں بندشوں کے باعث اور ان سے جو مجبوریاں روح انسانی کے کامل اور آزاد افعال پر عائد ہوتی ہیں ٹینیسن شاعر نے جسم کی بابت کیا خوب کہا۔ پاک انسانی روح کا یہ زندان جو پسلیوں کے حقیر پنجر کے کٹہرے سے گھیرا ہوا ہے۔۔

فلسفیوں اور شاعروں نے ہر ایک ملک میں جسم انسانی کے بار اور اسکی کمزوریوں پر حیرت آمیز توجہ کیا ہے اور خود ہندوستان کے فلسفیوں اور شاعروں نے جسم انسانی کو ایک پنجرا اندوہ سے تعبیر کیا ہے۔ کتاب مقدس کی یہ تعلیم کیسی عظیم الشان اور امید دہ ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب ہمارے بدن کی تقلیب ماہیت ہوگی اور بدن تمام ایسی بندشوں اور مجبوریوں سے جو اس کو گھیرے ہوئے ہیں مخلصی پائیگا اور نیز گناہ کا داغ بھی مٹ جائیگا۔ یہ تعلیم ہنود کے بیہودہ تناسخ سے بالکل علیحدہ شے ہے جس میں جنموں کا تھکا دینے والا ایک سلسلہ اور ہزار طرح طرح کے جسم پلانا اور آخر کار تمام جسموں کا غائب ہو کر بطور ہستی کے فنا ہو جانے کا خیال ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے نفسانی بہشت سے بھی یہ بدرجہا بہت اعلیٰ ہے۔

اگرچہ ہم بدن کی پست حالی کو پورے اور گہرے طور سے محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم ایک دوسری صداقت کے بھی جو خدا کے کلام میں منکشف کی گئی شکرگزاری سے قائل ہیں کہ ایماندار کا بدن گناہ کی قدرت سے خلاصی پا چکا ہے اور بحالت موجودہ وہ روح القدس کی ہیکل ہے (رومیوں ۶: ۱۰-۱۱ و ۱-کرنتھیوں ۶: ۱۳ و ۱۹-۲۰) باوجود ان بندشوں اور کمزوریوں کے جو ہنوز ہمارے بدن کو گھیرے ہوئے ہیں خدا نے اسکو ایسی عزت دی ہے کہ اس کو اپنا مقدس بنایا ہے اور دنیا میں اپنے منشا کی تکمیل کرنے کے لئے اسکو ایک آلہ ٹھہرایا ہے (رومیوں ۶: ۱۳ و ۱۲: ۱-۲) بُت پرست فلسفیوں اور مسیحی بدعتیوں کی اس باطل تعلیم کی بابت کہ مادہ بذاتہ فاسد شے ہے اس آیت سے کسی قسم کی تائید نہیں ہوتی۔ مسیح کی نجات کامل انسان یعنی جسم روح اور جان سب پر حاوی ہے (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۲۳)۔

لفظ پست حالی دوسری جگہ مقامات ذیل میں آیا ہے لوقا ۱: ۴۸ اعمال ۸: ۳۳ و یعقوب ۱: ۱۰۔

صورت پر ہو جائیگا۔ یونانی میں یہ ایک لفظ صورت صفت ہے یعنی ہم صورت [illegible] اور رومیوں ۸: ۲۹ میں ہم صورت دارد آیا ہے اس کے ہم مادہ ہے اور صرف رومیوں ۱۲: ۲ میں پیکر ملتا ہے۔ مقابلہ کرنا دلچسپ ہوگا۔ صاف و صریح طور سے یہ ایک ایسی شکل پر دلالت کرتا ہے جو حقیقی اور قائم و دائم ہے اور یہ ہمارے موجودہ شکل کی تغیر پذیر حیثیت سے بالکل متضاد ہے بشپ لائٹ فٹ کی توضیح میں اس خیال کو بہت عمدہ طور سے یوں ظاہر کیا ہے۔ ہماری پست حالی کے بدن کی وضع کو بدل کر اپنے جلالی بدن کی صورت پر اس کو قائم کریگا۔ اس صورت کی تبدیلی میں تمام مشابہات کا خیال ہے اور مقابلہ محض ظاہری شکل کے اصلی صفات متصور ہیں مسیح کے آسمانی پر فانی ناقص اور عارضی شکل رخصت ہو کر ایک مستقل کامل اور اصلی صورت میں بدل ہو جائیگی۔

ہاں جب مسیح کا ظہور ہی زیادہ مستقبل میں ہے۔ ابھی اس کی خوشی اور اطمینان بڑے ہیں لیکن تب اس سے بہت زیادہ ہونگے۔

اپنے جلال کے بدن مسیح کو جو بدن اپنی جلال یافتہ حالت میں حاصل ہے وہ

ہمارا نمونہ ہے جسکے موافق ہم تبدیل پذیر ہونگے۔ اس جملہ پر اسکے جلال کا بدن ہم کو خوب غور کرنا چاہئے اور اُسے لفظ بہ لفظ بالمقابلہ جملہ پست حالی کے بدن کے جانچنا چاہئے۔ ہماری پست حالی اور ان کا جلال دونوں میں کس قدر چوڑا خلیج واقع ہے لیکن اسکے فضل نے اُس پر ایک پل باندھ دیا ہے۔ اور ہم اُس پر سے گزرنے والے ہیں۔ ہمارے خداوند کے جی اٹھنے کے ماجرے کو اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس سے اس امر کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے کہ اسکے جلال کے بدن کی خاص خصوصیتیں ہیں ہم کو یہ معلوم ہوگا کہ خداوند کے جی اٹھنے کے بعد اس کا جلالی بدن بلا مزاحمت بند دروازوں میں سے اندر گزر گیا۔ اور نیز قانون کشش کی رکاوٹ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور ہم کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کے عزیز ترین دوستوں نے بھی اس کو نہ پہچانا۔ حالانکہ اس وقت اس کا بدن وہی تھا جو صلیب پر کیلوں سے چھیدا گیا تھا اور جس میں وہ ساری نشانیاں ثبوت کے لئے موجود تھیں۔

ہمارے جی اٹھنے کے بعد ہمارا بدن بھی اُسی کے بدن کے مشابہ ہو جائیگا۔ اس کے متعلق ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۳۵ و ۴۴ کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ وہ شکل بدل کر۔ یونانی میں یہ فعل ایک لفظ میں ہے اور باب ۲: ۶ میں جو لفظ صورت آیا ہے اسی کے ہم مادہ ہے صرف ان چند اور مقامات میں آیا ہے۔ ۱-کرنتھیوں ۴: ۶ - ۲-کرنتھیوں ۱۱: ۱۳-۱۴-۱۵۔

یہ لفظ اس خیال کو پیش کرتا ہے کہ ہمارا موجودہ بدن مستقل اور غیر متغیر نمونہ نہیں ہے بلکہ صرف ایک عارضی اور خیالی شکل ہے یہاں ان لوگوں کے لئے جن کو بسبب کسی بیماری یا ضعیف بدنی کے اپنا بدن وبال ہو رہا ہے ایک امید و تسلی حاصل ہو سکتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال بھی اس خیال کی تہہ میں پایا جاتا ہے کہ جلال یافتہ بدن کے جو اصلی جوہر ہیں وہ بالقوہ اس بدن میں موجود ہیں گر اب صرف گویا ان عوارض کا تبدیل ہونا ہے جو اسوقت ہمارے بدن سے لاحق ہیں۔

روح القدس کا ایماندار میں سکونت کرنا۔ اس آنے والی تبدیلی کی ضمانت اور بیعانہ ہے (رومیوں ۸: ۱۱) خداوند کے ظہور کی امید اس کی کلیسیا کی سب سے بڑی امید ہے جسطرح ہم اسکو سمجھے جائینگے اور اس کے جلال کی روشنی میں زندگی بسر کرینگے اور مسیح کی آمد کے شوق سے انتظار کرینگے ہم اس دوڑ میں دوڑنے کی قوت اور تحریک حاصل کرینگے جو اس خط میں ہمارے سامنے پیش کی گئی

ایسی پُرجوش اُمید دُنیا کے کسی بُت پرست دین میں نہیں پائی جاتی ہے پس ہندوستانی کلیسیا ایک ایسی کلیسیا ہو جو اُس شخص کے واپس آنے کی پُرجوش انتظاری کرے جو جو ساری چیزوں کو تابع کر سکتا ہے اور کریگا۔

باب چہارم

۴:۱-۹ اتفاق۔ خوشی۔ تحمل اور دعا کی بابت نصیحتیں

۱۔ اِس واسطے اے میرے بھائیو! جن کا میں مشتاق ہوں جو میری خوشی اور تاج ہو۔ اے پیارو۔ خداوند میں اسی طرح قائم رہو۔

اس واسطے۔ دیکھو شرح ۲:۱۲ جہاں یہی لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور وہاں اس کا ترجمہ پس کیا گیا ہے یہ لفظ گویا مضمون اقتباس جو عملی نتیجے پیدا ہونے چاہئیں اُنکی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی جیسا ایسی جلیل اُمید ہمارے مدِنظر ہے کہ مسیح آنے والا ہے اور ہماری پست حالی کو مبدل بہ جمالی کر کے ہمکو اپنے نزدیک منتقل کرنے والا ہے اسواسطے تم مسیح میں قائم رہو۔ اور اور جو عملی فرائض اب ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر کاربند رہو۔

مسیح کی آمدِ ثانی کے پُرجوش انتظار کا ایمان پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے ایک زبردست محرک ہم سب کیلئے ہونا چاہئے (رومیوں ۱۳:۱۱-۱۴۔ ۱-قرنتھیوں ۱۵:۵۸۔ کلسیوں ۳:۴-۵۔ ططس ۲:۱۱-۱۴۔ ۲-پطرس ۳:۱۱-۱۴۔ ۱-یوحنا ۳:۲-۳)۔

میرے بھائیو۔ مقابلہ کرو شرح ۳:۱۳-۱۷ جس جگہ کے بیان یہی رسول ایک اہم نصیحت کا شروع اس خطاب سے کرتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ مکرر ۴:۸ میں آتا ہے۔

پیارے۔ دیکھو شرح ۲:۱۲۔ اس محبت آمیز خطاب کا اس آیت میں مکرر آنا قابل لحاظ ہے۔ رسول ہمیں نصیحتوں کو زیرِ پیرایہ میں پیش کرتا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مشنری کا دل محبت سے لبریز تھا

کسی ہندو نو مرید نے ایک انگریز پادری صاحب سے کہا خوب کہا۔ ہندوستان محبت پسند ملک ہے۔ آپ جو چاہیں وہ ہندوستان کے لوگوں سے کرا سکتے ہیں بشرطیکہ آپ ان سے محبت کریں اور ان پر ظاہر کریں کہ آپ ان سے محبت رکھتے ہیں۔

جن کا میں مشتاق ہوں۔ یونانی میں بصورت فعل یہ لفظ اس خط کے ۱:۸ اور ۲:۲۶ میں پایا جاتا ہے۔ دیکھو شرح ۱:۸ اور اس کا ہم جنس اسم رومیوں ۱۵:۲۳ اور ۲-قرنتھیوں ۷:۷ و ۱۱ میں ہے۔

رسول اپنے فلپی دوستوں کو جسمانی یعنی ظاہری جدائی کو محسوس کر کے اپنے سخت قلبی اشتیاق کو ان پر ظاہر کرتا ہے اس آیت میں اظہار محبت کے مختلف الفاظ کا جمع ہونا قابل لحاظ ہے

میری خوشی اور تاج۔ اسی قسم کا مجموعہ الفاظ ۱-تھسلنیکیوں ۲:۱۹ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہاں بھی ان کا تعلق ہمارے خداوند کی آمدِ ثانی سے ہے۔

خوشی۔ اس میں حال و استقبال دونوں خوشی مقصود ہیں موجودہ خوشی اس بنا پر ہے کہ [illegible] اپنی رسالت کی دوڑ میں مصروف ہے (۱-تھسلنیکیوں ۳:۹ مقابلہ کرو ۴:۱) اور آئندہ خوشی جس کی وہ منتظر [illegible] ہوگی اور مسیح کے دن پر بادشاہ کے حضور میں وہ اپنے عزیز مریدین کو مظہر و منور دیکھے [illegible] (۲:۱۶ و ۱-تھسلنیکیوں ۲:۱۹-۲۰ و ۲-قرنتھیوں ۱:۱۴)۔

تاج یعنی جیتنے والے کا سہرا جو انتدار خادم الدین کو ملیگا (۱-پطرس ۵:۴) اور خوشی کا [illegible] وہ سہرا جو کہ شادی کی ضیافت کے دن پہنا جاتا (مکاشفہ ۱۹:۹)۔ صنوبر کے پتوں کا تاج کامیاب پہلوانوں [illegible] انعام بھی تھا۔ اور جلسوں کے موقعوں پر بطور خوشی کے زیور کے۔ رسول اُن لوگوں کو جنہیں [illegible] کے لئے جیتا ہے اپنی خوشی اور انعام سمجھتا ہے۔ اگر ہم بھی اس تاج کے پہننے کے آرزومند [illegible] کہ روحوں کو جیتیں اور ہندوستان میں روحوں کے جیتنے کے لئے بڑا وسیع میدان ہے۔

بُت پرست ممالک مسیح کے لئے معدن جواہرات ہیں (ڈوکس)

اسی طرح یعنی کہ جس حال میں ایک ایسا خاص نشانہ مدِنظر ہے (۳:۱۴-۲۰) اور ایسا عظیم [illegible] مبارک اُمید (۳:۲۰-۲۱) جو آسمانی وطن داروں کے شایان ہے۔

قائم رہو۔ دیکھو شرح ۱:۲۷ جو اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ ان کے سامنے کیا ہے۔ اور جنکا جلال آئندہ پر مضبوط یقین ہے۔ وہ صرف پاکیزگی بخوبی قائم رہ سکتے اور اپنے طریق زندگی پر مضبوطی سے

سالم [illegible] ساتھ چلے چلنا ہیں ۔ مقابلہ کرو (اقرنتھ ۵۸:۱۵)۔

خداوند میں ۔ دیکھو شرح ۱:۱۴ اور مقابلہ کرو افسیوں ۱:۱ [illegible] گویا رسول یوں کہتا ہے۔ اپنے

[illegible] مسرت کی بنا پر جو ان کو مسیح کے ساتھ ہے۔ اور مسیح کی حضوری کے دستور کے

[illegible] اس کو [illegible] پناہ گاہ [illegible] اس میں [illegible] برقرار رہو۔

۲- میں یوودیہ کو بھی نصیحت کرتا ہوں اور سنتخے کو بھی کہ وہ خداوند میں یک دل رہیں۔

میں یوودیہ کو بھی نصیحت کرتا ہوں ۔ اس کا ترجمہ التماس [illegible] منت کرنا بھی ہو سکتا ہے

(دیکھو ۲ قرنتھ ۱:۱۰ [illegible] ۸:۱۲ وغیرہ ۲ قرنتھ [illegible] ۱:۷ اور ۵:۱ وغیرہ) پولس کا براہ راست خطاب کیا گیا ہے جس کی

[illegible] دونوں شخص یعنی یوودیہ اور سنتخے کو [illegible] گویا ایک کو دوسرے اور دوسرے کو

[illegible] سے بچا کر دونوں کو مسیح میں میل جول کی کوشش کرتا ہے۔

[illegible] مثال باہمی [illegible] سے فیصلہ کرنا [illegible] جس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ

ہر ایک [illegible] کو علیحدہ علیحدہ سمجھایا جائے ۔ اور ان [illegible] صلح کرا دیں ۔

یوودیہ اور سنتخے ۔ پرانے یونانی کتابات میں یہ دونوں [illegible] پائے جاتے ہیں جو یونانی

ہیں ۔ عام نام تھے ۔

ان دو مسیحی عورتوں کا ذکر صرف یہاں ہی آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیائے فلپی میں یہ بھی

[illegible] معزز و [illegible] تھیں ۔ اور یہ قیاس کیا جاتا ہے [illegible] فلپی [illegible] (۱۴:۱۶) سے یہ [illegible] تھیں

[illegible] کہ پولس جب فلپی میں [illegible] ان خاتونوں نے اس کی دینی اشاعت کے

[illegible] باوجود کہ یہ [illegible] تھیں لیکن کلیسیائے فلپی میں جو ایک قسم کا جھگڑا

پیدا ہو گیا تھا وہ [illegible] اس کی یہ [illegible] معلوم نہیں کہ آیا یہ جھگڑا محض ذاتی

قضیات کے متعلق تھا یا انتظامی امورات کے متعلق ۔ یا اس کا سبب کوئی مسیحی کلام کا مسئلہ دینی تھا ۔

بہر حال ان دونوں مسیحی عورتوں میں باہمی اختلاف تھا اور اس اختلاف کی وجہ سے کلیسیائے فلپی میں

بھی اختلاف پڑ گیا تھا ۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ تاریخ کلیسیا کے اس ابتدائی زمانہ میں عورتیں مسیحی جماعت میں کیا

اثر رکھتی تھیں ۔ اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مقدونیہ کی دینی اشاعت میں ان خواتین

نے کچھ کم مدد نہیں دی ۔ (اعمال ۱۳:۱۶ و ۱۵ و ۴۰ و باب ۴:۱۷ و ۱۲)

بشپ لائٹ فٹ نے یونانی کتبوں سے جو دستیاب ہوئے ہیں یہ شہادت مستخرج کی

ہے کہ مقدونیہ کی کلیسیا میں عورتیں بہت با اثر مرتبہ رکھتی تھیں اور یہ امر نئے عہد نامہ کی تاریخ سے

بھی مطابقت رکھتا ہے ۔

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہماری جماعتوں میں بھی اکثر جھگڑے خادم الدینوں و نیز معتبر [illegible]

[illegible] کے باعث اٹھا کرتے ہیں اور باہمی شخصی حسد اور ذاتی جزائی فخر کا خیال جس طرح اس زمانہ میں

تھا اب بھی نظر آتا ہے ۔

دینی اشاعت کے کام میں کبھی بعض اوقات طریق اشاعت میں اختلاف آ جاتے ہیں ۔

مشنوں میں اختلاف پڑ جاتا ہے اور نئے نئے فریق قائم ہو جاتے ہیں ۔ اس زہر کا تریاق [illegible]

ایک چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سب میں ویسا ہی مزاج ہو جیسا کہ مسیح یسوع کا تھا ۔ ۵:۲ ۔

کہ وہ خداوند میں یک دل رہیں یعنی ایک ہی چیز کا خیال کریں ۔ یہ وہی [illegible]

۲:۲ میں آ چکا ہے (دیکھو شرح [illegible]) اس فقرہ کا ایک نہایت اہم مضمون ہے [illegible]

[illegible] اگر مختلف خیالات و خواہشات ایک نقطہ واحد پر جمع ہو جائیں تو تمام اختلاف دور ہو جاتے [illegible]

خداوند میں ۔ یہ کلمہ ساتویں دفعہ اس خط میں مستعمل ہو چکا ہے (۱:۱۴ و ۲:۱۹ و ۲۴ و ۲۹ و [illegible]

[illegible] اور ۲ مقامات پر یہ پھر آنے والا ہے یعنی آیات ۴ و ۱۰ (دیکھو شرح ۱:۱۴) رسول کا بار بار اس

[illegible] خداوند میں پر زور دینا ایک خاص معنی رکھتا ہے ۔ اور یہ معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ

خداوند میں اور اس کی حضوری میں جھگڑے ٹنٹے کی گنجائش نہیں ۔

لفظ خداوند یونانی میں کیوریاس ہے اور اس کے معنی آقا کے بھی ہیں ۔ اور فلپی کے جھگڑنے

[illegible] کیلئے اس مقام پر آقا کا مفہوم ایک خاص اثر و زور رکھتا ہے یعنی پولس گویا ان سے یوں

کہتا ہے کہ تم ایک ہی شے کا خیال خداوند میں رکھو کیونکہ وہ تم سب کا مشترک آقا ہے ۔ اور اس کے

[illegible] کو باہم نہ جھگڑنا چاہیئے بلکہ اپنے آقا کے کام میں مشغول رہنا چاہیئے ۔ یہ معنی قرین قیاس

معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو لفظ "ہم خدمت" یونانی کا ہے اسکے بعد بھی آیت ۳ میں آتا ہے وہ اس خیال کو تقویت دیتا ہے۔

۳۔ اور اے سچے ہم خدمت۔ تجھ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ تو اُن عورتوں کی مدد کر کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ خوشخبری پھیلانے میں کلیمنس اور میرے اُن باقی ہمخدمتوں سمیت جانفشانی کی جن کے نام کتاب حیات میں درج ہیں۔

سچے۔ بصورت متعلق فعل یہ لفظ ۲ کرنتھیوں ۸:۸ میں آتا ہے۔ جہاں اُس کا ترجمہ صاف ہے دیکھو شرح ۲:۲۰ اسکے معنے خالص جو کھا دیتے رہا ہیں۔

ہمخدمت۔ یا یقین نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کسی شخص کی طرف خطاب ہے۔ مختلف قیاسات مفسرین نے اسکی بابت دوڑائے ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) اول خیال ہے کہ یہ لفظ سنزوگاس در حقیقت کسی شخص کا نام ہے۔ اور پولس اُس نام کے شخص کو گویا یوں مخاطب کرتا ہے۔ "تو جو حقیقی طور پر سنزوگاس یعنی ہمخدمت کہلاتا ہے۔ نہ صرف نام کے لحاظ سے ہی ہمخدمت ہے بلکہ کام کے لحاظ سے بھی" ہمخدمت ہے کہ یہ بہت قدیم خیال ہے۔ اور مقدس خرسستم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور کوئی ثبوت اس خیال کا خواہ مقدس تاریخ یا یونانی کتبات سے نہیں ہوتا۔

(۲) دوسرا خیال یہ ہے کہ مقدس پولس خود اپنی بیوی کو مخاطب کرتا ہے۔ اور لفظ "ہمخدمت" اس خیال کے لحاظ سے خاص طور پر موزوں ہے۔ دوسری صدی میں سکندریہ کے بشپ کلیمنٹ کا یہی خیال تھا لیکن ۱ کرنتھیوں ۷:۸ پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدس پولس مجرد یا رنڈوا تھا ماسوا اسکے اسم صفت "سچا" جو "ہمخدمت" کے پہلے مستعمل ہوا ہے جنس مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہے۔

(۳) تیسرا خیال ہے کہ اس سے مراد سیلاس لیا ہے (اعمال ۱۵:۱۱ و ۴۰) کیونکہ وہ اوروں کے

کام میں فلپی میں وہ مقدس پولس کی بھی مددگار تھی لیکن یہ خیال بھی اس لحاظ سے ناقص معلوم ہوتا ہے کہ اسم صفت "سچا" جنس مذکر ہے۔

(۴) چوتھا خیال ہے کہ اس سے مراد کوئی ممتاز خادم الدین یا کلیسیا کا بزرگ ہے۔ مثلاً برنباس۔ لوقا۔ سیلاس۔ تیمتھیس یا فلپی کا اسقف۔

(۵) پانچواں خیال ہے کہ اس سے خود اپفرودتس مراد ہے جو اس خط کا حامل تھا اور رسول ماسوا زبانی ہدایات کے جو اُس نے اپفرودتس کو دی ہوں گویا تحریر کے ذریعہ سے اسکی خدمت کو وقعت دیتا ہے۔ یہ بشپ لائٹ فٹ کا قیاس ہے اور بہت کچھ لحاظ کے قابل ہے۔

لیکن باوجود ان قیاسات کے یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ اس خطاب سے دراصل کون شخص مراد ہے۔ خواہ وہ شخص کوئی کیوں نہ ہو لیکن یہ خطاب "ہمخدمت" ہمارے لئے نہایت پر معنی اور با نصیحت ہے۔ یا ہم مسیح کا جوا اٹھانا درحقیقت سچا اتحاد ہے (متی ۱۱:۲۹-۳۰) جسکا مطلب یہ ہے کہ جو اُس جوئے کے اُٹھانے میں شریک ہیں وہ آپس میں ایک آقا کے بندے ہیں۔ ایک ہی اختیار کے تابع ہیں اور اُسکی ایک شاہانہ مرضی کے زیر حکومت ہیں۔

تجھ سے بھی درخواست کرتا ہوں۔ آیت ۲ میں جو لفظ "نصیحت کرتا ہوں" استعمال ہوا ہے اس سے یہ بالکل علیحدہ ہے مستند کتابوں میں اسکے معنی سوال کرنے یا دریافت کرنے کے ہیں لیکن عہد جدید میں یہ طلب کرنے کے معنی میں لیا جائیگا۔ اور یہاں اس سے یہی مراد ہے۔ یہ ایک ایسی درخواست پر دلالت کرتا ہے جو دو مساوی درجہ کے لوگ ایک دوسرے سے کرتے ہیں نہ کہ ایک ادنیٰ شخص اعلیٰ سے۔ اگرچہ اناجیل میں یہ لفظ بہت پایا جاتا ہے لیکن خطوط میں بہت کم نظر آتا ہے اور صرف مقدس پولس ہی اسکو فلپیوں کی جانب خطاب میں استعمال کرتے ہیں وہ ان سے درخواست کرتا ہے۔

(۱) کہ ان میں بھی اتحاد ترقی کرے (یہاں)

(۲) کہ وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی کے ساتھ چلیں (۱ تسلونیکیوں ۴:۱)

(۳) کہ وہ اپنے بزرگان دین کی عزت کریں (۱ تسلونیکیوں ۵:۱۲)

(۲) وہ غیر معتدل دینی تعلیم سے احتیاط کریں۔ (۲ تسالونیکیوں ۲ : ۱۱)۔

تو اُن عورتوں کی مدد کر یعنے یوودیہ اور سنتخے کی۔

مدد۔ اگرچہ یہ فعل عہد جدید میں دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن صرف یہی مقام ہے جہاں اس سے مراد امداد ہے اور یہ اس قسم کی امداد ہے کہ کسی شخص کے حال میں اس طور پر شریک ہوتا ہیں سے اسکو مدد ملے۔ یہ مدد جیسا کہ بشپ مول کا خیال ہے۔ ایک قسم کی ایسی خانگی میل جول اور نصیحت اور دعا پر مبنی تھی جس سے اُن میں باہمی میل ملاپ پیدا ہو جائے۔

کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ ...... جانفشانی کی۔ گو اُن کے باہمی جھگڑے پر تاسف ظاہر کرتا ہے لیکن یونہی وہ اُن کی جانفشانی اور خدمت کو جو انہوں نے رسول کے ساتھ انجیل کی اشاعت میں کی تھی یاد کرتا اور اس کی مدد کرتا ہے۔

جانفشانی کی۔ اس سے مراد سخت جدوجہد یا مجاہدہ ہے۔ مثلاً جیسا کہ کشتی کرتے وقت پہلوان جانفشانی کرتے ہیں یہ وہی فعل ہے جو ۱ : ۲۷ (دیکھو شرح) میں استعمال ہوا ہے۔ گویا کہ پولس کے مددگار فلپی میں یوانگلی ایسی شریک تھیں جیسے کہ باہمی کسی دشمن کے مقابلہ میں پہلو بہ پہلو جانفشانی کیا کرتے ہیں۔ اس جانفشانی سے محض یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اُن عورتوں نے صرف روپیہ پیسہ سے رسول کی مدد کی یا ترقی سے تعلیم دی بلکہ یہ جنگی الفاظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اسکے مجاہدہ میں پورے طور پر شریک تھیں پس اس سے یہ نصیحت اور سبق حاصل ہوتا ہے کہ عورتیں بھی انجیل کی اشاعت کرنے اور دلیری کے ساتھ خداوند کے مجاہدہ میں شریک ہو سکتی ہیں۔ ہندوستان معہ اپنی کروڑوں عورتوں کے مسیحی عورتوں کو یہ صدا دیتا ہے کہ آؤ اور ہمکو ان بُرے رواجوں سے جن میں ہم جکڑی ہوئی ہیں رہائی دو۔ کہاں ہیں وہ مسیحی عورتیں جو ہندو مسلمان بہنوں کو ان کے گھروں میں انجیل کی آزادی کی بشارت سنائیں؟ جب وہ ہمیں تباہ و برباد ہو رہی ہیں تو کیا ہم کو لازم نہیں کہ ہم ان کی مدد کریں گو ایسا کرنا عام رواج کے خلاف کیوں نہ ہو۔

خوشخبری پھیلانے میں۔ مقابلہ کرو رومیوں ۱ : ۹ و ۱ کرنتھیوں ۹ : ۱۸ و ۲ کرنتھیوں ۲ : ۱۲ و ۱ تسالونیکیوں ۳ : ۲ جہاں یہی جملہ آیا ہے۔ ان مقامات کا مقابلہ کرنے سے واضح ہوگا کہ اس سے مراد ایسی خدمت ہے جو انجیل کی اشاعت میں مختلف طور سے کی جائے۔ اسی قسم کا محاورہ اس خط کے باب اول کی آیات ۵ و

۷ و ۱۲ میں بھی آتا ہے۔

کلیمنس اور میرے اُن باقی ہمخدمتوں سمیت

اس سے دو مراد لی جا سکتی ہیں

(۱) یہ کہ انہوں نے میرے ساتھ اسی طرح جانفشانی کی جیسی کہ کلیمنس اور باقی ہمخدمتوں نے میرے ساتھ فلپی میں جانفشانی کی تھی۔

(۲) یا اگر یہ جملہ فعل مدد سے متعلق کیا جائے تو یہ معنی ہونگے کہ تو اُن کی مدد کر اور اس میل ملاپ کے کام میں تو کلیمنٹ اور باقی ہمخدمتوں سمیت شریک ہو۔

بشپ لائٹ فٹ اور مول دوسری تاویل کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن بنگل اور دوسرے مفسرین کی پہلی تاویل کے قواعد صرف و نحو کے لحاظ سے تو دونوں معنی لئے جا سکتے ہیں لیکن چونکہ اول معنی بلحاظ ترکیب کے زیادہ صاف ہیں اسلئے وہ زیادہ صحیح معلوم ہو ... فلپی کے گذشتہ جدوجہد پر جو انجیل کے لئے وہاں کی گئی تھی یاد کرتا ہے تو وہ ان کو بھی محبت سے یاد کرتا ہے جنہوں نے خاص طور پر اس جدوجہد میں دلیری ظاہر کی تھی اور یہ ذکر ضمناً ان دو عورتوں کے تذکرہ میں جن کے نام کلیمنٹ اور دیگر ہمخدمتوں کیساتھ مذکور ہوئے ہیں آ جاتا ہے۔

کلیمنٹ۔ بعض اریگن اور یوسیبیس اور بعض اوروں نے اس کو بشپ کلیمنٹ خیال کیا ہے جس کا مشہور خط بنام کرنتھیوں غالباً ۹۵ء یا ۹۶ء سے پہلے نہیں لکھا گیا لیکن اس پر کئی لحاظ سے زبردست اعتراض ہو سکتے ہیں کیونکہ تاریخ و حالات کے لحاظ سے ان میں مطابقت پائی جاتی ہے اور سب کے شکوک اس خیال پر وارد ہوتے ہیں اور کلیمنٹ اس زمانہ میں ایک عام نام تھا۔

ہمخدمتوں۔ دیکھو شرح ۲ : ۲۵ جہاں یہی لفظ آتا ہے۔

رسول اس شراکت کو یاد کرتا ہے۔ جو کام اور مجاہدہ میں اُسکے دوستوں نے بمقام فلپی ظاہر کی تھی۔

اس آیت میں ۴ قسم کی اعلیٰ شراکتوں کا خیال منصور ہے

(۱) مسیح کے جُوا اٹھانے میں باہمی شراکت (ہمخدمت)

(۲) مسیح کی جنگ میں باہمی شراکت رہو ... ساتھ ..... جانفشانی کی۔
(۳) مسیح کے کام میں باہمی شراکت (ہم خدمتوں)۔
یہ یونانی والی اتحاد کی رسی ایسی مضبوط ہے کہ ٹوٹ نہیں سکتی۔
جن کے نام اس خط میں نہیں بلکہ کتاب الحیات میں مندرج ہیں۔
بہت سے نام جو کلیسیا کی شہرت کے دفتر میں نہیں پائے جاتے آسمان میں خوب معروف و مشہور ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ رسول کس طرح یقین کے ساتھ اپنے ان دوستوں کی روحانی حالت کا ذکر کرتا ہے۔

زندگی کی کتاب۔ یہی الفاظ مکرر مکاشفہ ۳:۵، ۱۳:۸ [illegible] ۲۰:۱۵ میں آتے ہیں اور اس قسم کے الفاظ مکاشفہ [illegible] مقابلہ کرو دانی ایل ۱۲:۱ لوقا ۱۰:۲۰ عبرانی ۱۲:۲۳ یہ وہ آسمانی دفتر ہے جس میں تمام سچے اور وفادار شہریوں کے نام درج اور محفوظ ہیں اس جلالی دفتر میں اُن کے نام مندرج ہونے سے انکو ایسا مرتبہ و وقار حاصل ہو جاتا ہے جس کا مقابلہ دنیا کے کسی مرتبہ و عزت سے نہیں ہو سکتا چاہیئے کہ وہ اس بات پر متفق ہو کر اپنے خداوند کے کام اور مجاہدہ میں سرگرم ہوں اور زیادہ کوشش کریں۔

۴۔ خداوند میں ہر وقت خوش رہو پھر کہتا ہوں کہ خوش رہو

خداوند میں خوش رہو۔ دیکھو شرح ۳:۱ تعلیم و عمل کی ہر قسم کی غلطیوں کے زہر سے بچنے کے لئے گویا یہ ایک تریاق ہے۔
ہمیشہ۔ مقابلہ کرو شرح ۳:۱۔
پھر کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ اس تکرار لفظی سے وہ اپنے پیغام کی گرمجوشی کو ظاہر کرتا ہے جو اُن کی خیر و عافیت کے لئے اُسکے دل میں موجزن ہے۔
باب ۳:۱ میں جہاں اُس نے انکو دینی مسائل کی غلطی سے خبردار رہنے کی نصیحت کرنی شروع کی تو یہ کہا کہ خداوند میں خوش رہو۔ اب اس موقع پر جب کہ وہ ان کو ضبط نفسی اور ایماندار

دنیا کی بابت نصیحت کرتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ خداوند میں خوش رہو۔

۵۔ تمہاری نرم مزاجی سب آدمیوں پر ظاہر ہو۔ خداوند قریب ہے۔

نرم مزاجی۔ جس یونانی لفظ کا یہ ترجمہ ہے اس میں اعتدال یا ملائمت کا خیال مقصود ہے۔ اعتدال یا ملائمت اس بات کا مقتضی ہے کہ شرعی حقوق پر سخت اصرار نہ کیا جائے [illegible] اس سے کوئی اخلاقی غلطی کا ارتکاب ہو جائے [illegible] ترقی یا ملائمت کے لئے [illegible]
اس ملائمت کی عمدہ مثال مسیح کے اس فعل سے ظاہر ہوتی ہے جب اُس سے ہیکل کا محصول طلب کیا گیا متی ۱۷:۲۴-۲۷ تو وہ از روئے حقوق شرعی اسکے ادا کرنے سے انکار کر سکتا تھا لیکن اس نے محض اسلئے کہ مبادا اس سے ٹھوکر [illegible] لوگوں کو [illegible] اس محصول کو ادا کر دیا۔ اسی طرح اُس کی ساری زندگی [illegible] ملتی ہیں اور اسی بنا پر ۲ کرنتھیوں ۱۰:۱ میں [illegible] مسیح کے حلم اور نرمی کو مد نظر رکھیں۔
اس قسم کی حلم و نرمی کی روح خود غرضی کے بالکل مخالف ہے۔ اور [illegible] ایسا مزاج و ذہنی [illegible] اکثر کرتا ہے جو دوسروں کی پاس خاطر کے لئے اپنے ذاتی فوائد و حقوق پر زیادہ اصرار نہ کرے (مول)
بصورت اسم یہ لفظ مکرر اعمال ۲۴:۴ [illegible] ۲ کرنتھیوں ۱۰:۱ [illegible] وہ ۱ تیمتھیس ۳:۳ طیطس ۳:۲ یعقوب ۳:۱۷ ۱ پطرس ۲:۱۸ میں پائی جاتی ہے۔
اگر اس ملک ہندوستان میں اس قسم کا مزاج و روح [illegible] پیدا ہو جائے تو [illegible] اور پنچایت میں بہت کمی ہو جائے اور جھگڑے بھی جو بہت سی جماعتوں کے اختلاف اور روحانی کمزوری کا باعث ہیں تمام ہو جائیں پس ہمکو چاہئے کہ اپنے ذاتی حقوق کو مسیح اور اسکی انجیل کے اعلیٰ مقاصد کیلئے قربان کریں۔
سب آدمیوں پر ظاہر ہو۔ یہ نرم مزاجی اسبات کی مقتضی ہے کہ اُس کا اثر

عمل میں ظاہر ہو خواہ اپنے خاندان میں یا کاروبار میں یا جماعت میں اگر ہم میں اس قسم کی حلیمی ہوگی تو اس کا اثر ضرور ہماری روزانہ زندگی اور ہمارے معاشرتی تعلقات میں ظاہر ہوگا بے غرضی حلیمی نہیں رہتی۔ وہ ضرور سب لوگوں پر خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے ظاہر ہو جاتی ہے۔

خداوند قریب ہے۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔

(۱) خداوند کی آمد ثانی (۱۳ : ۲۳، ۲۱-۷) اپنی امت کی تکمیل کے لئے۔ مقابلہ کرو یعقوب ۵ : ۸ بسبب اسکی آمد ثانی کے اعتقاد کے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اقوال و اعمال میں حلیم مزاجی ظاہر کریں یہ وقت نہیں ہے کہ ہم سے خود غرضی کا ظہور ہو بلکہ ہم صرف خداوند ہی کی خدمت کریں۔

بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ یہ کہ خداوند قریب ہے پولس رسول کا عام محاورہ آمد ثانی کے متعلق ہے۔ مگر اگر یہ امر صاف ہے کہ قدیم کلیسیا اس کلمہ کے مفہوم کو خوب سمجھتی تھی پس یہ ایک یقینی امر ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کی امید کا اثر یا اندر کے چال چلن اور زندگی پر منتج نیکی ہونا چاہئے (دیکھو شرح ۲۲ : ۲۱ و ۳ : ۱)

(۲) کہ قدرت بخشنے والا خداوند اس وقت اور اس جگہ روحانی طور پر حاضر ہے۔ مقابلہ کرو مزمور ۱۴۵ : ۱۸ "خداوند قریب ہے"۔ سپٹواجنٹ کے یونانی ترجمے میں مزمور کے اس جملہ کا فقرہ یہی ترجمہ ہوا ہے جو اس آیت میں ہے۔ اگر یہ مراد لی جائے تو اسکے معنے یہ ہونگے کہ خداوند کی حضوری کا خیال ہمارے لئے نرم مزاجی کا محرک اور طاقت ہونا چاہئے۔

گو دونوں تاویلیں اچھی اور مفید ہیں۔ لیکن پہلی تاویل زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے۔

۶- کسی بات کا فکر نہ کرو۔ بلکہ ہر ایک بات میں تمہاری درخواستیں دُعا اور منت کے وسیلے سے شکر گزاری کیساتھ خدا کے سامنے پیش کی جائیں۔

کسی بات کا فکر نہ کرو۔ کسی بات کا۔ مقابلہ کرو شرح ۱ : ۲۸۔ فکر نہ کرو (دیکھو ۲ : ۲۰)

فکر مند، اس فکر سے مراد پریشانی مایوسی و گھبراہٹ کا فکر ہے جو خدا پر کم اعتقادی کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ اور نیز جب ہم اپنے بوجھ کو اس بار بردار پر ڈال دینے سے گریز کرتے ہیں (مزمور ۵۵ : ۲۲ و ۱ پطرس ۵ : ۷) جیسے ایمان کی زندگی میں نہ تو ہر طرح کی فکروں کی گنجائش ہے اور نہ انکی ضرورت کیونکہ مسیحی ہیں جو زندگی کی کشمکش اور حاجتوں اور پریشانیوں کے باعث فکر مند اور گھبراتے ہیں (مقابلہ کرو متی ۶ : ۲۵ - ۳۴) اگر وہ اس نصیحت پر عمل کریں تو انکی زندگی مبارک اور خوشی کی ہو جائے گی۔ کتنے خداوند کے کام کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو بہت فکر مند اپنے خاندان اور اپنے بچوں کی تعلیم کے خداوند کے کام میں پورے طور پر خود مشغول نہیں ہو سکتے اور یہ فکر ایک بڑا باعث ان کے فرض ادا نہ ہو پانے کا ہے۔ ایمان اور ہر طرح کی فکر باہمی متضاد ہے۔ جہاں سچا ایمان ہے۔ وہاں فکر مندی نہیں ہو سکتی۔

مفسر نجل کہتے ہیں کہ فکر سے مشغول اور دعا میں مشغول جس طرح آگ اور پانی میں تضاد ہے اسی طرح فکر اور دعا باہم متضاد ہیں۔

بلکہ ہر ایک بات میں۔ یہ جملہ دوسرے جملہ کے مقابلہ میں ہے۔

کسی بات کا فکر نہیں بلکہ ہر ایک بات میں تمہاری درخواستیں دُعا اور منت کے وسیلے سے شکر گزاری کے ساتھ خدا کے سامنے پیش کی جائیں۔

یہ جملہ ہر ایک بات میں نے عہد جدید میں جہاں جہاں آتا ہے مفید مطلب ہے ... ہیں مقامات ذیل میں بھی آتا ہے۔ (۲ کرنتھیوں ۴ : ۸ و ۶ : ۴ و ۷ : ۵ و ۱۱ و ۱۶ و ۸ : ۷ و ۹ : ۸ و ۱۱ و ۱۱ : ۶ و ۹) (افسیوں ۵ : ۲۴) (فلپیوں ۴ : ۱۲) (۱ تھسلنیکیوں ۵ : ۱۸) ان آیات کو موقعوں کے لحاظ سے تقسیم کریں تو حق اور فرض کی بابت ایک عجیب وسعت خیال کی جاتی ہے خدا کی حسن تدبیر اپنی وسعت کے لحاظ سے عالمگیر ہے۔

درخواستیں منت کے ساتھ مختلف درخواستیں ہوتی ہیں۔ ہم اپنی درخواستیں سلسلے وار ایک ایک خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ ان سب پر توجہ کرتا ہے اور اسکے سامنے کوئی بات ایسی چھوٹی نہیں جو اسکی توجہ کے قابل نہ ہو۔

دُعا سے۔ یونانی میں اس لفظ پر جو حرف تعریف ہے اس سے مراد تمہاری دُعا اور تمہاری منت ہے۔

اسکے معنے اپنی خواہشوں اور درخواستوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی عبادات اور ان کے اجزا شامل ہیں جن کا خطاب سوائے خدا کے کسی انسان سے نہیں ہوتا۔
منت۔ سو کیجو شرح ۱:۴ اسی طرح دُعا کے ساتھ یہ لفظ مکرر افسیوں ۶:۱۸ و ۱-تیمتھیس ۲:۱ و ۵:۵ میں استعمال ہوا ہے۔ اور دُعا کے مقابل میں جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مراد ایسی خاص درخواست ہوتی ہے جو شدت سے مطلوب ہو۔ منت ہم انسان سے بھی مانگ سکتے ہیں مگر دُعا صرف خدا سے مخصوص ہے۔ دُعا کا تعلق زیادہ تر دل و خیال سے ہے اور منت کا خارج میں فعل سے ہے۔

شکرگزاری کے ساتھ۔ اگر ہم ۱:۳ کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ معلم اپنی نصیحت پر خود عامل ہے۔ خدا کی گزشتہ رحمتوں اور برکتوں کا اقرار کرنا مسیحی کی عبادت کا ایک اصلی جزو ہے بغیر اس شکرگزاری کے کوئی عبادت کامل نہیں کہی جا سکتی اور جس دُعا میں شکرگزاری کی رُوح نہ ہو وہ ناقص ہے (مقابلہ کرو افسیوں ۵:۲۰، کلسیوں ۴:۲، ۱-تھسلنیکیوں ۵:۱۸ و ۱-تیمتھیس ۲:۱)
لفظ شکرگزاری ۱۵ بار عہدِ جدید میں مستعمل ہوا ہے۔ اور نو بار پولُس رسول کے خطوط میں آتا ہے بصورت فعل ۳۸ بار پایا جاتا ہے۔ اور اس میں سے ۲۴ بار پولُس رسول نے اس کو استعمال کیا ہے پس یہ رسول سب سے زیادہ شکرگزاری کا رسول ہے اور اسکے خطوط حمد و شکرگزاری سے پُر ہیں۔

مبارک ہیں وہ جو تیرے مسکن میں رہتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ تیری حمد کرتے ہیں (زبور ۸۴:۴) ایسے لوگ خدا کی مہربانیوں کا تازہ بتازہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان کے دل اس مشاہدے سے ایسے متحرک ہوتے ہیں کہ وہ بے ساختہ خدا کی حمد و شکر کرتے ہیں۔ شکرگزاری فکر کی قاتل ہے۔ جو شخص جس قدر شکرگزار ہوتا ہے۔ اُسی قدر شکوک اسکے دل سے کافور ہو جاتے ہیں۔

صرف ۲ اور مقامات میں یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ ایک میں اس کا خطاب خدا کی طرف ہے (۱-یوحنا ۵:۱۴) اور دوسرے میں انسان سے (لوقا ۲۳:۲۴)

خدا کے سامنے۔ یونانی میں خدا پر خاص حرف تعریف ہے اسلئے اس پر ایک خاص زور ہے اور ہم اس کا ترجمہ اپنے خدا کے سامنے کر سکتے ہیں۔

پیش کی جائیں گو خدا ہماری حاجتوں اور ضرورتوں سے واقف ہے تاہم ہم کو اپنی غرض کے سامنے پیش کرنا چاہئے جسطرح کہ ایک بچہ اپنی خواہشوں کو اپنے مہربان باپ سے بیان کرتا ہے۔ یہ پیش کرنا گویا ایسا ہے جیسے کہ ہم اپنی فکروں کو خدا پر ڈال دیں (۱-پطرس ۵:۷) اور یہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ دُعا کے عمل تفکرات اور پریشانیوں میں محض تسکین قلب کے ذریعے اور مفید مشق ہیں بلکہ دُعا اور استجابت کا مسئلہ کیسا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ صادق ایماندار وں کی درخواستیں آسمان میں سنی جاتی ہیں اور خدا اُنکو قبول کرتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ یہ کہ دُنیا کس طرح اُس ذات کو جو ساری دُنیا کو چلاتا ہے حرکت دے سکتی ہے اس کی مثال کے لئے یسعیاہ ۲۴-۱۲ و ۲۲ کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے لوگوں کی دُعا کے جواب میں کیونکر اپنے دست قدرت سے اس کائنات کل کے چرخیوں کو یکے بعد دیگرے گردش دیتا ہے اور ہم اُس ازلی و ابدی قوانین کے علی مقتنن پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے قوانین پر پوری طرح قادر رہ کر اپنے وعدوں کو بھی پورا کر سکتا ہے پس ہم کو چاہئے کہ ہم ان امور کی وجہ سے جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ شک و شبہ میں نہ پڑیں بلکہ دُعا اور اسکے اثر پر مضبوط اعتقاد رکھیں۔
اس مضمون کے سمجھنے کے لئے ہم کو ایک بہت عمدہ بدیہی مثال دانی ایل نبی کی مشہور دُعا میں ملتی ہے (دانی ایل ۹:۴-۱۹) دُعا چند عناصر سے مرکب ہوتی ہے اوّل توجہ کو باطن میں اور چہرہ کو ظاہر میں خدا کی طرف مائل کرنا۔ دوم منت۔ سوم شکرگزاری۔ چہارم درخواستیں۔ اس لحاظ سے دانی ایل نبی کی دُعا ایک کامل دُعا کا نمونہ ہے۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسطرح وہ اپنے چہرہ اور توجہ کو خدا کی طرف مائل کرتا ہے اور اپنا دلی اظہار عبادت و عجز و درخواستوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ وہ اپنی ضرورت کا اظہار منت سے کرتا ہے اور جو الفاظ وہ استعمال کرتا ہے اُن سے ایک پُرجوش صداقت ٹپکتی ہے۔ اسی طرح اسکی دُعا میں شکرگزاری کا عنصر بھی ہے کیونکہ وہ خدا کی ذات و صفات کی خوبی اور اسکی گزشتہ رحمتوں کا جو اس نے اپنے لوگوں پر کیں اقرار کرتا ہے (آیات ۴-۶-۹-۱۵) اور نیز معافی رحم اور مخلصی کے لئے خاص درخواستیں کرتا ہے (آیات ۱۶-۱۹)۔

مسیحی کی زندگی میں دعا اور شکرگزاری خصوصیت نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ ہم تفکرات کی پریشانیوں میں مخلصی کا احساس اسی وقت کرسکتے ہیں جبکہ ہم خدا کی حضوری میں زندگی بسر کریں۔ کاروبار و بیوی کے سخت جدوجہد اور روزانہ زندگی کی سخت کشمکش کا مقابلہ ہم اسی وقت دلچسپ صورت سے کرسکتے ہیں اور ہمارے دل برقرار رہ سکتے ہیں۔ جبکہ ہر روز خدا کی پرسکون حضوری سے ہم مشرف ہیں۔ ہندوستان کی کلیسیائی ترقی میں دعا کی اہمیت پر جس قدر ممکن ہو زور دیا جانا چاہئے۔ اس مضمون کی مزید توضیح کے لئے ان الفاظ کی شرح دیکھو۔ اس سے زیادہ میری تفسیر [illegible] (۲۴۴)

۷۔ تو خدا کا اطمینان جو سمجھ سے بالکل باہر ہے۔ تمہارے دلوں اور خیالوں کو مسیح یسوع میں محفوظ رکھیگا۔

تو۔ یہ حرف اس شرط کے مشروط کو ظاہر کرتا ہے یعنی اگر تم اپنی درخواستوں کو ایسی صداقت اور پرجوش ایمان کے ساتھ پیش کروگے تو خدا کا اطمینان تمکو حاصل ہوگا۔ اگر یہ شرط پوری نہیں کی تو مشروط بھی نہ حاصل ہوگا۔ یہ حرف عطف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اطمینان الٰہی بلا دعا صادق کے نہیں حاصل ہو سکتا۔

ہماری زندگی کے جہاز کو صرف خدا کی حضوری کے ساکن بندر میں پناہ مل سکتی ہے۔ اور ہم کو لازم ہے کہ دنیا کے وسیع متلاطم سمندر میں بار بار [illegible] جانے سے پہلے اس پرسکون بندر میں اس جہاز کی مرمت ہو جائے۔

خدا کا اطمینان یعنی چین سرور اطمینان قلب جو ہم کو خدا کی رفاقت سے حاصل ہوتا ہے اور روح القدس اسکو ہمارے اندر پیدا کرتا ہے اور ایمان کی زندگی بسر کرنے والے ایمانداروں کیلئے یہ خدا کی بخشش ہے۔ یہ جملہ عجیب و غریب ہے۔ اور عہد جدید میں اور کہیں نہیں آتا لیکن اس قسم کا مضمون قلسیوں ۳: ۱۵ کے جملہ "مسیح کا اطمینان" میں پایا جاتا ہے اور ان دونوں مقاموں

کا مقابلہ کرنا دلچسپ ہے۔ اس مقام میں خدا کا اطمینان گویا ایک سنتری ہے جو ہمارے دلوں اور خیالوں کی ہر قسم کے دشمن تفکرات سے حفاظت کرتا ہے۔

اور قلسیوں ۳: ۱۵ میں مسیح کا اطمینان گویا وہ حکم ہے جو ہماری خواہش نیت اور [illegible] کو انعام عطا کرتا ہے۔

اس بات کا لحاظ رہے کہ اس آسمانی اطمینان کو [illegible] جمود تسلیم و رضا سے کوئی نسبت نہیں [illegible] اس قسم کی شانتی یا سکون قلبی [illegible] سنیاسی بیان کرتے ہیں کہ حیوانی بیقراری [illegible] کے دھیان سے حاصل ہوتا ہے۔ ہندو سنیاسی کی شانتی محض ایک قسم کا سکون اور خیالات کا [illegible] ہے۔ وہ اطمینان [illegible] موقوف ہے وہ ہماری روح [illegible] مسیح کے [illegible] قدرت روح مطلق مسیح میں قائم رہنے کے وسیلے سے حاصل ہوتا ہے [illegible] تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں۔ اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں جس طرح دنیا [illegible] اس طرح نہیں دیتا" بازار کے شور و شغب میں [illegible] اطمینان ویسا ہی [illegible]

اس موقع پر بشپ مول کا اقتباس درج کیا جاتا ہے [illegible] لکھا گیا ہے اس سب کی غایت یہ خدا کا اطمینان ہے یعنی ہماری مقبولیت مسیح [illegible] (۹) زندہ خدا اور اسکی قدرت کا ظہور الہام (آیت ۱۰) روحانی [illegible] ایک مبارک مستقبل کی امید (آیت ۱۱-۱۲) مسیح کی رفاقت کا احساس کرنا [illegible] شادیان بنانا اور دعا میں مشغول رہنا (باب ۴: ۱-۶) یہ ساری باتیں ہم کو [illegible] والی ہیں۔

جو سمجھ سے بالکل باہر ہے۔ یعنی انسانی اطمینان تو دائرہ خیال و فہم میں [illegible] سکتا ہے اور [illegible] اسکو سمجھ سکتی ہے (مقابلہ کرو افسیوں ۳: ۱۹ [illegible]) ہے اور اسلئے ہماری اعلیٰ سے اعلیٰ عقل و فہم سے بالا اور برتر ہے۔ ہماری عقل اس کا ادراک صرف اسقدر کرسکتی ہے کہ یہ اطمینان موجود ہے جس طرح خدا موجود ہے لیکن [illegible] ثبوت واضح ہے۔ باہر ہے کیونکہ اسکی بلندی اور گہرائی اور وسعت بیحد ہے۔ (مول)

یہاں ہم انسانی تجربہ سے فوق العادت بات دیکھتے ہیں کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ خیالی فلسفہ خواہ اُس کا لہجہ کیسا ہی باادب کیوں نہ ہو۔ سادہ سے سادہ اور مشہور سچائی کو نظر انداز کر جاتا ہے جب وہ یہ کوشش کرتا ہے۔ انسانی منطق کے ذریعہ سے اُن طبیعی اسرار کو سمجھے اور بیان کرے جو اسرار بذاتہٖ انسانی فہم سے باہر ہیں اور صرف خاص مکاشفہ سے اُن کا انکشاف ہوتا ہے ہندوستان سے زیادہ کسی دوسرے ملک میں مذہبی خیالات کی بلند پروازیاں نہیں پائی جاتیں۔ ہندو داناؤں اور فلسفیوں نے نہایت عمیق اور باریک طور پر اسرار روحانی پر غور کیا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ انسانی ذہنی وجود اور ہستی کے پیچیدہ معمہ کو حل کریں ان کے عمیق خیالات کے نتائج شاستروں اور نوشتوں میں باقاعدہ ترتیب کی صورت میں موجود ہیں۔ اور ہر ایک خیال کے معتقدوں کے گروہ در گروہ ہو گئے ہیں۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ یہ نتائج نہ صرف مایوس کرنے والے ہیں بلکہ باہم ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ بعض موحدانہ ہیں تو بعض دہریانہ۔ اور گو بعض انسانی روح کی ہستی کو ایک صحیح واقعہ مانتے ہیں۔ دیگر اس کو محض ایک فرضی عکس اور پرتو غیر شخصی الٰہی روح کا گردانتے ہیں۔

اس لحاظ سے اس بات میں جو خیالات مذکور ہوئے ہیں کیسے معقول نظر آتے ہیں یعنی یہ کہ گو خدا اور اس کی ذات اور اُس کا اطمینان سمجھ سے بالکل باہر ہیں۔ تو بھی ایک طریقہ ہے جس سے ہم اُنکو حاصل کر سکتے اور اُن سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ بشپ لائٹ فٹ اس جملہ سے یہ مفہوم لینا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کہ جو انسانی تدبیر اور تجویز سے بالکل باہر ہے۔ اس تاویل کے مطابق یہ مطلب ہوگا کہ خدا کا اطمینان انسان کے دل کو ایسی کامل تسلی بخشتا ہے جو انسان کو خود اپنی کسی قسم کے پر فکر منصوبے یا پیش بینی یا تجویز سے نہیں حاصل ہو سکتی۔

باہر ہے یہ اسی ایک لفظ کی دوسری صورت ہے جس کا ترجمہ ۳: ۸ میں بڑی خوبی سے ہوا ہے۔

تمہارے دلوں کتاب مقدس کے محاورہ میں دل ہر قسم کے ارادے اور محبت اور سوچ سمجھ کا منبع ہے اور انسانی باطن کا یہ مترادف ہے۔ دیکھو متی ۵: ۸ و ۹: ۴ و ۱۵: ۸۔ ۱۹۔ یوحنا ۱۲: ۴۰ و ۲۷ ... و ۲ قرنتھیوں ۴: ۶ ...

افسیوں ۳: ۱۸ و کلسیوں ۳: ۱۵ وغیرہ وغیرہ پس وعدہ یہ ہے کہ انسانی باطن یعنی ہر ایک خواہش اور خیال اور احساس کے پورے آرام سے رہینگے۔

اور خیالوں اس لفظ میں اور ایک خیال اور منصوبہ کا مفہوم مقصود ہے۔ دوسری جگہ یہ لفظ صرف ۲ قرنتھیوں (۲: ۱۱ ۳: ۱۴ و ۴: ۴ و ۱۰: ۵ و ۱۱: ۳) میں پایا جاتا ہے۔ اور ان مقامات کو اچھی طرح سے مطالعہ کرنا چاہئے خیالات دل میں رہتے اور وہاں سے صادر ہوتے ہیں اور دل کے مختلف اور علیحدہ علیحدہ افعال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مول ذہن کے افعال مراد لیتے ہیں۔ یوں خدا کا اطمینان نہ صرف عموماً سارے انسانی باطن کے لئے گویا ایک محافظ فوج ہے بلکہ وہ ارادہ کی ہر ایک حرکت اور محبت کی ہر ایک خواہش اور خاص کر جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے ذہن کے نزدیک فعل کا "جو خیال اور مقصد میں ہو" یہی محافظ ہے۔

مسیح یسوع میں مسیح وہ قلعہ ہے جس میں روح خدا کے اطمینان کے ذریعہ سے محفوظ رہتی ہے۔ اور یہ اطمینان گویا ایک آرام کا برج امن ہے۔ جسکے باہر ہر قسم کا شر و فساد دکھ اور پریشان کرنے والی فکریں مگر اسکے اندر ہر طرح کی خوشی اور سکون ہے۔

محفوظ رکھیگا اس لفظ کے معنے ایسی محافظت وغیرہ داری کے ہیں جیسی کوئی فوج قلعہ کی اور سپاہی کیمپ کی کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس عجیب برعکس مشابہت پر کسی قدر تعجب کیا ہے کہ کیوں سلامتی و اطمینان کو ایک جنگجو سپاہی محافظت سے مشابہ کیا گیا ہے۔ لیکن ایسی تشبیہات الٰہی چیزوں کے لئے کتاب مقدس میں عام ہیں اور انکی غرض توجہ کو مائل کرانا ہے۔ مقابلہ کرو افسیوں ۶: ۱۱ جہاں اس قسم کی تشبیہہ ہے۔

لفظ محفوظ ۳ دوسرے مقامات میں آتا ہے ۲ قرنتھیوں ۱۱: ۳۲ میں دمشق کی ناکہ بندی کے ضمن میں استعمال ہوا ہے یعنی پولس رسول کو دمشق سے بچ نکلنے سے پہلے بادشاہ کے صوبہ دار نے شہر پر پہرا بٹھا رکھا تھا۔ دیگر مقامات میں اسکا استعمال بصورت ذیل ہوا ہے۔

(۱) شریعت اپنے قیدیوں کی نگہبانی کرتی تھی۔ گلتیوں ۳: ۲۳

(۲) خدا کا اطمینان سچے ایمانداروں کی محافظت کرتا ہے۔ فلپیوں ۴: ۷

(۳) خدا کی قدرت انتظار کرنے والے مسیحیوں کی حفاظت کرتی ہے۔ ۱ پطرس ۱: ۵

اس آخری حوالہ میں خدا کی قدرت کو نسبت ایک سنتری کے ایک قلعہ خیال یا زیادہ موزوں ہے جو خدائی قدرت ہیں حفاظت کئے جاتے ہیں وغیرہ۔ جہاں یہ خوشنما اطمینان — وہاں پریشان کرنے والی فکر کا دخل ناممکن ہے۔

۸۔ غرض اے بھائیو۔ جتنی باتیں سچ ہیں اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں اور جتنی باتیں واجب ہیں اور جتنی باتیں پاک ہیں اور جتنی باتیں پسندیدہ ہیں اور جتنی باتیں دلکش ہیں۔ غرض جو نیکی اور تعریف کی باتیں ہیں ان پر غور کیا کرو۔

غرض۔ دیکھو شرح ۳:۱ جو قیاس وہاں فرض کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے جملہ معترضہ یہاں تمام ہو کر خط کا اختتامی حصہ اس لفظ سے شروع ہوتا ہے۔

بھائیو۔ دیکھو شرح ۳:۱۳ ، ۱۷ ، ۴:۱

جتنی چیزیں سچ ہیں۔ اب رسول اصابت کو دکھاتا ہے کہ جو مسیحی کا دل اور خیالات جو مسیح یسوع میں ہیں بحفاظت قائم ہیں۔ اور خدا کا اطمینان جس کی حفاظت کرتا ہے اسلئے انکو پوری وسعت کام کرنے اور سوچنے کی ہے گویا یہ خوشنما پھولوں سے پُر ایک خوشنما سبزہ زار ہے جس پر ہم اپنی مرضی کے موافق چل پھر سکتے ہیں۔ اسکے حدود تو ضرور ہیں۔ لیکن اسکے اندر وہ سب کچھ موجود ہے جو درحقیقت اچھا اور خوشنما ہے۔ مسیحی کو اس حد کے باہر قدم رکھنا یا اپنے خیال کو دوڑانا خطرناک ہے۔ یہ آیت خیال اور احساس اور عمل کی وہ جائز حدود معین کرتی ہے جن کے اندر وہ شخص بے خطر حرکت کر سکتا ہے جو خدا کی مقبولیت اور اسکے اطمینان کو محسوس کرنے کا خواہاں ہے۔ یہ تجربہ آٹھ قسم کے حد بندیوں سے محدود ہے بشپ لائٹ فٹ نے دکھایا ہے کہ یہ آٹھ صفات جن سے یہ حد بندی کی گئی ہے۔ بتدریج اپنی اہمیت کے لحاظ سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف

بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلا جفت سچائی اور شرافت کا ہے۔ یہ صفات ذاتی اور مطلق ہیں دوسرا جفت عدل و پاکیزگی کا ہے۔ جو اضافی صفات ہیں۔ تیسرا جفت پسندیدگی اور دلکشی کا ہے۔ جو انسان کی اخلاقی مقبولیت پر دلالت کرتی ہے۔ چوتھا جفت نیکی و تعریف کی باتوں کا ہے جو ادنیٰ قسم کی نیت سے نسبت رکھتی ہیں۔ اور بطور خیال ثانی کے اضافہ کی گئی ہیں۔ گویہ علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن ہم ان سب پر بطور مجموعہ کل کے غور کر سکتے ہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ صفات ایک دوسرے کے متضاد ہیں یا ایک دوسرے کی نسبت تھوڑی کو زیادہ وسعت دیتی ہیں۔ مثلاً ہر چیز دلکش ہے اگر وہ خدا کی حدود کے اندر مقبول ہونے کے لائق ہے تو وہ ضرور سچ بھی ہونا چاہئے اور اسی طرح جو کچھ کہ پسندیدہ ہو ضرور ہے کہ وہ خالص و راست بھی ہو۔

سچ اس سے سچائی کا ایک جزو یا چند پہلو نہیں بلکہ صدق مطلق مراد ہے۔ جو شخص اس پاک حلقہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ ضرور ہے کہ اسکی ذات و اعمال میں سچائی کا خاصہ موجود ہو۔ یہاں مراد طبیعت صرف کلام کی سچائی سے نہیں بلکہ ذاتی سچائی سے مراد ہے۔ سچی پاکیزگی کیلئے صداقت کی کمی نہایت مضر ہے ایسی باتوں کو جو غیر حقیقی اور جھوٹی ہیں۔ اپنے دماغ میں جگہ دینا نہایت خطرناک امر ہے۔ اسی طرح بحث کی خاطر ایسے طریق سے بات چیت کرنا جس میں مصلحت وقت کی پیروی پائی جائے نقصان دہ بات ہے دانائی اور امن اسی میں ہے کہ ہم اپنے خیال اور اقوال اور اعمال اور مطالعہ میں انہیں امورات پر توجہ کریں جو سچ اور بالکل سچ ہیں۔ ہمارے خیالات اقوال اور اعمال میں خواہ کسی قدر وسعت کیوں نہ ہو لیکن لحاظ رہے کہ وہ سچائی کے اندر ہیں یہ حقیقت اسلئے مقدم کی گئی ہے کہ یہ اور ساری دیگر صفات کی بنیاد ہے۔ بلا سچائی کے کوئی چیز راست اور خالص اور خدا کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔

اس ملک میں اس صفت سچائی کی اہمیت پر جسقدر زور دیا جائے سو تھوڑا ہے ہندوستان میں ایسا شخص بہت عزت سے دیکھا جاتا ہے جسکی نیت مطلق طور پر خالص ہو۔ اور جسکی بات پورے طور پر اعتماد کے لائق سمجھی جا سکتی ہو۔

شرافت۔ یہ لفظ ایسے وصف پر دلالت کرتا ہے جسمیں اسطرح کا بھاری پن عزم بھی اور وقار ہو کہ لوگ اس کا ادب کریں۔

مکرر یہ لفظ ۱ تھمتھیس ۳: ۸ و ۱۱ طیطس ۲: ۲ میں پایا جاتا ہے جہاں اسی کا ترجمہ سنجیدہ ہوا ہے اور دونوں موقعوں پر خادم الدینوں کے اوصاف کے متعلق استعمال ہوا ہے اور اس کا ہم مادہ اسم ۱ تھمتھیس ۲: ۲ و ۳: ۴ و طیطس ۲: ۷ میں آتا ہے۔ کمینے و بیہودہ پن کے یہ متضاد ہے۔ جس کے لئے شایاں ہے کہ اس میں متقیانہ سنجیدگی ہو جو کچھ کہ پاک اور سنجیدہ اور عزت کے لائق ہے وہ ہمارے خیال اور اقوال اور افعال کی توجہ کے لائق ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ایسی ہر ایک بات سے احتراز کریں جو خلاف شرافت اور ادب ہو۔

واجب یا راست۔ یعنے جو خدا اور انسان دونوں کی نظر میں راست ہو۔ دیانت و صدق کی زندگی اور چال چلن کے نشان ہونا چاہئیں۔ ہر ایک ناراست اور جھوٹی بات اسکے دماغ سے دور رہے۔ اور اسکے کلام میں اس کی بو تک پائی جائے اور نہ اس کے چال چلن میں اس کا لوث ہو۔ خدا راست ہے اور وہ راستوں سے محبت رکھتا ہے (زبور ۱۱: ۷)

پاک۔ یہ صفت ایسی ہر قسم کی ناپاکی کی برعکس حالت پر دلالت کرتی ہے۔ جو حرامکاری اور جسمانی گناہوں کی آلودگی سے اپنے کو بچانے سے پیدا ہوتی ہے اور اس امر کی متقاضی ہے کہ ہمارے خیال و اقوال اور اعمال پاک ہوں۔ مقامات ذیل میں یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ ۲ قرنتھ ۷: ۱۱ و ۱۱: ۲ و ۱ تھمتھیس ۵: ۲۲ طیطس ۲: ۵ یعقوب ۳: ۱۷ و ۱ پطرس ۳: ۲ و ۱ یوحنا ۳: ۳ ایک اسم جو اسی مادہ سے مستخرج ہے ۲ قرنتھ ۶: ۶ و ۱۱: ۳ میں ملتا ہے۔ پس وہ تیسری حد جس سے خدا اپنے لوگوں کے دلوں اور زندگی کو محدود کرتا ہے۔ پاک پارسائی ہے۔

یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ بہت سے ہندوستانی گھروں میں پوشیدہ خیالات تو درکنار رہے بات چیت میں بہت کچھ ناپاکی پائی جاتی ہے۔ اور ایسی بات چیت کے سننے سے معصوم کم عمر بچوں کے دلوں پر برا اثر پڑتا ہے۔

مسیحیوں کو خاص طور پر اس امر کی احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ اپنی بات چیت میں ہر قسم کے ناپاک و مکروہ الفاظ سے احتراز کریں اور جہاں اور جب اس قسم کی بات چیت ہوتی ہو اس سے کنارہ کشی کریں۔ اس طرح یہ بھی لازم ہے کہ جو قصہ کہانی وغیرہ کی کتب وہ مطالعہ کرتے ہوں۔ اسکے متعلق پوری احتیاط کریں۔ کیونکہ ملک میں بہت سی ایسی کتابیں پائی جاتی ہیں جن کا

طرز و لہجہ پاکیزگی سے بعید ہے۔

پسندیدہ۔ یہ لفظ عہد جدید میں اور کہیں نہیں آتا۔ اور اس کا مفہوم ایسی شے ہے جو مرغوب و مقبول و عزیز عام ہو۔ خداوند کی یہ خواہش ہے کہ مسیحی نہ صرف اپنے کاروبار زندگی کے لحاظ سے پاک و صاف ہوں بلکہ اپنے برتاؤ و طرز میں خلیق و ہر دلعزیز ہوں چاہئے کہ فضل ہم کو صاحب خلق و کرم بنائے۔ وہ ہمکو اپنے میں مسیح کا مزاج ایسے عالی طور پر پیدا کرے چاہئے کہ ہماری طرز روش۔ ہماری راہ و رسم غیر مسیحیوں کے ساتھ حمیدہ و پسندیدہ ہو۔ ہماری نظر اور بات چیت اور برتاؤ سے خلق ٹپکتا ہو اور

دلکش۔ یہ لفظ اسی آیت سے مختص ہے بعض اس سے ایسی شیریں کلامی مراد لیتے ہیں۔ جس سے لوگوں کے دل مسخر ہوں اور بعض ایسا اعلےٰ اور سنجیدہ کلام جو اعلےٰ صداقتوں اور شریفانہ اصولوں پر مشتمل ہو۔

مول اس کی توضیح کرتے وقت مختلف امورات متعلق گفتگو کو شامل کر لیتے ہیں یعنی وہ باتیں جو شیریں سخنی پر دلالت کرتی اور جن سے بات چیت میں دلچسپی و خوشی اور اتحاد پیدا ہو۔ ہمارے ذہن صرف انہیں باتوں پر سوچیں کہ جن کو اگر الفاظ میں ظاہر کیا جائے تو ان سے نیکی و خوش خلقی مترشح ہو۔

غرض۔ اس لفظ سے رسول خیال ماسبق کو اور زیادہ وسعت دیتا ہے یعنی تفصیل سے اجمال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور ہر ایک خوبی و نیکی کو جو حقیقی پاکیزگی کی حدود سے باہر نہ ہو جائز قرار دیتا اور اس پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ اس حد کے باہر قدم نہیں رکھنا چاہتا۔

نیکی۔ بت پرستوں کے اخلاق میں اخلاقی خوبی کے لئے یہ لفظ نہایت عام طور پر مستعمل تھا عجیب بات ہے کہ مقدس پولس جو اس سے خوب واقف تھا۔ سوائے اس ایک مقام کے ہمیشہ اس لفظ کو اپنے استعمال سے عمداً نظر انداز کرتا ہے۔ غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ بت پرست اس لفظ کو عموماً اپنے خاص معنوں میں استعمال کرتے تھے جن سے بہ نسبت خود انکاری کی خود اعتمادی متصور ہوتی تھی اُن کے نزدیک نیکی کا مفہوم

وہ شجاعت کے کام۔ یعنی جنکو وہ اپنی ذاتی طاقت سے انجام دیتے تھے۔ برخلاف اسکے مقدس
پولس کا مفہوم اس لفظ سے ایسی پاکیزگی تھی جو ایک خارجی طاقت پر منحصر ہے اور جس میں
بجائے ذاتی اختیار کے ذاتی خاکساری و عجز مقصود ہے۔ اس مقام پر جو رسول نے اس کو
استعمال کیا ہے۔ تو اس کی غرض گویا یہ ہے کہ اس قدیم و مشہور لفظ نیکی [illegible] حقیقت
[illegible] مفہوم مقصود ہو۔ اور یہ سمجھو کہ سچی اخلاقی خوبی اس سے سمجھی جاتی ہے اس پر بھی تم مناسب
طور سے اور اپنی بہتری کے لئے غور کیا کرو۔

دوسرے مقام پر یہ لفظ صرف مقدس پطرس نے (۱ پطرس ۲: ۹ و ۲ پطرس ۱: ۳ و ۵)
استعمال کیا ہے جہاں وہ اسکو ایک طرف تو خدا کے جلال کی تمجید کے متعلق اور دوسری
طرف مسیحی کی پرجوش باعمل و بیداری کے ضمن میں استعمال کرتے ہیں۔ غالباً جب پولس نے
اس موقع پر اس لفظ کو استعمال کیا تو اس کے خیال میں یہی مفہوم تھا۔ یعنی مسیحی کی پرجوش
نیت ہر ایک نیک کام کے لئے ہر ایسی بات جو اخلاقی قوت میں مدد و معاون ہو تمہاری
توجہ و تجویز کے لئے جائز ہے۔

جو تعریف کی باتیں رسول دانائی سے ہمارے پر جائز اور مفید باتوں کی ایک
حد معین کرتا ہے گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا کو مقبول و پسندیدہ ہے یا جس
بات کو انسانی ضمیر جائز طور پر حمیدہ و پسندیدہ مانتا ہے۔ غرض ہے اس پر تم اپنے ذہن میں
غور کرو اور اس کا اثر تمہاری زندگی میں ظاہر ہو۔

لحاظ رہے کہ رسول کا مطلب اس سے انسان کو خوش کرنا نہیں ہے (گلتیوں ۱: ۱۰)
رسول اس بات کو خوب جانتا ہے کہ جو بات سچی اور اچھی ہے اس کو ایک نیک انسان
کی ضمیر پسند کرتی ہے اور سب سے زیادہ وہ خدا کو خوش کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے خدا اس
سے خوش ہوتا ہے۔ اس لفظ میں خدا کی پسندیدگی کا خیال بھی مقصود ہے۔ اس لفظ اور اس
کے اصلی مفہوم کو خوب سمجھنے کے لئے ان مقامات کا بغور و خوض مطالعہ و مقابلہ کرنا
چاہئے جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے یعنی رومیوں ۲: ۲۹ و ۱۳: ۳ و ۱ قرنتیوں ۴: ۵ و ۲ قرنتیوں
۸: ۱۸ و افسیوں ۱: ۶، ۱۲، ۱۴ و فلپیوں ۱: ۱۱ و ۱ پطرس ۱: ۷ و ۲: ۱۴۔

ان پر غور کیا کرو۔ اس فعل کا ترجمہ مختلف طور سے مختلف مقامات پر ہوا ہے۔
مرقس ۱۱: ۳۱ میں صلاح کرنا ترجمہ ہوا ہے اور گنا جانا لوقا ۲۲: ۳۷ و رومیوں ۲: ۳ [illegible]
[illegible] ۲ قرنتیوں ۵: ۱۹ [illegible]
[illegible] و گلتیوں ۳: ۶ یعقوب ۲: ۲۳ میں محسوب کرنا یوحنا ۱۱: ۵۰ ۱ قرنتیوں ۱۳: ۵ شمار
کرنا اعمال ۱۹: ۲۷ - رومیوں ۲: ۲۶ و ۳: ۲۸ [illegible] ۱ قرنتیوں [illegible] ۲ قرنتیوں ۱۲: ۶ [illegible]
۱۱: ۱۹ - ۱ پطرس ۵: ۱۲ سمجھنا ۱ قرنتیوں ۱۳: ۱۱ فلپیوں ۳: ۱۳ خیال کرنا [illegible] ۲ قرنتیوں [illegible]
۲ قرنتیوں ۱۰: ۲ فلپیوں ۳: ۱۳ اور حساب دینا ۲ تیمتھیس ۴: ۱۶۔

اگرچہ یہ لفظ ابتدائی طور پر استعمال ہوا لیکن بعد ازاں ہر قسم کے منطقی استدلال
اور خیال کے متعلق استعمال ہونے لگا۔ اس موقع پر اس سے یہ معنی مشتمل ہیں [illegible]
تجربہ کے اندازہ اور معقول استدلال۔ غلط تعلیم کے مقابلہ [illegible] اور خود غرضی و اخلاقی
فکروں (باب ۳: ۱۹) کے درمیان اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہر ایک بات کے متعلق
صحیح خیال رکھا جائے اور دل اور خیال کو ان ساری باتوں میں جو سچی اور مشہور [illegible]
ہیں اور واجب اور پاک وغیرہ ہیں امتیازی طور سے کام میں لایا جائے۔

کوئی [illegible] اس فعل کے ابتدائی معنوں کو مد نظر رکھ کر یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ
ان باتوں کو خوش نیتی سے سمجھو اس لحاظ سے مسیحی ہر ایک سچی شریف [illegible] و پاک بات
کو اپنے لئے جائز شمار کرتا ہے اور جو کچھ کہ اس سے باہر ہے اسکو رد کر دیتا ہے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ [illegible]
اس طرح کی حد معین کر دی ہیں یعنی سچائی اور شرافت اور راستی اور پاکیزگی [illegible]
اخلاقی پسندیدہ اور دلکش ہے اور موجب خوشی نیک نامی اور انسان کے سامنے قابل
تعریف ہے۔ ہم کو ان حدود کے اندر رہنا خیال کرنا کلام کرنا اور عمل کرنا چاہئے۔

ہم لوگوں کے لئے جو انجیل عطا ہوئی ہے وہ کامل کتاب ہے اور جو اخلاقی تعلیم
کا خلاصہ اس آیت میں مذکور ہوا ہے اس سے شاید ہی بہتر کوئی خلاصہ ہو سکے اور سب
سے زیادہ فضل ایزدی جو مسیحی کے شامل حال ہے وہ یہ ہے کہ زندہ مسیح کی قدرت

اس کو حاصل ہوتی رہتی ہے جس سے وہ اس اخلاقی قانون کے موافق زندگی بسر کرسکتا ہے (آیت ۱۳)۔

۹- جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں اور حاصل کیں اور سُنیں اور مجھ میں دیکھیں۔ اُن پر عمل کیا کرو۔ تو خُدا جو اطمینان کا چشمہ ہے تمہارے ساتھ رہیگا۔

پیارا رسول اپنے لوگوں کے لئے ایک بہترین نمونہ تھا۔ اس آیت میں افعال جو بصیغہ مضارع پائے جاتے ہیں وہ اس زمانہ پر دلالت کرتے ہیں جبکہ رسول ان کے درمیان موجود تھا۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ آیت ۸ میں وہ ان مضامین پر بحث کرتا ہے جن پر مسیحیوں کو سوچنا چاہئے اور آیت ۹ میں وہ مسیحی عمل کی مثال پیش کرتا ہے۔

جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں یعنے اسوقت جب میں نے فلپی میں بطور تعلیم کے تم کو سکھلائیں اور ان سے وہ تعلیم بھی مراد لی جاسکتی ہے جو اور مسیحی معلموں سے انکو حاصل ہوئی۔ اور حاصل کیں یعنی خاص مجھ سے تمکو وہ صداقتیں حاصل ہوئی جنکو میں نے خود حاصل کیا تھا۔ اس فعل کے معنے کسی شے کا کسی دوسرے سے حاصل کرنا ہے مقدس پولس ۱۱ بار اس کو استعمال کرتا ہے (۱ قرنتی ۱۱: ۲۳ و ۱۵: ۱، ۳۔ گلتیوں ۱: ۹ و ۱۲۔ فلپیوں ۴: ۹ و کلسیوں ۲: ۶ و ۴: ۱۷ و ۱ تسلونیکیوں ۲: ۱۳ و ۴: ۱ و ۲ تسلونیکیوں ۳: ۶)

ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ اس بڑے مشنری نے اپنے پیغام کو خداوند سے حاصل کیا اور پھر اُس کو دوسروں کے حوالہ کیا۔ مسیحی تعلیم کا یہ سچا طریقہ ہے۔

اور سُنیں یعنی رسول کی زبانی تم نے اپنے کان سے سُنیں۔ یا میری غیر حاضری میں دوسروں کی زبانی میرے چال چلن کی بابت سُنیں (مقابلہ ۱: ۳۰) اور مجھ میں دیکھیں یعنی شخصی طور پر پولس کے چال چلن کو سے دیکھا۔ یہ انجیل کی سچائی کا نمونہ تھا جو تم نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اُسکی تعلیم کا نمونہ اسکے چال چلن میں یعنی میری

روزمرہ کی زندگی اور چال چلن اور نصیحتوں میں انھوں نے دیکھ لیا۔

یعنے مجھ میں۔ فعل دیکھنے سے متعلق ہیں لیکن فعل ماقبل سننے سے بھی ملحق سمجھے جاسکتے ہیں۔ کیا یہ ذاتی مشاہدہ اور تجربہ اُن کے لئے ایک قوی دلیل رسول کی صداقت اور دیانت کا نہ تھا؟ جب ہندو اور مسلمان انجیل کی حقانیت کا ثبوت پیروان انجیل کی زندگی میں دیکھینگے تو ہندوستان میں مسیحی دین کی اشاعت میں سرعت کے ساتھ ترقی ہوگی۔

اُن پر عمل کیا کرو (مقابلہ کرو یوحنا ۱۳: ۱۷ حاشیہ و آیت ۲۲ حاشیہ اعمال ۱۹: ۱۹ روم ۱: ۳۲ و ۲: ۱، ۲-۳ و ۷: ۱۵-۱۹ گلتیوں ۵: ۲۱) اس فعل میں ایسے عمل کا مفہوم ہے جو بطور عادت کے روزانہ کیا جائے۔ مذہب ہمیشہ عملی ہونا چاہئے اور ہندوستان میں تمام دیگر ممالک سے بیشتر عملی مذہب کی ضرورت ہے۔

اگر ہم مسیحی ان سب باتوں پر جو ہم نے سیکھیں اور حاصل کیں اور سُنیں اور دیکھیں اپنی روزانہ زندگی میں عمل کریں تو سچی دینداری جو آج کل کمیاب سی نظر آتی ہے بہت زیادہ نظر آنے لگے۔

خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے۔ یونانی میں صرف "اطمینان کا خدا ہے" اور لفظ خدا پر حرف تعریف ہے۔ آیت ۷ میں خدا کا اطمینان مذکور ہوا ہے اور یہاں خود خدا جو اس اطمینان کا بانی ہے۔ وہاں چشمہ جاریہ اور یہاں خود سرچشمہ مفہوم ہے۔ مفسر بنگل فرماتے ہیں کہ نہ صرف خدا کا اطمینان ہمارا ہے بلکہ خود خدا جب بانی اطمینان خود ہمارے ساتھ ہے تو پھر اطمینان تو خود بخود موجود ہے۔

یہ شیریں محاورہ یعنے اطمینان کا خدا عہد جدید میں پانچ بار آتا ہے اور ایک مرتبہ بالفاظ "اطمینان کا خداوند" مذکور ہوا ہے۔

(۱) دُعا میں جانفشانی کرو اور اطمینان کا خدا تمہارے ساتھ رہے۔ روم ۱۵: ۳۰-۳۳

(۲) شیطان کا مقابلہ کرو اور " " " " " " روم ۱۶: ۲۰-

(۳) میل ملاپ سے رہو تو خدا محبت اور میل ملاپ (اطمینان) کا خدا تمہارے ساتھ

ہوگی۔ ۱ قرنتھ ۱۳: ۱۱۔
(۹) پاکیزگی پر عمل کرو۔ تو اطمینان کا خدا تمہارے ساتھ رہیگا۔ فلپیوں ۴: ۹
(۵) ان کو جو صراط مستقیم پر نہیں چلتے نصیحت دو اور اطمینان کا خدا خداوند تم کو اطمینان بخشیگا۔ ۲ تسلنیکیوں ۳: ۱۵-۱۶۔
(۶) فرمانبرداری کرو اور دعا مانگو اور اطمینان کا خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ عبرانی ۱۳: ۲۰۔

(ان آیات کے مطالعہ کے وقت سیاق و سباق عبارت کا لحاظ رکھنا چاہئے)
ان تمام مقامات سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ اطمینان سے مراد کاہلی نہیں بلکہ اطمینان وہ حقیقی قوت ہے جو ہم کو مستعد بناتی ہے۔ اور جب ہم ان باتوں کو جو سنتے ہیں اور سیکھتے ہیں عمل میں لاتے ہیں تب ہی اطمینان کا خدا ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ اطمینان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔
کیا ہی کامل وہ اطمینان ہے جو ان مسیحیوں کو حاصل ہوتا ہے جو فرمانبردار ہیں یہ اطمینان ہمیشہ اور ہر طرح سے ہے (۲ تسلنیکیوں ۳: ۱۶) اور ایک نسخہ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ نہ صرف ہمیشہ اور ہر طرح سے بلکہ ہر مقام میں بھی ہمارے ساتھ رہتا ہے۔

آیات ۱۰-۲۰ ذاتی امورات
پولس رسول کی شکرگزاری قناعت

۱۰۔ میں خداوند میں بہت خوش ہوں کہ اب اتنی مدت کے بعد تمہارا خیال میرے لئے سرسبز ہوا۔ بیشک تمہیں پہلے بھی اس کا خیال تھا۔ مگر موقع نہ ملا۔

ہمیں مسائل و عقائد و نصائح کے بعد اس وقفہ سے مقدس پولس اپنی ذاتی شکرگزاری

اہل فلپی بھائیوں کی امداد کے متعلق ظاہر کرتا ہے جو انہوں نے رسول کی کی تھی۔ مقابلہ کرو روم ۱۲: ۱۷۔ ۱ قرنتھ ۱۶: ۷۔ ۱۵۔ افسیوں ۶: ۱۰-۲۰ و ۱ تسلنیکیوں ۱: ۱۵-۱۶ وغیرہ)۔
میں خداوند میں بہت خوش ہوں۔ یونانی فعل کے موافق یوں ترجمہ ہوگا کہ خوش ہوا یعنی اسوقت کا خیال متصور ہے جب رسول کو انکی مدد وصول ہوئی۔
رسول نے دو یا تین بار فلپیوں کو یہ نصیحت کی کہ خداوند میں خوش رہو (۳: ۱۔ ۴: ۴)۔ ان آیات کی شرح دیکھو اور نیز ۲: ۱۸ سے مقابلہ کرو۔ یہاں وہ خود اس نصیحت پر عمل کرتا ہے۔ جس کی ہدایت اس نے انکو کی تھی۔
بہت اس قسم کی تاکید صرف اس مقام سے مخصوص ہے اور اس سے خداوند میں خوش رہنے کے مضمون کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔
اب اتنی مدت کے بعد۔ یہ محاورہ روم ۱: ۱۰ میں مکرر ملتا ہے۔
تمہارا خیال میرے لئے۔ یہ جملہ فعل "سرسبز ہوا" کی مبتدا ہے لفظا خیال اس خط میں بار بار آتا ہے (دیکھو ۲: ۲) اور یہ ایسا خیال ہے جس میں ہمدردی متصور رہے۔ چنانچہ فلپیوں نے جب رسول کا خیال کیا تو اس کا ظہور اس چندے سے ہوا جو انہوں نے خدا کے کام کے لئے بھیجا جسمیں رسول مشغول تھا۔
اسی طرح اگر ہم دوسروں کا خیال رکھتے ہیں تو ضرور ہے کہ اس کا ظہور نہ صرف زبان ہی بلکہ عمل سے بھی ہو (یعقوب ۲: ۱۵-۱۶) اور اگر ہم کلیسیا کے بہی خواہ ہیں اور مسیحی دین کی خدمت سے جو بت پرستوں میں کی جاتی ہے دلچسپی رکھتے ہیں تو چاہئے کہ اپنی استطاعت کے موافق روپیہ پیسہ کی مدد سے اپنی ایثار نفسی کا ثبوت دیں۔
سرسبز ہوا۔ یہ فعل صرف اس مقام سے مخصوص ہے اور اس میں وہ سرسبزی متصور ہے جو کسی پھلدار درخت میں بطور سبز شاخ کے نمودار ہوتی ہے۔ لفظا اس زمانہ پر دلالت کرتا ہے جب کہ انہوں نے چندہ جمع کرکے رقم رسول کے پاس بھیجی تھی گویا کہ وہ چندہ ان کے ہمدردانہ خیالات کے درخت کی ایک سبز شاخ تھی۔
مفسر گگل خیال کرتے ہیں کہ جب اہل فلپی نے اپفرودتس کے ہاتھ رسول کے پاس چندہ

روانہ کیا تو فرمانا بہار کا موسم تھا اور نئی پتیاں درختوں میں نکلتی آتی تھیں اور رسول نے وقت کی موزونیت کے لحاظ سے یہ استعارہ استعمال کیا لیکن یہ خیال گو نہایت لطیف ہے مگر خدا کی تاریخ اور وقت سے نامطابق ہے (دیکھو دیباچہ ۳)

بہرحال یہ استعمال نہایت لطیف اور شاعرانہ اور رسول کے شاعرانہ اور خلیق مزاج کا پرتو ہے۔ مسیحی خدا کے درخت ہیں (مزمور ۱: ۳ و ۹۲: ۱۲-۱۴ و یسعیاہ ۶۱: ۳ وغیرہ) اور ایک دوسری مثال کے لحاظ سے انگور کی شاخ ہیں (یوحنا ۱۵: ۵) پس ان کو چاہئے کہ ہمیشہ نئی نئی سبز پھول پھل کی ٹہنیاں اپنے میں نکالا کریں اور سب سے زیادہ خوشنما خوشبودار وہ ٹہنی ہے جس سے دوسروں کے لئے محبتانہ ہمدردانہ خیال کی بو آتی ہے۔

بیشک تمہیں پہلے بھی اس کا خیال تھا۔ رسول نے جملہ اسبق میں جو یہ الفاظ لکھے کہ اب اتنی مدت کے بعد تو ممکن تھا کہ بعض لوگ در پردہ اس میں ایک طنز سمجھتے پس وہ اس جملہ میں نہایت ملائمت و خلق سے اس قسم کے امکان کی گنجائش کو بھی دفع کر دیتا ہے وہ نہ صرف ان کی امداد کا اقرار کرتا ہے بلکہ یہ بھی کہ ان کو اس سے پہلے بھی رسول کا خیال تھا گویا ان کی خوش خلقی کا اظہار کرتا ہے کہ گو اتنی مدت کے بعد ان کا خیال رسول کے لئے عملی امداد کی صورت میں سرسبز ہوا تو بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ رسول کے لئے فکرمند نہ تھے۔ کیا ہی اعلیٰ محبت و ظرفی و خوش خلقی و شیریں بیانی رسول کے اس جملہ سے پائی جاتی ہے

مگر موقع نہ ملا۔ یونانی میں یہ ایک ہی لفظ ہے اور صرف اسی مقام پر عہد جدید میں ملتا ہے اور [illegible] ۱۲ہ۱۲ میں بصورت متعلق فعل کے آتا ہے ان کے اتنی مدت کے بعد امداد بھیجنے کا سبب خواہ یہ ہو کہ ان کے پاس روپیہ نہ تھا۔ یا کوئی قاصد نہ ملتا جس کے ہاتھ وہ بھیجا جائے۔ یا ممکن ہے کہ رسول کی قید کی وجہ سے کسی کو اسکے پاس اس وقت تک نہ پہنچ سکتے جب تک کہ وہ روم نہ پہنچ گیا۔ بہرحال جو کچھ کہ اس کا سبب ہو رسول نہایت اعلیٰ ظرفی و شیریں بیانی سے اس جملہ میں ادا کر دیتا ہے کہ تم کو موقع نہ ملا۔

۱۱- یہ نہیں کہ میں محتاجی کے لحاظ سے کہتا کیونکہ میں نے یہ سیکھا ہے کہ جس حالت میں ہوں اسی پر راضی رہوں۔

یہ نہیں کہ میں محتاجی کے لحاظ سے کہتا۔ لفظ یہ نہیں اس خط کی ۳: ۱۲ و ۴: ۱۷ میں مکرر آتا ہے اور اسکا مطلب کسی قسم کی غلط فہمی کے دفع کرنے کا ہے۔

محتاجی کے لحاظ سے۔ پچھلی آیت میں رسول نے انکی امداد کے لئے شکریہ ادا کیا لیکن وہ اس آیت میں ایسی ہر قسم کی غلط فہمی کو دفع کرنا چاہتا ہے جس سے یہ احتمال ہو سکے کہ وہ ان کی مدد کا محتاج تھا۔

لفظ محتاجی مرقس ۱۲: ۴۴ میں اس کنگال بیوہ کے متعلق مستعمل ہوا ہے جس نے ایک چھدام کی کوڑی بیت المال میں ڈالی تھی۔

کیونکہ میں نے۔ لفظ میں نے پر ایک خاص زور ہے یعنی میں نے خاص طور پر قناعت کا سبق سیکھا ہے اور دوسروں کو بھی ایسا سیکھنا چاہئے۔

سیکھا ہے۔ رسول کی زندگی میں اسکو بہت سی احتیاج و فاقوں کے تجربے ہوئے ممکن ہے کہ گزشتہ تنگی کی طرف اشارہ ہو یا اس وقت کی طرف جو ان کو پہلی اور دوسری امداد کے درمیان گزرا۔

جس حالت میں ہوں۔ کتنے مسیحی ہیں جو اپنی حالت پر گزارا کرتے اور اپنی ناکامیابیوں کا شکوہ کرتے ہیں۔

اسی پر راضی رہوں۔ اسکے ابتدائی معنے اپنی ذات میں مستغنی ہونا ہیں جب اس قسم کا مزاج انسان میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر خارجی معاملات کے اثروں سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ ستوئک فلسفی اس قسم کی فلسفیانہ مزاج پیدا کرنے پر بہت زور دیتے تھے۔ اس کا ہم مادہ اسم ۲ قرنتھیوں ۹: ۸ و ۱ تیمتھیس ۶: ۶ میں آتا ہے۔ جن کا مطالعہ باعث دلچسپی ہوگا۔

پس اسی طرح مسیحی کو قناعت سے استغنا پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ اپنی ساری حاجتوں و ضرورتوں سے حتی الامکان اپنی ذات میں مستغنی رہتا ہے۔ اور اپنی خوشحالی کے لئے خارجی اشیاء پر اس کا انحصار نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ مسیح رسول کی ذاتی خودی کے بدلے خود اس میں زندہ تھا۔ پس اس لحاظ سے وہ بحقیقت مستغنی ہیں کیونکہ مسیح اسکی غذا ہے (مقابلہ کرو ۲ کرنتھیوں ۵: ۱۴-۱۵)۔

۱۲- میں پست ہونا بھی جانتا ہوں اور بڑھنا بھی جانتا ہوں ہر ایک بات اور سب حالتوں میں میں نے سیر ہونا بھوکا رہنا اور بڑھنا گھٹنا سیکھا ہے۔

میں پست ہونا جانتا ہوں۔ اس فعل کے لئے مقابلہ کرو متی ۲۳: ۱۲ لوقا ۳: ۵؛ ۱۴: ۱۱؛ ۱۸: ۱۴؛ یعقوب ۴: ۱۰؛ ۱ پطرس ۵: ۶۔ ان مقامات سے پست ہونے سے مراد فروتن ہونا یا کمتر ہونا ہے جس میں اپنی ناداری اور محتاجی کا احساس ہو یعنے میں جانتا ہوں کہ کس طرح ذلت کی برداشت کرنا چاہئے۔

بشپ مول اس سے فراغت اور آرام کی ادنےٰ حالت مراد لیتے ہیں اور اپنے ثبوت میں اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ قدیم یونانی مستند کتابوں میں یہ لفظ ندی کی اس حالت پر دلالت کرتا ہے جب اس میں پانی بہت کم ہو۔

اور بڑھنا بھی۔ پولس رسول کا مرغوب لفظ ہے۔ اُس نے اسکو ۱: ۹ و ۲۶ میں استعمال کیا ہے اور پھر اس آیت میں اور آیت ۱۸ میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے دیکھو شرح ۱: ۹۔

غالباً فلپیوں کا چندہ اس بڑھنے کا باعث ہوا تھا۔ جسطرح تنگ حالی کی برداشت کا راز سیکھنا مشکل ہے اسی طرح فراوانی کا بھی خوشحالی بہ نسبت تنگ حالی کے زیادہ مشکل ہے۔ خوشحالی کی برداشت کیلئے

اکثر بیشتر خطرات کا باعث ہوتی ہے۔

ہر ایک بات اور سب حالتوں میں یعنے تفصیلاً اور اجمالاً ہر قسم کے حالات و کوائف میں (مول)۔

جملہ ہر ایک بات کے لئے دیکھو شرح ۴: ۶ سب حالتوں میں اس کے لئے ان مجموعہ آیات کا مقابلہ کرو جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) سب باتوں میں ایماندار - ۱ تیمتھیس ۳: ۱۱
(۲) ساری باتوں کی سمجھ - ۲ تیمتھیس ۲: ۷
(۳) ساری باتوں میں ہوشیار رہ - ۲ تیمتھیس ۴: ۵
(۴) سب باتوں میں خوش - ططس ۲: ۹
(۵) ہر بات میں خدا کی تعلیم کو رونق - ططس ۲: ۱۰
(۶) ہر بات میں نیکی کیساتھ زندگی گزارنا - عبرانی ۱۳: ۱۸
(۷) سب باتوں میں خدا کا جلال ظاہر ہو - ۱ پطرس ۴: ۱۱
(۸) سب حالتوں میں قانع و راضی رہنا - (یہاں)

میں نے سیر ہونا بھوکا رہنا اور بڑھنا گھٹنا سیکھا ہے۔ یونانی میں یوں ہے بڑھنے اور گھٹنے کا بھید سیکھا ہے۔ دیکھو حاشیہ اور یہ جملہ صرف اسی جگہ عہدجدید میں آتا ہے۔ اور یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی شخص بھید اسرار دینی رسومات میں شامل کیا گیا ہو۔ مثلاً قدیم یونانی مذہبوں میں مختلف مذہبوں کے رازوں سے واقف ہونے کے لئے بعض رسمیات عمل میں لائی جاتی تھیں اور جب کوئی شخص ان رسمیات کے موافق اس مذہب میں شامل ہو جاتا تھا تو وہ ان اسرار سے واقف ہوتا تھا اور بیرونی لوگ ان کو نہ جانتے تھے۔ فی زمانہ فریمیسن طریقہ اس قسم کا ہے۔

عہدجدید میں بھید کے لفظ سے ایسا راز مراد ہے جو کسی وقت نظر سے پوشیدہ تھا۔ لیکن اب ایمانداروں کو انجیل کے ذریعہ سے وہ آشکارا کر دیا گیا (دیکھو متی ۱۳: ۱۱؛ فسیوں ۱: ۹؛ ۳: ۳-۹؛ ۶: ۱۹؛ کلسیوں ۱: ۲۶ و ۲۷؛ ۱ تیمتھیس ۳: ۱۶ وغیرہ)

پولس رسول مسیحی قناعت کے کھلے ہوئے راز میں شریک کیا گیا تھا۔

سیر ہونا بھوکا رہنا۔ مقامات ذیل کے مطالعہ سے اس فعل کے معنے خوب واضح ہو سکتے ہیں۔ متی ۵: ۶ و ۱۴: ۲۰ و ۱۵: ۳۳، ۳۷ و مرقس ۷: ۲۷ و لوقا ۶: ۲۱ و ۱۶: ۲۱ یعقوب ۲: ۱۶ و مکاشفہ ۱۹: ۲۱۔

بھوکا رہنا۔ پولس رسول نے بھوک کی شدت کا خوب تجربہ کیا تھا۔ (۲ کرنتھیوں ۱۱: ۲۷) اسی طرح دیگر ادوں نے بھی اس کا تجربہ اٹھایا تھا (متی ۲۲: ۲ و ۲۱: ۱۸)

کثرت۔ یہ فعل اسی اسم کا ہم مادہ ہے جو آیت ۱۸ میں استعمال ہوا ہے۔ سیری، کمی، فراوانی، محتاجی میں اپنے دل کو ایک حالت پر قائم رکھنا اور خوش و قانع رہنا درحقیقت ایسا راز ہے جس کے جاننے سے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں اور غیر مسیحی مسیحیوں میں جہاں قرضہ لینے کا بُرا دستور بہت دیکھا جاتا ہے۔ قناعت کی اس تعلیم و مقابلہ کرو ۱ تیمتھیس ۶: ۶-۸ کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ہم قناعت کے اس بھید کو خوب سمجھیں اور قانع مزاج پیدا کریں تو قرضہ کی بلا سے مخلصی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم رومیوں ۱۳: ۸ کو پیش نظر رکھیں تو کیونکر ممکن ہے کہ ہم شادیوں میں بہت روپیہ لیں یا دوسروں سے خرید کریں یا اپنی حیثیت سے زیادہ شان و شوکت پر صرف کریں اور اپنی آمدنی سے زیادہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں۔ مقدس پولس رسول نے اس راز کو سیکھ لیا تھا اور کوشش کرتا رہا تاکہ کلیسیا اس بھید کو اپنے ذہن نشین کرے۔ مقدس پولس اپنی آمدنی پر قانع تھا اور وہ جو ضرورت مند تھی دیگر اپنی آمدنی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ وہ مستغنی تھا اور اپنی ضروریات کے لئے بھروسہ خدا پر رکھتا تھا۔ اور کبھی قرض نہ لیتا تھا۔

۱۳۔ جو مجھے طاقت بخشتا ہے اس میں میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔

جو مجھے طاقت بخشتا ہے۔ دیکھو ۱ تیمتھیس ۱: ۱۲ و ۲ تیمتھیس ۴: ۱۷۔ ان مقامات میں طاقت بخشنے والا خداوند مسیح ہے جو اپنے بندوں کو اپنی خدمت کے انجام دینے اور آزمائشوں میں برداشت کی طاقت بخشتا ہے۔ مقامات ذیل میں بصورت مجہول یہ فعل مستعمل ہوا ہے۔

اعمال ۹: ۲۲ رومیوں ۴: ۲۰ و افسیوں ۶: ۱۰ و ۲ تیمتھیس ۲: ۱ و عبرانیوں ۱۱: ۳۴

اس میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اس فعل میں ایسی قدرت و طاقت کا خیال مقصود ہے جو کامیاب کرنے والی ہے۔ علاوہ بریں یہ فعل مقامات ذیل میں آتا ہے۔ مرقس ۵: ۴ و ۹: ۱۸ لوقا ۱۳: ۲۴ و ۱۴: ۶، ۲۹، ۳۰ و ۱۶: ۳ و ۲۰: ۲۶ یوحنا ۲۱: ۶ اعمال ۶: ۱۰ و ۱۵: ۱۰ و ۱۹: ۱۶ و ۲۵: ۷ و ۲۷: ۱۶ یعقوب ۵: ۱۶۔ مقدس پولس خدا کی بخشی ہوئی طاقت سے ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے غیر مساعد حالات اور مختلف مشکلات کا خوشی کے ساتھ اس قوت کے ذریعہ سے مقابلہ کر سکتا اور ان پر غالب آ سکتا ہے۔ نحوہ: وہ افسس میں درندوں سے لڑنے کی صورت میں ہو (۱ کرنتھیوں ۱۵: ۳۲) یا اپنے جسم کے کانٹے کو صبر سے سہنے کی صورت میں (۲ کرنتھیوں ۱۲: ۷-۱۰) خدا کی دی ہوئی طاقت ہر ایک بات کے لئے پورے طور پر کافی ہے۔

سب کچھ (دیکھو شرح ۲: ۱۳ و ۳: ۸ و ۲۱ و ۴: ۳ و ۱۸) اگر ہم اس آیت کو اپنے مد نظر رکھیں تو مسیحی زندگی اور کام کی ترقی اور فتح کے امکانات بے حد اور آسان ہیں۔ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں کیونکہ خدا کی یہی مرضی ہمارے لئے ہے۔

اس آیت میں جو خیال مستور ہے وہ یہ ہے کہ خدا جیسا ازلی و ابدی ہستی کو جو شخص دلی سے اس پر بھروسہ کرتا ہے اپنی ربانی طاقت سے ایسا مضبوط بنا دیتا ہے جس سے وہ سب کچھ خوشی و آسانی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے لیکن یہ طاقت صرف اسی میں ہے اور صرف اسی سے مل سکتی ہے۔ دوسرا کوئی ذریعہ نہیں (یوحنا ۱۵: ۵) اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ مسیح سے دائمی اور زندہ وصل قائم رکھا جائے۔

۱۴۔ تاہم تم نے اچھا کیا جو میری مصیبت میں شریک ہوئے

تاہم۔ یہ وہی حرف عطف ہے جو ۱: ۱۸ اور ۳: ۱۶ میں بہر حال مستعمل ہوا۔ اس آیت میں رسول فلپیوں کی محبت کا جو انہوں نے چندہ بھیجنے سے ظاہر کی اقرار کرتا ہے گو مسیح میں اسکو کسی بات کی کمی نہیں تو بھی وہ مسیحیوں کی محبت اور دوستانہ مدد کی قدر کرتا ہے۔

تم نے اچھا کیا۔ یہ محاورہ متی ۱۲:۱۲ مرقس ۷: ۳۷ لوقا ۶: ۲۷-۳۳ اعمال ۱۰: ۳۳ یعقوب ۲: ۸-۱۹ میں پایا جاتا ہے۔ ان مقامات کے مطالعہ سے خدا کی سچی مہربانی کا خیال واضح ہوتا ہے۔

اس آیت میں فلپیوں کے انعام کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے محبت سے رسول کے پاس بھیجا تھا۔

جو میری مصیبت میں شریک ہوئے۔ مقابلہ کرو شرح ۱: ۷ جہاں لفظ شریک کا کام مادہ اسم مستعمل ہوا ہے۔ یہ فعل مکرر افسیوں ۵: ۱۱ مکاشفہ ۱۸: ۴ میں آتا ہے اور ان دونوں مقامات میں یہ شرکت بطور ممانعت کے مذکور ہوتی ہے یعنی کہ دوسروں کی بدکاریوں میں نہ شریک ہوں۔

اس آیت میں وہ متحد شراکت مراد ہے جو انہوں نے رسول کی مصیبت میں ہمدردی و چندہ سے ظاہر کی تھی۔ وہ اسی قسم کا مفرد فعل مقامات ذیل میں پایا جاتا ہے۔ رومیوں ۱۲: ۱۳ و ۱۵: ۲۶ گلتیوں ۶: ۶ فلپیوں ۴: ۱۵ و ۱ تیمتھیس ۵: ۲۲ عبرانی ۲: ۱۴ - ۱ پطرس ۴: ۱۳ و ۲ یوحنا ۱۱ ...

ان میں سے اول مقامات میں مالی مدد مدِ نظر ہے۔

شراکت جو اس آیت میں منصور ہے وہ نہ صرف مالی مدد تھی بلکہ اس سے زیادہ انکی ہمدردی و دوستی تھی جس کے باعث انہوں نے رسول کی مدد کی تھی۔ جہاں ہم سیکھتے ہیں کہ ہماری عملی ہمدردی ... ہم کو لازم ہے کہ وہ سچی شراکت اور رفاقت ہم میں ہو جس سے بیماروں اور مصیبت زدوں سے نہ صرف دعا اور نصیحتوں سے شریک و مددگار رہیں بلکہ عملی طور پر بھی جس سے ان کی احتیاج رفع ہو۔ ایسے کتنے مسیحی ہیں جو بیمار دوستوں کے گھر کو جھاڑ دیں۔ ان کیلئے کنوئیں سے تازہ پانی بھر لائیں یا ان کے بچوں کی مدد و دستگیری کے ذریعہ بھی شراکت ظاہر کرتے ہیں؟

مسیحی فیاضی کی زیادہ ضرورت ہے جو عملی ہو جس میں ہمارا کچھ صرف بھی ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے جو بہت زیادہ مسیحی دینداری ظاہر کرتے ہیں مگر خدا کے لئے بہت کچھ تھوڑا سا دیتے ہیں۔ اس آیت میں کوئی تسلی نہیں ہے۔

۱۵- اور اے فلپیو۔ تم خود بھی جانتے ہو کہ خوشخبری کے شروع میں جب میں مکدنیہ سے روانہ ہوا تو تمہارے سوا کسی کلیسیا نے لینے دینے کے معاملے میں میری مدد نہ کی۔

اے فلپیو۔ دیکھو شرح عنوان خط۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فلپی کی رومی نوآبادی میں آباد تھے اور اس میں ان کے رومی حقوق شہریت کا خیال بھی منظور ہے۔

تم خود بھی جانتے ہو۔ یعنی مجھے یہ بات جتانے کی ضرورت نہیں کہ تمہاری مدد و محبت کی کس قدر قدر کرتا ہوں اور خواہ چندہ آتا یا نہ آتا تو بھی تمہاری ہمدردی کا جو تم میرے ساتھ رکھتے تھے مجھے پورا اطمینان تھا کیونکہ تم ہمیشہ میرے ساتھ ہمدرد رہے جسکو تم خود بھی جانتے ہو اور میں ابھی اسکے لئے شکرگزار رہوں۔

خوشخبری کے شروع میں۔ یعنی تمہارے ملک میں اشاعت انجیل کے ابتدائی ایام میں۔ مقابلہ کرو شرح آیت ۳ (انجیل میں)۔

انجیل سے مراد اس مقام پر انجیل کی اشاعت سے ہے۔

جب میں مکدونیہ سے روانہ ہوا۔ اس سے مراد یا تو وہ ٹھیک وقت ہے جب رسول مکدونیہ سے روانہ ہوا یا اسکے تھوڑے ہی بعد۔ ممکن ہے کہ دونوں زمانے مدِ نظر ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول جب کرنتھیہ میں تھا تو چندہ اسکے پاس بھیجا گیا تھا (۲ کرنتھیوں ۱۱: ۹)۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول مکدونیہ سے شمالی یونان ہوکر جنوبی یونان میں صوبہ اخیہ میں پہنچا تھا۔ اور ممکن ہے کہ وہ چندہ ان لوگوں کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہو جو اسکے ساتھ مکدونیہ سے اخیہ گئے تھے (اعمال ۱۷: ۱۴-۱۵) اور جب وہ دونوں رسولوں کی ... پہنچا تو انکے حوالہ کر دیا گیا ہو۔ اسوقت سے وہ سلسلہ قبل کے زمانہ کی تاریخ کے لئے دیکھو اعمال باب ۱۷۔

تمہارے سوا۔ مقابلہ کرو ۲ کرنتھیوں ۱۱: ۹۔ وہ مشکل کہتے ہیں کہ وہ اگر چاہتے تو وہ اس شہر پر چندہ دیتے کہ اگر اور کلیسیائیں بھی مدد دیتیں تو ہم بھی دیتے مگر اہل فلپی نے ایسا نہیں کیا

بلکہ مدد دینے میں خود ابتدا کی اور تعریف کے قابل ٹھہرے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ رسول اس سے اور کلیسیاؤں کا جنہوں نے مدد نہیں کی شکوہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد صرف کلیسیا فلپی کی قابل تعریف سخاوت کا ذکر کرنا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ہم بلا دوسروں کی پیشقدمی کے خود بطور اخلاقی فریضہ کے چندہ سے جہاں اسکی ضرورت ہو مدد کریں لیکن لحاظ رہے کہ اس میں رقابت کا خیال نہ ہو۔

لینے۔ یہ لفظ اسی آیت سے مخصوص ہے۔ اس سے مراد رسول کا اس چندہ کو قبول کرنا ہے۔

دینے۔ یہ لفظ صرف عہد جدید میں یعقوب ۱:۱۷ حاشیہ میں آتا ہے۔ اس سے مراد اہل فلپی کا رسول کو چندہ دینا ہے۔

میری مدد کی۔ یونانی میں شراکت لفظ کی دیکھو شرح آیت ۱۴۔

۱۶۔ چنانچہ تھسلنیکے میں بھی میری احتیاج رفع کرنے کے لئے تم نے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ کچھ بھیجا تھا۔

چنانچہ تھسلنیکے میں بھی۔ فلپی کی روانگی کے بعد پولس رسول تھسلنیکے میں جو فلپی سے [illegible] میل [illegible] مکدنیہ کا ایک شہر ہے کام کرتا رہا (اعمال ۱:۱۷) اہل فلپی نے چندہ بھیجنے میں [illegible] کی بلکہ پولس مکدنیہ کو چھوڑنے نہ پایا تھا کہ انہوں نے تھسلنیکے میں اسکو مدد دی اور اس [illegible] پر عمل کیا کہ [illegible]

میری احتیاج رفع کرنے کے لئے۔ لفظ احتیاج ۲:۲۵ میں آچکا ہے اور آیت ۱۹ میں مکرر آتا ہے۔ شکرگزاری ایک اچھی صفت ہے۔ اور مسیحیوں کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ شکرگزاری کی عادت اپنے میں پیدا کریں۔ مقدس پولس تھوڑی سی بھی مدد کے لئے اوروں کا شکریہ ادا کرتا تھا لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ دولتمند ہوتا ہے وہ اور بھی زیادہ ناشکر ہوتے ہیں [illegible] لوگوں سے زیادہ اس ملک میں ہم نے مسیحی مشن سے خاص قسم کی امداد اور تعلیمی فوائد حاصل کئے ہیں۔ پس ہم کو چاہئے کہ بطور ایک شکرگزار کلیسیا کے چمکیں اور خدا کی خدمت میں سرگرم

ہوں اور کوشش کریں کہ انجیل کی روشنی کو ان مقامات میں پہنچائیں جہاں وہ روشنی اب تک نہیں پہنچی۔

تم نے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ کچھ بھیجا تھا۔ چونکہ فلپی سے تھسلنیکے کو آسان راستہ تھا اسلئے آمد و رفت آسان تھی۔ اور غالباً اس وجہ سے تھوڑے عرصہ میں فلپیوں نے دو دفعہ چندہ بھیجا۔ ۱ تھسلنیکیوں ۲:۹ و ۴:۱۱ و ۲ تھسلنیکیوں ۳:۸-۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے عمداً اہل تھسلنیکیہ سے مدد لینا پسند نہ کیا۔ اس لحاظ سے اہل فلپی کے چندہ سے پولس رسول کو بہت مدد ملی۔ اور چندہ کی مدد پہنچ جانے سے اس نے اپنے کام کو جاری رکھا۔ پولس رسول تھسلنیکے میں تھوڑے سے دن رہا (اعمال ۱:۱۷-۱۰) شاید یہ قیام چند ہفتوں سے زیادہ نہ تھا۔ تو بھی اہل فلپی نے اس اثنا میں دو بار چندہ سے اسکی مدد کی۔ الفاظ ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ مکرر صرف ۱ تھسلنیکیوں ۲:۱۸ میں ملتے ہیں۔

۱۷۔ یہ نہیں کہ میں انعام چاہتا ہوں بلکہ ایسا پھل چاہتا ہوں جو تمہارے حساب میں زیادہ ہو جائے

یہ نہیں۔ دیکھو شرح آیت ۱۱۔ رسول چندہ کے اس تذکرہ اور اپنی پرجوش شکرگزاری کے اظہار سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ سمجھیں کہ وہ آئندہ اور مدد کا ان سے خواستگار ہے۔ مقدس پولس ایسا قانع و مستغنی شخص اور ایسی اسباب کو پسند کرتا تھا کہ کوئی اس کی بابت یہ خیال کرے کہ وہ کسی سے کسی طرح کی مالی مدد کا متوقع ہے۔ اس قدر شکرگزاری کا اظہار محض اس لئے [illegible] تھا نہ اسلئے کہ وہ کسی طرح کی مالی مدد کا ان سے متوقع تھا۔

انعام۔ یہ لفظ مکرر صرف متی ۷:۱۱ و لوقا ۱۱:۱۳۔ افسیوں ۴:۸ میں پایا جاتا ہے۔ ان مقامات کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ لفظ انعام کیسے اہم معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح فلپیوں کی خیرات بھی ایک انعام تھا۔

چاہتا ہوں۔ اس میں ایسی خواہش کا رد مقصود ہے جس میں شوق و کوشش کا خیال ہو۔ یہ لفظ متی ۱۴: ۱۱، ۲۲: ۳۲ [illegible] اعمال ۱۳: ۱۹، رومیوں ۱۱ [illegible] وعبرانیوں ۱۱ [illegible] میں مستعمل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے روپیہ پیسے کی مدد کو نہیں چاہتا بلکہ ایسا پھل چاہتا ہوں جو تمہارے حساب میں زیادہ ہو جائے۔ اس آیت میں لفظ چاہتا ہوں جو مکرر آیا ہے [illegible] اس پر خاص زور دیتا ہے۔

ایسا پھل جو تمہارے حساب میں زیادہ ہو جائے۔ لائٹ فٹ اس جملہ کی توضیح یوں کرتے ہیں۔ وہ اجر جو تمہارے حساب میں جمع کیا گیا ہے۔ اور محبت کے ہر ایک فعل سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔

بشپ مول مقدس کرسسٹم کی اتباع پر اس جملہ سے حسب ذیل مراد لیتے ہیں۔ وہ سود جو تمہارے حساب میں بڑھتا جاتا ہے وہ پھل سے اس مقام پر سود مراد لیتے ہیں۔

زیادہ ہو جائے۔ یہ فعل رومیوں ۵: ۲۰، ۶: ۱ [illegible] ۲ کرنتھیوں ۴: ۱۵ [illegible] ۱ تھسلنیکیوں ۳: ۱۲ و ۲ تھسلنیکیوں ۱: ۳ [illegible] میں مستعمل ہوا ہے اسکے معمولی معنے بڑھنے کے ہیں اور اس مقام پر ترقی ہونا مراد ہے۔

۱۸۔ میرے پاس سب کچھ ہے بلکہ افراط سے ہے۔ تمہاری بھیجی ہوئی چیزیں اپفرودتس کے ہاتھ سے لے کر میں آسودہ ہو گیا ہوں۔ وہ خوشبو اور مقبول قربانی ہیں جو خدا کو پسندیدہ ہے

میرے پاس سب کچھ ہے۔ پولس اس جملہ سے پھر ایسے کسی قسم کے گمان کو رفع کرنا چاہتا ہے جس سے کوئی خیال کرسکے کہ وہ ان سے کسی قسم کی نقدی امداد کا خواہشمند رہتا ہے۔ اس

خیال کا اعادہ آیات ۱۰ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ میں آنا قابل لحاظ ہے۔

سب کچھ۔ دیکھو شرح آیت ۱۲۔

پاس سب ہے۔ یونانی میں جو فعل ہے اس میں پوری ادائیگی کا خیال ہے مثلاً دیکھو متی ۶: ۲، ۵، ۱۶۔ لوقا ۶: ۲۴۔ فلیمون ۱۵۔

مثل لفظ راضی کے یہ بھی ستوئیکی فلسفیوں کو بہت مرغوب تھا۔

بلکہ افراط سے ہے۔ یعنی نہ صرف میرے پاس سب کچھ پورے طور سے ہے بلکہ افراط سے ہے۔ دیکھو اسی لفظ کی شرح آیت ۱۲ میں۔

تمہاری بھیجی ہوئی چیزیں۔ یہ جملہ لفظ روپیہ پیسہ کو گویا محذوف کرتا ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ سوا روپیہ پیسے کے کپڑے وغیرہ بھی مراد ہیں۔ غالباً ان بھیجی ہوئی چیزوں میں محبت و ہمدردی اور دوستی اور شکر گزاری کے جذبات بھی شامل ہیں سوغات کے ساتھ ان خیالات کا شامل ہونا بہت زیادہ پسندیدہ تھا۔

اپفرودتس۔ دیکھو شرح ۲: ۲۵ و ۳۰۔ اس مقام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل فلپی کے چندہ کو اپفرودتس لایا تھا۔

میں آسودہ ہو گیا ہوں۔ اس سے پھر قناعت و سیری کا اظہار مقصود ہے دیکھو شرح ۱۱ اور مقابلہ کرو یوحنا [illegible] رومیوں [illegible] کرنتھیوں [illegible] کلسیوں [illegible]
اس مقام پر مطلب یہ ہے کہ میری ضرورتیں بالکل پوری ہو گئیں

وہ خوشبو۔ یہ لفظ افسیوں ۵: ۲ میں آیا ہے اور سپٹواجنٹ کے ترجمہ سے اقتباس کیا گیا ہے اور عبرانی ریح نیحوح کا ترجمہ ہے جسکے معنے ہیں مفرح خوشبو۔ دیکھو پیدائش ۸: ۲۱ خروج ۲۹: ۱۸ و احبار ۱: ۹، ۱۳، ۱۷ وغیرہ وغیرہ۔ یہ محاورہ موسوی شریعت کی بڑی قربانیوں کے متعلق استعمال ہوا ہے اور شاعرانہ اظہار ہے اس خوشنودی کا ہے جو وہ اپنے بندوں کی خالص عبادت اور دلی خدمت سے رکھتا ہے جو خیال کے ساتھ خداوند یسوع مسیح کے ثواب کے وسیلے سے ادا کی جاتی ہیں

اس مقام پر جو یہ لفظ مستعمل ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فلپیوں کا انعام جو انہوں نے رسول کو بھیجا ان کی ذاتی قربانی کا ایک ادنیٰ ثبوت تھا جو انہوں نے بطور سالم سوختنی قربانی کے اپنے

نجات و ہمدردی کی خدمت کے لئے گذرانی تھی۔ اس میں سلامتی کی قربانی کا جو شکرگزاری کیلئے گذرانی جاتی تھی۔ خیال بھی منظور ہے۔

خوشبو۔ یہ لفظ چار دوسرے مقامات میں مستعمل ہوا ہے۔

(۱) مریم کے عطر کی خوشبو۔ یوحنا ۱۲: ۳
(۲) مسیح کے علم کی خوشبو۔ ۲ قرنتھیوں ۲: ۱۴
(۳) مرنے کے لئے موت کی بو اور جینے کے لئے زندگی کی بو ۲ قرنتھیوں ۲: ۱۶
(۴) مسیح کی قربانی کی خوشبو۔ افسیوں ۵: ۲
(۵) پر محبت انعام کی خوشبو۔ (یہاں)

مقبول۔ یہ لفظ مکرر لوقا ۴: ۱۹ و ۲۴ و اعمال ۱۰: ۳۵ و ۲ قرنتھیوں ۶: ۲ میں آتا ہے۔ اور اس سے مراد خدا کی نظر میں مقبولیت ہے۔

قربانی۔ اس میں ہر قسم کی قربانی شامل ہے خواہ سوختنی قربانی جو پاکیزگی و مخصوص کرنے کے لئے گذرانی جاتی تھی (احبار ۱: ۹) یا میدہ کی قربانی (احبار ۲: ۹) یا سلامتی کی قربانی جو بطور شکرانہ ادا کی جاتی تھی (احبار ۳: ۵) یا سب مخلوط)

لفظ قربانی عہد عتیق کے ۱۲۷ میں استعمال ہوا ہے۔

انجیل کی روحانی قربانیاں (۱ پطرس ۲: ۵) حسب ذیل ہیں۔

(۱) اپنے بدنوں کو قربانی کے لئے نذر کرنا یعنے ان کو پاک رکھنا۔ رومیوں ۱۲: ۱
(۲) حمد کی قربانی یعنی ہونٹوں کا پھل عبرانیوں ۱۳: ۱۵۔
(۳) بھلائی اور سخاوت کی قربانی عبرانیوں ۱۳: ۱۶ اس آیت میں تیسری قسم کی قربانی خیال ہے

پسندیدہ۔ یہ لفظ ۹ مقام پر آیا ہے۔ وہ چیزیں جو خدا کو پسندیدہ ہیں حسب ذیل ہیں۔
(۱) تقدیس رومیوں ۱۲: ۱ (۲) خدمت رومیوں ۱۴: ۱۸ (۳) سچے خادم ۲ قرنتھیوں ۵: ۹ (۴) نیک چال چلن افسیوں ۵: ۱۰ عبرانیوں ۱۳: ۲۱ (۵) فرمانبرداری کلسیوں ۳: ۲۰ ططس ۲: ۹ (۶) قربانی (فلپیوں ۴: ۱۸) رومیوں ۱۲: ۲ میں یہ لفظ خدا کی پسندیدہ و مرضی کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ یہ مقامات عملی مذہب کی ایک تفصیل ہیں۔

۱۹- میرا خدا اپنی دولت کے موافق جلال سے مسیح یسوع میں تمہاری ہر ایک احتیاج رفع کریگا۔

میرا خدا۔ دیکھو شرح ۱: ۳ لفظ میرا نہ صرف رسول کا ذاتی بھروسہ اور ایمان خدا پر ظاہر کرتا ہے بلکہ اس میں یہ خیال بھی منظور ہے۔ کہ "خدا میری طرف ہے"۔

اپنی دولت کے موافق جلال سے۔ ان الفاظ میں سے خدا کے رفع الحاجات ہونے کا لحاظ بقدر اور پیمانہ اور معیار منظور ہے (دیکھو شرح ۲: ۱۱)۔

مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی دولت کے اندازہ کے موافق تمہاری احتیاج رفع کریگا۔ جلال سے مفہوم اسکی صفات کاملہ قدرت و محبت اور فضل کا ظہور ہے۔ عہد عتیق میں شکینہ اس جلال کی علامت تھا اور عہد جدید میں خداوند یسوع مسیح اس جلال کا مظہر تھا۔

بشپ مول اس فقرہ کی توضیح یوں کرتے ہیں کہ ہاں! وہ خزانہ جس سے وہ تمہاری احتیاج کو پورا کریگا۔ اسکے جلال کا خزانہ ہے۔ یعنے اسکی ذات کی محبت مطلق کا خزانہ جس کا ظہور تمہارے لئے مسیح یسوع میں ہوا۔ اور جس میں کامل بھرپوری نے سکونت کی

کونی بیر و ہاوسن یوں تاویل کرتے ہیں کہ اسکی پر حشمت دولت کی بھرپوری کے موافق جو مسیح یسوع میں ہے۔

بشپ لائٹ فٹ لفظ جلال کو فعل رفع کرنے سے ملحق کرتے ہیں۔ اور اس سے وہ مستقبل آسمانی خوشحالی مراد لیتے ہیں یعنی وہ تم کو جلال بخشیگا۔ مقدس پولس اکثر لفظ دولت کو خدا کی صفات اور انعام سے منسوب کرتا ہے۔ دیکھو رومیوں ۲: ۴ و ۹: ۲۳ و ۱۰: ۱۲ و ۱۱: ۳۳ و ۲ قرنتھیوں ۸: ۹ و ۹: ۱۱ و افسیوں ۱: ۷ و ۱۸ و ۲: ۷ و ۳: ۸ و ۱۶ کلسیوں ۱: ۲۷ و ۲: ۲۔

مسیح یسوع میں۔ اس میں دولت کی ملکیت کا اشارہ ہے اگر ہم مسیح یسوع میں ہیں تو وہ ساری دولت جو اس میں ہے ہماری ہے۔ مقابلہ کرو کلسیوں ۱: ۱۹ و ۲: ۹-۱۰

یوحنا ۸: ۱ مسیح میں اطمینان بھی ہے (آیت ۷) اور جلال بھی (آیت ۱۹)۔

تمہاری ہر ایک احتیاج - یہ وہی لفظ احتیاج ہے جو آیت ۱۶ میں استعمال ہوا ہے۔ مکدونی مسیحی نو مرید من حیث المجموعی مالدار نہ تھے (۲ کرنتھیوں ۸: ۲) اپنی نہایت مفلسی میں بھی انہوں نے انجیل کی اشاعت کے لئے چندہ بھیجا اور ممکن ہے کہ اس چندہ کے باعث فلپیوں کی مالی حالت بھی خراب ہو گئی ہو۔ اور وہ بہت محتاج ہو گئے ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی مقدور سے بڑھ کر رسول کی مدد کی تھی اس لئے رسول کہتا ہے کہ خدا تمہاری احتیاجوں کو پورا کرے گا۔ لفظ "ہر ایک" پر زور ہے یعنی تمہاری ہر ایک احتیاج خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی پوری کی جائیگی۔

رفع کریگا - یونانی میں اس لفظ کے معنے بھرپور کرنے کے ہیں۔ اور آیت ماقبل میں اس کا ترجمہ "آسودہ ہو گیا ہوں" ہوا ہے۔ رسول کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے انعام سے میری حاجتوں کو پورا کیا اب میرا خدا تمہاری ساری احتیاجوں کو پورا کریگا۔

۲۰- ہمارے خدا اور باپ کی ابدالآباد تمجید ہوتی رہے۔ آمین

اب ہمارے خدا اور باپ - آیت ماقبل میں خدا کی بیقیاس دولت کا خیال رسول کو بیساختہ اس کی حمد و تمجید پر مائل کرتا ہے۔ اسکے جلال (آیت ۱۹) کا منظر دیکھ کر وہ اس آیت میں اس کی تمجید گانے لگتا ہے۔ آیت ۱۹ میں رسول "میرا خدا" لکھتا ہے اور اس آیت میں "ہمارا خدا" اسلئے کہ اب وہ فلپیوں کو بھی اپنے ساتھ اس تمجید میں شامل کر لیتا ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ خدا ہمارا باپ ہے۔

مفسر لائٹ فٹ کیا خوب کہتے ہیں کہ اس سارے خط میں تعجب۔ باری تعالیٰ کا چشمہ فیض اس خوشی سے جاری نظر آتا ہے جو اس خط کی بڑی خصوصیت ہے۔

تمجید دیکھو شرح ۱: ۱۱ و ۲: ۱۱ وہ تمجید جو اسکی ہے۔ اور صرف اسی کے لئے واجب ہے ایسی تمجید میں خاص حرف تعریف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر بھی حرف تعریف ہے۔

مقابلہ کرو رومیوں ۱۱: ۳۶ و ۱۶: ۲۷ گلتیوں ۱: ۵ - افسیوں ۳: ۲۱ - ۲ تیمتھیس ۴: ۱۸ عبرانیوں ۱۳: ۲۱ - ۲ پطرس ۳: ۱۸ مکاشفہ ۷: ۱۲ حاشیہ

اس میں ایسی ہر قسم کی تمجید شامل ہے جو خدا کے بندے اسکی ہر ایک قدرت اور فضل کے ظہور کے لئے کرتے ہیں۔ یہ محاورہ ایسے مظاہر سے مالا مال ہے۔

ابدالآباد - مقامات ذیل میں یہ تمجیدیہ محاورہ مستعمل ہوا ہے۔ ۱ تیمتھیس ۱: ۱۷ فلپیوں ۴: ۲۰ و ۲ کرنتھیوں ۱۱: ۳۱ و کلسیوں ۱۱: ۲۲ و افسیوں ۳: ۲۱ و ۱ تسالونیکیوں ۱: ۵ و ۲ تسالونیکیوں [illegible] و ۱ تیمتھیس ۱: ۲ و ۲ تیمتھیس ۱: ۲ و ططس ۱: ۴ و فلیمون [illegible] - اکثر اطمینان و فضل بھی خطوط کے شروع و آخر میں آتے ہیں۔

اس میں دوران زمانہ کا خیال ہے جو یکے بعد دیگرے لاانتہا زمانہ تک بہتے جائینگے۔

آمین - یہ عبری لفظ ہے اور اسکے معنے ہیں "سچ ہے"۔ جس عبری مادہ سے یہ مشتق ہے اسکے معنے ہیں امانت داری۔ عہد عتیق میں یہ گنتی ۵: ۲۲ استثنا ۲۷: ۱۵-۲۶ و ۱ سلاطین ۱: ۳۶ و ۱ تواریخ ۱۶: ۳۶ و نحمیاہ ۵: ۱۳ و ۸: ۶ و مزمور ۴۱: ۱۳ و ۷۲: ۱۹ و ۸۹: ۵۲ و ۱۰۶: ۴۸ و یسعیاہ ۶۵: ۱۶ و یرمیاہ ۱۱: ۵ و ۲۸: ۶ میں آتا ہے۔ عہد جدید میں اس لفظ کو جیسا لیا گیا ہے اور مسیحی کلیسیا میں عام طور پر یہ استعمال ہوتا ہے جب کلام کے آخر یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے تو اسکے معنے ہوتے ہیں کہ سچ ہے ایسا ہی ہے۔ یا ایسا ہی ہو۔

آیات ۲۱-۲۳ خاتمہ اور سلام

۲۱- ہر ایک مقدس سے جو مسیح یسوع میں ہے سلام کہو۔ جو بھائی میرے ساتھ ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں۔

ہر ایک مقدس جو مسیح یسوع میں ہے - ہر ایک مقدس سے میرا نام بنام (رومیوں ۱۶: ۳-۱۶ میں رسول ۱۶ مرتبہ نام بنام ہر ایک کو سلام کہتا ہے) ۲ کرنتھیوں ۱۳: ۱۲

و تھسلنیکیوں ۵: ۲۶ و ۲ تیمتھیس ۴: ۲۱ و عبرانی ۱۳: ۲۴ و ۱ پطرس ۵: ۱۴) مقدس جو خدا کا شخصی اور ذاتی صفت ہے۔ الفاظ یسوع مسیح میں ہے یا تو فعل سلام کرو سے متعلق کئے جا سکتے ہیں یا مقدس سے۔ اگر فعل سے متعلق سمجھا جائے تو یہ معنے ہونگے مسیح یسوع میں ہر ایک مقدس سے سلام کہو (مقابلہ رومیوں ۱۶: ۲۲ و ۱ کرنتھیوں ۱۶: ۱۹) دونوں خیال صحیح ہیں ہماری تقدیس مسیح یسوع میں ہے لہذا ہمارے سلام ہو تو خدا بھی اسی میں ہوں۔ یہ جملہ مسیح یسوع میں اس خط میں بار بار آیا ہے (۱: ۱ و ۲۶ و ۲: ۵ و ۳: ۳ و ۱۴ و ۴: ۷-۱۹)

جو بھائی میرے ساتھ ہیں مقابلہ کرو گلتیوں ۱: ۲۔ ان سے غالباً اسکے ساتھی رفیق یا خدمت مشتری مراد ہیں۔ یعنی وہ شخص جو ہمدم و ہم خدمت لوگ جو اسکے ساتھ اُس کے کام میں شریک تھے۔ ممکن ہے کہ یہ اشخاص حسب ذیل ہیں۔ لوقا (کلسیوں ۴: ۱۴ و فلیمون ۲۴) تیمتھیس (فلپیوں ۱: ۱ و ۲: ۱۹) ارسترخس (کلسیوں ۴: ۱۰ و فلیمون ۲۴) تخکس (افسیوں ۶: ۲۱ کلسیوں ۴: ۷) اپفراس (کلسیوں ۱: ۷ و ۴: ۱۲) مرقس (کلسیوں ۴: ۱۰ و فلیمون ۲۴) یوستس (کلسیوں ۴: ۱۱) اپفرودتس (کلسیوں ۴: ۹ و فلیمون ۱۰) جس وقت پولس رسول نے شہر روم میں رومی گروہ سے پہلا خط لکھا تو غالباً ان میں سے اکثر اشخاص اسکے گرد جمع تھے اسلئے انکا سلام محبت فلپیوں کو لکھا۔

تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اس قسم کے محبت آمیز پیغام خطوط میں اکثر ملتے ہیں۔ مقابلہ کرو روم ۱۶: ۲۱ و ۲۱-۲۳ و ۱ کرنتھیوں ۱۶: ۱۹-۲۰ و ۲ کرنتھیوں ۱۳: ۱۲ و کلسیوں ۴: ۱۰-۱۴ وغیرہ وغیرہ۔

۲۲۔ سارے مقدس خصوصاً قیصر کے گھر والے تمہیں سلام کہتے ہیں۔

سارے مقدس۔ ان سے روم کی ساری مسیحی جماعت مراد ہے۔ جو بطور کلیسیا کے اپنا سلام فلپی کی کلیسیا کو بھیجتے ہیں۔ آیت ۲۱ میں فلپی کے خاص افراد کا سلام لکھا گیا۔ اور اس آیت میں کل جماعت روم کا سلام لکھا جاتا ہے۔

مقدس۔ دیکھو شرح ۱: ۱

خصوصاً۔ یہاں ایک خاص محدود جماعت کی تفریق کی جاتی ہے۔

قیصر کے گھر والے۔ ان سے نہ صرف سرکاری عہدہ دار اور سرکاری غلام اور ادنیٰ خدمتگار مراد ہیں بلکہ ہر قسم کے ادنیٰ و اعلیٰ قیصر کے ملازمین بھی مراد ہیں جو روم میں اس وقت تھے یا اپنی اپنی نوکریوں پر دور دراز مقامات پر پھیلے ہوئے تھے۔ بشپ لائٹ فٹ نے مختلف شہادتوں و قبرستان کے کتبوں پر جو روم ۱۶ باب میں مذکور ہیں یعنی امپلیاطس۔ اربانس۔ اپلیس۔ ترفینہ۔ ترفوسہ۔ پترو باس فلگنس۔ خوب غور و فکر کر کے حسب ذیل نتیجہ نکالا ہے جو قابل لحاظ معلوم ہوتا ہے

(۱) کہ جن ایمانداروں کو روم میں سلام لکھا گیا ہے وہ وہی ہیں جنکا اشارہ اس آیت میں ہے۔

(۲) کہ یہ لوگ پولس رسول کے روم میں جانے سے پہلے مسیحی ہو چکے تھے اور ایسے مشہور تھے کہ فلپی کے لوگ ان سے واقف تھے۔

(۳) کہ ارسطبولس و نرکسس کے گھرانے (روم ۱۶: ۱۰-۱۱) غلاموں کے گھرانے تھے یہ گھرانے ہیرودیس اعظم کے پوتے ارسطبولس اور قیصر کلودیس کے دوشمند و بڑے نرکسس کے نام سے کہلائے جاتے تھے۔ اور ان کی پرورش و حفاظت کے قیصر کی طرف منتقل کر دیئے گئے تھے۔ اور اس زمانہ کے قانون کے موافق یہ جائز تھا کہ جب ایسے غلاموں کے گھرانے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف منتقل ہو جاتے تھے تو وہ اپنا قدیم نام قائم رکھتے تھے۔

(۴) کہ اس آیت سے قیصر کے گھرانے سے غالباً وہ غلام اور آزاد ملازمین مراد ہیں جنکا تعلق شاہنشاہ کے محل سے تھا۔ رومی مسیحیوں میں ان غلاموں و ملازمین کی قدر حیثیت اور کام خواہ کچھ ہوں کوئی شک نہیں کہ بعض ان میں سے نہایت ادنیٰ درجہ کے کام میں مشغول ہوتے تھے۔ تاہم ان لوگوں کا جو ہر طرح کی آزمائشوں میں گھرے ہوئے تھے انجیل کو قبول کرنا انجیل کی قدرت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ شاہی محل ہر طرح کی عیش و عشرت و بد اخلاقی کا مرکز تھا اور ایسے مقام میں روحانیت کا قائم رکھنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مسیحی غلام ادنیٰ و اعلیٰ شاہی خدمتگار اپنے مسیحی تقدس کو قائم رکھتے تھے اور کیا عجب ہے۔ کہ انکی اخلاقی پاکیزگی و نیک مسیحی نمونہ کا اثر محلات کے اندر تک پہنچتا ہو۔

۲۳ - خداوند یسوع مسیح کا فضل تمہاری روح کے ساتھ رہے

خداوند یسوع مسیح کا فضل - دیکھو شرح ۱:۲ ۔ مقدس پولس کے خطوط فضل سے شروع ہوتے اور اُسی پر ختم ہوتے ہیں - دیکھو روم ۱:۷ و ۱۶:۲۰ و ۱ قرنتھ ۱:۳ و ۱۶:۲۳ و ۲ قرنتھ ۱:۲ و ۱۳:۱۴ و گلتیوں ۱:۳ و ۶:۱۸ و افسیوں ۱:۲ و ۶:۲۴ و ۱ تسلونیکیوں ۱:۱ و ۵:۲۸ و ۲ تسلونیکیوں ۱:۲ و ۳:۱۸ و ۱ تیمتھیس ۱:۲ و ۶:۲۱ و ۲ تیمتھیس ۱:۲ و ۴:۲۲ و طیطس ۱:۴ و ۳:۱۵ و فلیمون ۳ و ۲۵ - اکثر اطمینان و فضل بھی خطوط کے شروع و آخر میں آتے ہیں

خداوند یسوع مسیح - یہاں پورا القاب استعمال ہوا ہے اور یہ دکھانا مقصود ہے کہ فضل کا ذریعہ اور سرچشمہ وہی ہے - مقابلہ کرو شرح ۲:۲۳ - خداوند اُسکی ربانی خدمت پر دلالت کرتا ہے اور یسوع اسکے محبتانہ فضل پر اور مسیح اسکی خدمتی کاملیت پر -

تمہاری روح کیساتھ - اسی طرح گلتیوں ۶:۱۸ و فلیمون ۲۵ میں آیا ہے -
انسان جسم و جان و روح کا مجموعہ ہے - اور ان تینوں میں روح کا مرتبہ نہایت اعلیٰ ہے فضل روح کے ذریعہ سے جان اور جسم پر اپنا عمل و اثر کرتا ہے مقابلہ کرو ۱ تسلونیکیوں ۵:۲۳ - اس سے ذات باری تعالیٰ میں استغراق کی تعلیم مقصود نہیں بلکہ اُس پر جلال حقیقت کا انکشاف مقصود ہے کہ زندہ خدا اپنے فضل کو انسانی روح میں اس طور سے مؤثر کرتا ہے - کہ اس دائماً حاضر فضل کے اثر و قوت متحرکہ سے انسان کی روح روشن ہوتی اور قوت پاتی رہتی ہے اور یوں انسان ایک ایسی زندگی بسر کرنے لگتا ہے جس میں فرحت بخش پاکیزگی اور کاملیت الوہیت کی خصوصیت پائی جاتی ہے -